

# نصاب

## پانچویں جلد



مصطفیٰ بن عبد اللہ بن عبد المطلب  
صاحب نصاب

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

# سید کا حقیقی حرم

مُصَنَّف

صاحبزادہ سید افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ



مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

041-2626046 (D)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں —



نام کتاب \_\_\_\_\_ نسبت باعثِ جنت  
مؤلف \_\_\_\_\_ صاحبزادہ سید افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ  
طابع \_\_\_\_\_ سید حمایت رسول قادری  
کتابت \_\_\_\_\_ تذیر احمد  
ایڈیشن \_\_\_\_\_  
تعداد \_\_\_\_\_ ایک ہزار  
مطبع \_\_\_\_\_  
سن اشاعت \_\_\_\_\_  
پروف ریڈنگ \_\_\_\_\_ قاری محمد عمر باسط۔ ایم اے عربی  
ہدیہ \_\_\_\_\_



ملنے کا پیشہ \_\_\_\_\_

○ مکتبہ نوریہ رضویہ ○ ۱۱ - گنج بخش روڈ لاہور ○  
فون۔

# فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	آغاز	۵	۱۷	لافتی الاعلیٰ - لاسیف الاذواق	۱۸۰
۲	خانہ کعبہ کے فضائل و برکات	۱۲		کا اعزازِ خصوصی	۱۸۳
۳	بیت اللہ کی اہمیت	۲۵	۱۸	ناقتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۱۹۷
۴	اصحابِ الغیل	۳۰	۱۹	غارِ ثور سے مدینہ کی راہ پر	۲۰۲
۵	نورِ محمدی آگیا	۳۵	۲۰	تبع حمیری کا خط	۲۰۷
۶	کلبِ اصحابِ کعبہ	۵۲	۲۱	تبع حمیری کے خط کا مضمون	۲۰۹
۷	ذئبِ یعقوب علیہ السلام	۶۶	۲۲	فضائلِ مدینہ منورہ	۲۱۲
۸	حوتِ یونس علیہ السلام	۷۵	۲۳	حمارِ عزیر علیہ السلام	۲۱۹
۹	علماءِ کرام کی شان	۸۲	۲۴	دعواتِ الانبیاء علیہم السلام	۲۲۲
۱۰	کبشِ اسمعیل علیہ السلام	۹۲	۲۵	آئینِ وفا	۲۲۹
۱۱	وقدیتہ بزرگِ عظیم	۱۱۲	۲۶	مسلمانو! تم بھی وفا کرنا سیکھو!	۱۱۵
۱۲	انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے	۱۱۵	۲۷	آئینِ وفا کی پابندی عین	۱۳۱
۱۳	اللہ کے خلیل اور عرب کے شہزاد	۱۳۱		عبادت ہے -	۱۴۵
۱۴	تصویر کا دوسرا رخ	۱۴۵	۲۸	رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴۸
۱۵	حضرت سلیمانؑ چوہدری اور			کی دعائیں -	۱۶۵
	شہزادی بلقیس کا ہنر مند -			بارش نہ برسنے کا سبب	
۱۶	دلِ دل علی علیہ السلام		۳۰	حسن و جمال کیلئے دعا -	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# انتساب



سلسلہ ہائے طریقت

کے

اولیاء کرام کے نام



○ سید افتخار الحسن ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## افساز

ایمان لانے کے بعد پھر اسلام کے پاکیزہ ارکان اور دین کے رنگین اور مہذب احکام خداوندی بجالانے — قرآن حکیم کے بتائے ہوئے سہری اصولوں پر کاربند رہنے اور اعمالِ صالحہ پر عمل پیرا ہونے پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنی شانِ کبریٰ و رحیمی کے باعث ایسے مردِ مومن پر اپنی جنت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

مثلاً — قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-  
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ  
 تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ظِلْدِينَ فِيهَا أَبَدًا — وَعْدَ اللَّهِ  
 حَقًّا

”اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر اعمالِ صالحہ کئے، ان لوگوں کو ہم جنت میں داخل کریں گے۔ بہتی ہوئی نہروں کے ساتھ — اور وہ لوگ ہمیشہ کے لیے جنت میں رہیں گے۔ اللہ کریم کا یہ وعدہ حق ہے!“

یا

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي  
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٌ طَيِّبٌ  
 فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ  
 الْعَظِيمُ (پارہ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت ۵۲)

کہ ” اللہ تعالیٰ نے صاحبِ ایمان مردوں اور عورتوں سے یہ وعدہ کر رکھا  
 ہے کہ انہیں بہتی ہوئی نہروں والی جنت عطا کرے گا اور اس کرم نوازی کے  
 ساتھ ساتھ جنت میں پاک — مسکرا اور پاکیزہ مکان بھی دے گا۔  
 ایک خوبصورت جنت میں اور ان عطیات کے علاوہ اللہ کریم کی طرف  
 سے ان پر بڑی رضا بھی دی جائے گی۔

یا

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ  
 مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا (پارہ ۱۵ سورۃ الکہف آیت ۲۱)

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ان کے نیک کاموں  
 کا اجر ضائع نہیں کرتے

ان کے لیے بسنے کے باغ ہیں اور ان باغوں کے نیچے بہتی ندیاں ہیں۔  
 وہ اس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ جنت میں سبز رنگ  
 کے گلرنگ اور چمکیلے کپڑے پہنائے جائیں گے اور وہ جنت میں خوبصورت  
 تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے

یا — وہ جو ایمان لائے اور پھر ہجرت کی اور پھر اللہ کی راہ میں

مال و جان سے لڑنے، جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک ان کا بڑا درجہ ہے۔ اور پھر اللہ کی راہ میں مال و جان سے لڑے جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا بڑا درجہ ہے اور انہیں کے لیے جنت کے بہتے ہوئے باغات اور دائمی نعمت ہے! (پارہ ۱۵ سورہ التوبہ آیات ۲۲)

اور \_\_\_\_\_ یا \_\_\_\_\_  
پھر قرآن پاک اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ مال کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

جیسا کہ \_\_\_\_\_ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: \_\_\_\_\_

إِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ أَقْدَامِ أُمَّهَاتِكُمْ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱)

اور یا \_\_\_\_\_ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: \_\_\_\_\_

إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلِّ السَّيُوفِ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲-۴۳)

کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔

حفیظہ جالندھری مرحوم نے اس حدیث پاک کا کیا ہی ایمان افسر و زاہد

روح پرور ترجمہ کیا ہے کہ \_\_\_\_\_

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں

نہ سازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر توحید و اسلام کی روشنی میں آنے

والوں اور الحاد و باطل کی تاریکیوں میں حق و صداقت کے چسراغ حاصل کرنے

والوں اور ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں میں نیکی و شرافت کی نورانی قندیل سے سرفراز

ہونے والوں کے دین و ایمان کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد ان کے

اعمالِ صالح کا اجرِ عظیم، ثوابِ بے بہا اور جزائے کامل اللہ تعالیٰ کی طرف سے

اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کرم نوازی — بندہ پروری اور رحمت و بخشش کے بھرپور خزانوں سے کم نہیں ہے —

جنت میں ٹھکانہ — فردوس بریں میں مکان — باغ عدن میں رہائش اور حوروں سے دل بہلانا کوئی معمولی عنایات نہیں ہیں —  
 ریشمی و فاخرہ لباس — سنہری اور خوبصورت پلنگ — صاف ستھرے اور پاکیزہ بستر — ترقازہ پھل — بہترین و خوشبودار میوے اور حوروں کی خدمت گزار یہ انعام و اکرام ہیں ایک مرد مومن کے لئے —  
 لیکن ان کے علاوہ جناب ابوالحیاء امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرد مومن کے علاوہ سات آٹھ اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوقات بھی ہیں جو آدمی کی جنس کے علاوہ بھی جنت میں داخل ہوں گی — ایک —

جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب احسن القصص

صفحہ ۵ میں لکھا ہے،

يَكُونُ فِي الْجَنَّةِ سَبْعًا أَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ جِنْسِ بَنِي آدَمَ  
 فِيلٌ أَصْحَابُ الْفِيلِ — وَكَلْبٌ — أَصْحَابُ كَلْبٍ —  
 وَذِيئٌ يَعْقُوبَ — وَذُلْدٌ عَلِيٌّ — وَنَاقَةٌ صَالِحٌ  
 وَحَمَارٌ عَيْشِيٌّ يَاعَزِيئِيٌّ وَبَغْلَةٌ بَنِيَّاءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 نسبت المباحس جلد ۵۸ میں جناب علامہ عبدالرحمن صفوری

رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں اضافہ فرمایا ہے — یعنی —  
 وَحَوْتٌ يُونُسَ — وَكَبَشِيٌّ إِسْمَاعِيلَ — وَنَمْلَةٌ سُلَيْمَانَ

وَهُدَاهُ بَلْقِيسَ ۝

” اصحابِ نیل کا ہاتھی — اصحابِ کہف کا کتا — ذنبِ یعقوب —

حضرت یعقوبؑ کا بھیڑیا — اور حضرت علیؑ علیہ السلام کا دلہن — اور حضرت

صالحؑ علیہ السلام کی اونٹنی — اور حضرت عزیرؑ علیہ کا گدھا اور حضرت یونسؑ علیہ

السلام کی مچھلی اور حضرت اسمعیلؑ علیہ السلام کا ڈنبر اور حضرت سلیمانؑ علیہ السلام

کی چبوتی اور شہزادی بلقیس کا ہنڈ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاچی

حضراتِ گرامی! یاد رہے کہ مندرجہ ذیل حقائق کو دل و جان سے

تسلیم کرتے ہوئے صاحبزادہ سید افتخار الحسن نے اس کتاب کا نام بھی

اسی لئے یہ رکھا ہے کہ نسبت اچھی ہو تو جنت کا بلنا مشکل نہیں ہے —

کیونکہ مندرجہ ذیل آدمی کی جنس کے علاوہ ان جانوروں میں سے نہ کوئی

نمازی ہے اور نہ کوئی حاجی، نہ کوئی زکوٰتی ہے اور نہ ہی کوئی نوافلی —

بس پھر میرے نزدیک اس حقیقت کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یہ جانور کسی اچھی

نسبت کے باعث جنت میں جائیں گے۔ اپنے نیک اعمال کی بدولت نہیں۔

— اور ان سب کا تعلق قرآن مجید و حدیث پاک سے ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اچھی نسبت کے باعث یہ جانور تو جنت میں جائیں

گے۔ مگر کسی نبی یا کسی والی سے اچھی نسبت نہ رکھنے والے بد عقیدہ انسان اور

کسی رسول اور کسی والد اللہ کے بے ادب اور گستاخ لوگ جنت کی ہوا تک نہ

پاکیں گے چاہے کوئی شیخ القرآن کہلوئے یا اپنے آپ کو شیخ الحدیث

کہلوانا پسند کرتا ہو۔

مثلاً — پارہ ۱۰ سورہ التوبہ آیت ۶۲/۶۱ وَمِنْهُمْ الَّذِينَ

يُؤذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أذنٌ قُلْ أذنٌ خَيْرٌ لَكُمْ -

اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں یعنی کافر و مشرک جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
کو ایذا دیتے ہیں — دکھ پہنچاتے ہیں اور ستاتے ہیں یہ کہہ کر کہ وہ تو کان ہیں،  
یعنی کان کے کچے ہیں کہ ہر ایک کی بات سن کر یقین کر لیتے ہیں —

اور اے میرے محبوب علیہ السلام تم فرادو کہ کان تمہارے بھلے کیلئے ہیں۔  
وَالَّذِينَ يُؤذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ -

اور وہ لوگ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں اور بے ادبی و  
گستاخی کے طور پر کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو کان کے کچے ہیں، ان کے لئے درد  
ناک عذاب ہے —

الْمُيَسْمُونَ أَنَّهُ مَن يَخَادِبِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ  
خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْبَخْسِيُّ الْأَعْيُنِيُّ .

یعنی — کیا ان بے ادب اور گستاخ لوگوں کو خبر نہیں کہ جو خسلاف  
کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اسی کے لئے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس  
میں رہیں اور ان کے لئے یہی بڑی رسوائی ہے —

محبوب خداصل اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی بے ادبی و گستاخی تو  
ایک طرف رہنے دو ان کے تو بال مبارک کی توہین بھی کفر ہے اور ایذائے رسول  
ہے — مثلاً —

حاکم مستدرک کی حدیث صحیح

فتح الکبیر جلد ۳ ص ۱۹۶ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: —  
کہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —

مَنْ أَذَى شَعْرَةً مِثِّي فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَقَدْ أَذَى اللَّهِ  
وَزَادَ أَبُو نُعَيْمٍ وَالدَّيْلَمِيُّ فَلَهُ لَعْنَتُ اللَّهِ مِنْ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ -

کہ جس نے میرے بال شریف کی توہین کی اس نے مجھے دکھ پہنچایا اور جس  
نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی

فیض القدير جلد ۶ ص ۱۹

قَالَ صَوَّأَخَذَ بِشَعْرَةٍ

کہ نبی کریم علیہ السلام نے جب یہ فرمایا تو ہاں بنا کر ہاتھ میں پکڑے ہوئے

تھے!

کنز العمال جلد ۲ ص ۷۸ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: —

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ وَهُوَ أَخَذَ شَعْرَةً يَقُولُ مَنْ أَذَى شَعْرَةً

مَنْ شَعْرَةٍ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ —

کہ جس نے میرے ایک بال کی بھی توہین کی اپنی جنت حرام ہے —

ادب گاہ بیت زیر آسمان از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنسید و بایزیدہ این جا

اور

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ در گاہے ڈھوئی

تے منزل مقصود نہ پہنچا باہجھ ادب سے کوئی

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ کتنے خوش نصیب ہیں وہ جانور

اور کتنے خوش قسمت ہیں وہ حیوان جو نمازی نہ ہونے — حاجی نہ ہونے اور تہجد گزار

نہ ہونے اور لمبی لمبی تسبیح نہ پھیرنے کے باوجود اور کسی مذہب سے تعلق نہ جوڑنے۔

اور کسی دین سے رشتہ نہ رکھنے اور اسلام کی پابندیوں سے آزاد ہونے کے باوجود محض اچھی نسبت کے باعث جنت کے حسین و جمیل اور سد بہار گلشن اور عیشہ مہکتے ہوئے باغات میں جائیں گے اور پھر تعجب اور کمال کی بات تو یہ ہوگی کہ قیامت کے دن جبکہ ہر انسان سے حساب لیا جائے گا لیکن یہ حیوانات جن کا تعلق نہ آدمی کی نسل اور نہ انسانی برادری سے ہوگا، کسی اچھی نسبت کی بدولت فردوس بریں کی خوشنما سیرگاہوں میں رقص کرنا ہونگے۔

”مجھکو نہ دیکھیے میری نسبت کو دیکھیے“

اور

نیازی مجھ کو اب کیا ڈر

میری نسبت ہے لاثانی

یعنی حضرت شہنشاہِ ولایت — شہبازِ لامکانی — حضرت

پیرسید — مرشدِ کاملِ جماعتِ علیشاہ صاحبِ لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے روزِ قدس کا پہری گنبد آج بھی بھٹکے ہوئے سالوں کے لئے نشانِ منزل ہے اور ان کے بعد حضرت پیرسید علی حسین صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پاکِ جبینِ نیاز جھکائے والوں کا فیوض و برکات سے دامن بھر پور کر دیتا ہے اور اب نقشِ لاثانی کا نقشِ ولایت و طریقت اور عکسِ فقر و درویشی حضرت پیرسید صاحبِ جزادہ محمد عماد الملک صاحبِ دامت برکاتہم العالیہ بجاہدہ نشینِ آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف ہیں جن کے لبوں کی ایک سکر ایٹ سے دلوں کے گلشن میں تازہ بہار آجاتی ہے اور مرجھائے ہوئے دماغ کھل اٹھتے ہیں۔ اور جن کی صورت و سیرت میں جلوہ لاثانی نظر آتا ہے۔ اور آئے بھی کیوں نہ جبکہ والدِ گرامی حضرت پیرسید علی حسین شاہ صاحبِ رحمۃ اللہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## خانہ کعبہ کے فضائل و برکات

حضرات محترم ————— اور اب قرآن حکیم کی روشنی میں ان نسبتوں کو تفصیل سے دیکھیں ————— پڑھیں۔ اور۔ غور کریں جن کے باعث حیوانات، جنت عدن کے مستحق بن گئے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ الَّذِي بَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى  
لِّلْعَالَمِينَ۔ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ۔ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ۔  
وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا

کہ — ”مکہ مکرمہ میں اس خطہ ارضی اور کوز زمین پر نسل انسانی کی ہدایت کے لئے پہلا گھر بنایا گیا“

دُنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

سب سے پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر فرشتوں نے کی ————— پھر حضرت آدم علیہ السلام نے۔ پھر حضرت شیث علیہ السلام نے، ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور حضرت اسمعیل علیہ السلام نے۔

اذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمَاعِيْلَ  
 یعنی ”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معماروں کا کام کیا اور حضرت  
 اسماعیل علیہ السلام نے مزدوری کی۔۔۔ ایٹیس، گارا اور مٹی دیتے رہے۔“  
 اور پھر جب یہ اللہ کا گھر تیار ہو گیا تو ندا آئی۔۔۔  
 ”اے میرے پیارے خلیلؑ اور ذریعہٴ تم نے میرا گھر بنایا ہے کچھ مزدوری  
 طلب کر لو۔“

عرض کیا!

”یا اللہ! تو نے نبوت عطا کی۔۔۔ نسل انسانی کا امام بنایا۔ اور آتشِ نمرود  
 کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو گل داؤدی کے بہکتے ہوئے پھولوں کی گلزار بنا دیا۔  
 اور تجھ سے کیا طلب کریں!“

پھر حکم ہوا۔۔۔ کچھ نہ کچھ ضرور طلب کرنا پڑے گا!۔۔۔

تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دربارِ خداوندی اور خزانہٴ قدرت سے یہ کیا۔  
 رَبَّنَا وَاَبْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔۔۔

”کہ لے ہمارے رب! کعبہ ہم نے بنایا ہے۔ رسول تو بھیج دے۔۔۔ تیرا  
 گھر ہم نے تعمیر کیا ہے، اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مبعوث فرما دے۔۔۔ بیت  
 اللہ شریف ہم نے تیار کیا ہے اب اسے آباد کرنے کے لئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو تو بھیج دے۔۔۔“

دعا قبول ہوئی۔۔۔ تو کائنات کا والی رحمت و در عالم بن کر امام الانبیاء۔۔۔

تشریف لے آئے۔۔۔

۲۔ کتابوں کے حوالہ سے کہ اصحابِ رسول نے آپؐ کا تعارف پوچھا تو —

خاتم الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا: —

أَنَا دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ !

کہ جس رسول کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی وہ رسول

میں ہی ہوں! —

پھر تعمیرِ کعبہ کے بعد ارشاد ہوا — خلیلؑ —

حج کا اعلان بھی کر دو — وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ —

تفسیرِ کبیر جلد ۶ ص ۱۵۶ — تاریخِ الحرمین حصہ ۱ ص ۱۱۸ ارشادِ باری

تعالیٰ سن کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: —

يَا رَبِّ وَمَا يَبْلُغُ صَوْتِي —

کہ — ”اے ربِّ کریم پوری کائنات میں میری آواز کیسے پہنچے گی؟“

تو جواب آیا —

عَلَيْكَ الْبَلَدُ وَعَلَى الْبَلَاغِ —

کہ — آواز دینا تیرا کام ہے اور رساری دنیا میں تیری آواز کو

پہنچانا میرا فرم ہے —

یہ مژدہ جانفزا، سنا کر خلیل اللہ علیہ السلام نے کوہِ بوقیس پر چڑھ کر

آواز دی اور بلند آواز سے پکارا —

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمْ الْحَجَّ —

کہ — اے دنیا میں رہنے والے انسانو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔

فَسَمِعَهُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ —



وَ جَعَلْنَا الْبَابَ أَقْلِيْدًا

کہ ہم نے عزت و احترام والے بیت اللہ شریف چادروں سے طبوس

کیا۔۔۔ اور اس کا دروازہ کوڑوا لایا۔۔۔

اور ہم وہاں صرف دس دن تک ٹھہرے اور ہم نے دروازہ کی چابی بھی بنالی۔

اور پھر ہم پر حسیم کو بلند کرتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔۔۔

حضراتِ محترمہ۔۔۔ یہ بھی یاد رہے کہ پہلے کعبہ کا غلاف سفید رنگ کا تھا۔

پھر خضرا و صفرا۔۔۔ بزر اور پھر پیلا بنا اور اب سیاہ ہے!۔۔۔

سید افتخار الحسن سے کہتا ہے کہ شاید محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کالی کسلی

پہنی ہو تو اللہ کریم نے فرشتوں کو حکم دیا ہو کہ میرے کعبہ کے غلاف کو بھی سیاہ رنگ کا

کر دو۔ تاکہ اندر کی شے باہر نظر نہ آئے اور باہر کی چیز اندر دکھائی نہ دے۔۔۔

قارئین کرام!۔۔۔ تبع حمیری اسعد کا ذکر قرآن پاک میں دو بار آیا

ہے۔۔۔ سورۃ الدخان میں اور سورۃ ق میں۔۔۔

هُمْ خَيْرٌ اُمَّ قَوْمٍ تُبَّعٍ۔ اور اَصْحَابُ الْاَيْكُتِّهِ وَقَوْمٍ تُبَّعٍ

یہ یمن کا بادشاہ تھا۔۔۔ حمیری اور اسعد اس کے القاب تھے۔۔۔

تفسیر قادری حسینی۔۔۔ تفسیر نسفی جلالہ ص ۹۹۔۔۔ تفسیر کبیر جلد ۷

۲۵۵۔۔۔ تفسیر روح البیان جلد ۳ ص ۶۰۸۔۔۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔۔۔ کہ

كَانَ تَبَّعٌ رَجُلًا صَالِحًا۔۔۔ کہ

”تبع ایک نیک آدمی تھا۔“۔۔۔ اسعد الحمیری مرد مومن و صالح بود

و بعیسیٰ علیہ السلام ایمان آوردہ و چون حدیث و صفت رسول شنید از اہل

کتاب برسات وے ایمان آوردہ گفت —

کہ — اسعد الحمیری ایک مرد مومن اور نیک آدمی تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا لیکن جب اس نے اہل کتاب سے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ کی صفات اور حضور اکرم علیہ السلام کے کمالات و معجزات سنے تو آپ پر ایمان لے

آیا — اور یہ نعت پاک کہیں —

شَهِدْتُ عَلَىٰ أَحْمَدَ أَنَّهُ رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ بِأَدَى النَّسَمِ  
خَلَوْتُ مَدْعُمِي إِلَىٰ عَمْرٍ ۝ لَكُنْتُ وَزِيرُكَ وَابْنُ عَمِّ

علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی فرمایا: —

أَوَّلُ مَنْ كَسَا الْكَعْبَةَ أَسْعَدُ الْحُمَيْرِيُّ —

یہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے نو سو سال پہلے

کی بات ہے —

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: —

لَا تَسُبُّوا تَبَعًا فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ أَشْرَمَ —

تبع کو گالی نہ دو، وہ اسلام لے آیا تھا۔

اصل میں یہ تبع الحمیری اسعد چار حکماء اور علماء لے کر اور ایک بھاری لشکر

کی صورت میں مکہ ٹکرتے آیا لیکن کسی نے اس کی عزت نہ کی اور نہ کوئی تکریم دی۔

اس نے اپنے وزیروں سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہوا؟

انہوں نے جواب دیا!

ایشان را خانہ رختراہست کہ آن را کعبہ گویند۔

کہ — یہاں کے لوگوں کے لئے ایک خانہ خدا ہے جسے کعبہ کہتے ہیں اسکی موجودگی

میں یہ لوگ کسی اور کی عزت و تکریم نہیں کرتے —————  
 تیج نے خانہ کعبہ ڈھانے کی نیت کر لی —————  
 و مردمانِ شہر را بکشد و زناں را اسیر کند —————  
 اور شہر کے لوگوں مردوں کو قتل کرنے لگا اور عورتوں کو قیدی بنالیا۔ لیکن  
 رب العزت بدرِ سرِ مبتلاؤ کرو ————— لیکن  
 رب العالمین نے اسے درِ سرِ میں مبتلاؤ کر دیا —————  
 پھر اس نے توبہ کی ————— اور شفاء ہو گئی ————— پس —————  
 کعبہ را جامہ پوشد ————— اور کعبہ پر غلاف چڑھایا  
 پھر مکہ سے مدینہ پہنچا ————— وہاں نہ کوئی آبادی اور نہ کوئی شہر۔  
 چشمہ آب بود۔ ————— صرف ایک پانی کا چشمہ تھا۔  
 علمائے درکتب خواندہ بودند کہ آن زمین بیشربطہ مقدس مہاجر رسول خدا  
 آخر الزماں است —————  
 ان علماء نے پہلی کتابوں میں پڑھا ہوا تھا کہ یہ زمین مقدس آخری نبی کی  
 جائے ہجرت ہے —————  
 بر امید دیدار رسولِ عربی ————— علماء کرام نے سید المرسلین  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کی امید پر فیصلہ کر لیا کہ یہاں سے  
 ہم نہیں جائیں گے —————  
 انہوں نے تیج کو بھی یہ صلاح دی پھر وہ بھی ایک سال تک اس خاکِ طیبہ  
 پر ڈیرا لگائے بیٹھا رہا ————— پھر اس نے چار سو مکانات بنوائے۔ ٹونڈیاں  
 خرید کر آزاو کیں اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک خط لکھا ————— اور

ایک عالم کو دیا کہ جب رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہو تو انہیں دسے دنیا  
خط کا مضمون حسب ذیل دیا جا رہا ہے

” اے پیغمبرِ آخر الزماں — اے بزرگزیدہ خداوندِ جہاں — اے  
روز شمارِ شفیعِ مجراں — من کہ تبعم بتوا ایمان آوردہ ام و بر ملت  
توام و بر ملت پدر تو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مرا فراموش نکنی —  
در روز قیامت مرا شفیع باشی“

کہ — اے آخری زمانہ کے آخری پیغمبر — اور اے خداوندِ جہاں کے  
بزرگزیدہ رسول — اور اے قیامت کے دن مجرموں کی شفاعت کرنے والے  
نبی، میں توجہ آپ پر لایا ہوں ایمان — آپ کی اور آپ کے جد امجد —  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں —

روزِ محشر مجھے بھول نہ جانا اور قیامت کے دن میری شفاعت کر دینا۔  
پھر ان علماء کی نسل در نسل میں سے ابو یعلیٰ ایک آدمی تھا اور رسول  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت ابو ایوب رضی  
انصاری کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو ابو یعلیٰ نے توجہ چھری کا خط پیش کیا —

جذب القلوب — حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اردو ترجمہ ص ۵۵  
ترتیب المجالس جلد ۲ ص ۹۲ علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ و کتب کتابا —  
يَا مُحَمَّدُ اَمِنْتُ بِكَ وَبِرَبِّكَ — وَاَنَا عَلٰى دِينِكَ — فَاشْفَعْ  
لِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ —

کہ — اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر اور آپ کے رب پر  
ایمان لے آیا ہوں — اور میں آپ کے دین پر ہوں — قیامت کے دن میری

شفاعت کر دینا۔

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں تیج چیری کی اس کتابی اور

قرآن مجید کی پاکیزہ کہانی پر کہ وہ نبی کریم علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے نو سو سال پہلے اور حضور علیہ السلام کو دیکھے بغیر آپ پر ایمان لا رہا ہے اور پھر ساتھ ہی اعلان کرتا ہے کہ آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں اور ساتھ ہی اس آرزو کا اظہار بھی کرتا ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت کر دینا!۔

۱۔ حرم پاک میں داخل ہوتے وقت نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں۔ بہت

دور جا کر نظر اٹھانی چاہیے۔

۲۔ اور بیت اللہ شریف کو دیکھتے ہی جو دعاً آنکھ پھپکنے سے پہلے مانگی جائے

گی وہ قبول ہوگی!۔

۳۔ عِنْدَ أَوَّلِ نَظْرَةٍ لِّلْكَعْبَةِ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ۔

۴۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جو کہ مکہ مکرمہ کی طرف ہر وقت کھلے

رہتے ہیں۔

باب الی الکعبۃ۔ و باب الی المیزاب۔ و باب الی البحر الاسود

و باب الی الرکن الیمانی۔ و باب الی مقام ابراہیمؑ۔ و باب الی الزمزم

و باب الی الصفاء۔ و باب الی المروۃ۔

تاریخ الحرمین شریف حصہ اول ص ۶

نزہت المجالس حصہ اول ص ۱۸۲

فتاویٰ رضویہ حصہ دوم ص ۲۷۵، ص ۳۷۶۔

اِنَّ حَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثَةٌ مِائَةٌ بَنِي مِنْهُمْ بَيْنَ الْبَحْرِ الْاَسْوَدِ



سے پہلے یہ پتھر مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

تعجب ہے کہ یہاں بد عقیدہ مولوی کسی بزرگ — درویش اور ولی  
کامل کے ہاتھ چومنے نہیں دیتے مگر حج کے دوران سیاہ پتھر کو چومتے ہیں۔

تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۱۶

وَفِي الْحَدِيثِ الْحَجْرُ الْأَسْوَدُ يَمِينُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ فَمَنْ لَمْ يَدْرِكْ  
بَيْعَةَ رَسُولِ اللَّهِ فَصَمَحَ الْحَجْرَ فَقَدْ بَايَعَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

کہ حجرِ اسود زمین پر اللہ کا دستِ قدرت ہے کہ جو رسولِ اکرم علیہ السلام  
کے دستِ مبارک پر بیعت نہیں کر سکا وہ اس پتھر کو چھولے تو گویا اس  
نے اللہ و رسول کی بیعت کر لی۔

فَكَانَتْ الْكَعْبَةُ صُورَةَ رَسُولِ اللَّهِ وَالْحَجْرُ الْأَسْوَدُ صُورَةَ  
يَدِهِ الْكَرِيمَةِ

کہ — کعبۃ اللہ، رسولِ معظم کی صورتِ پاک کی مانند ہے اور حجرِ اسود  
آپ کا دستِ مبارک۔

وَمِنْ هُمْ مَنَّا نَعْرِفُ أَنَّ الْإِنْسَانَ كَامِلٌ أَفْضَلُ مِنَ الْكَعْبَةِ  
اور اسی وجہ سے ثابت ہوا کہ انسان کامل کعبہ سے افضل ہے۔

۱۹۷۹ء کو جب میں امیر الحجاج بن کر حج مبارک کرنے گیا تو مولانا محمد حسین  
صاحب خطیب مرالی والا کے ہمراہ مجھے صاحبزادہ پیر فضلِ رسول صاحب نے  
رات ایک بجے حجرِ اسود کا بوسہ دلوا دیا۔ حیدر تخلص ہے اور محدثِ اعظم پاکستان  
کے مزارِ اقدس فیصل آباد کے سجاوہ نشین ہیں۔

اتنے کمالات اور فضائل ہیں کعبۃ اللہ شریف کے جنہیں مختصر طور پر لکھا گیا۔



بھی پیدا کرنا چاہتا ہے جو خون ریزی کرے اور زمین پر فساد پھیلانے۔ جبکہ صبح و  
شام ہم تیری حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں اور تیری تسبیح و تہلیل ہمارا ہر وقت وظیفہ  
وظیفہ رہتا ہے۔ پھر فساد کی۔ خون ریزی اور گناہ و معصیت کے دریا میں  
غرق رہنے والی مخلوق پیدا کرنے کی کیوں خواہش پیدا ہوئی

غَضَبَ عَلَيْنَهُمْ — تو فرشتوں کا یہ جواب سن کر ان پر ناراض ہو گیا۔

فَعَانُوا لِعَرْشِهِ — تو فرشتوں نے عرش کے نیچے پناہ لی —

فَطَافُوا حَوْلَهُ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ -

پھر فرشتوں نے عرشِ عظیم کے ارد گرد سات پھیرے لیکر طواف کیا۔  
حَتَّى رَضِيَ عَنْهُمْ

یہاں تک کہ اللہ کریم فرشتوں پر راضی ہو گیا۔

اور پھر فرشتوں سے فرمایا: —

ابْنُوا لِي بَيْتًا فِي الْأَرْضِ

کہ زمین پر بھی میرے لیے ایک گھر بناؤ! —

يَتَعَوَّذُ بِهِ مَنْ سَخِطْتُ عَلَيْهِ مِنْ بَنِي آدَمَ! —

کہ بنی آدم پر جب میں اس کے گناہوں اور بد اعمالیوں کے سبب اس پر

ناراض ہوؤں تو وہ اس گھر میں پناہ لے سکے —

فَطَافُوا حَوْلَهُ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ -

پھر وہ گنہگار اس گھر کی پناہ لے اور اس کا طواف کرے۔

كَمَا طُفَّتُمْ —

جس طرح کہ تم نے کیا ہے —

فَارْضَىٰ عِنْدَ كَمَا رَضِيْتُمْ عَنْكُمْ —

پھر میں اس پر راضی ہو جاؤں گا جس طرح تم پر راضی ہو گیا ہوں —

فَبَنُوا هَذَا الْبَيْتَ —

پس پھر فرشتوں نے اللہ کے اس گھر یعنی بیت اللہ شریف کو تعمیر کیا !

حضرات گرامی — جناب عباس کرارہ کی اس ایمان افروز

حقیقت کی تائید و تصدیق کے لیے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل

احادیث مبارکہ پر بھی غور کیا جائے تو پھر یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

کہ اللہ کریم اپنے بندوں کی پرکتنارحم و کریم ہے —

کہ — اپنے گنہگار بندوں کی بخشش کے لیے کون کون سے راستے تیار کر رکھے ہیں۔

کہ — بندہ ایک دفعہ سچے دل سے توبہ کر کے کہے —

کہ — یا اللہ! میں گنہگار ہوں۔

تو — آواز آتی ہے — گھراؤ نہیں

میں غفارا ہوں —

مشکوات شریف ص ۲۲۲-۲۲۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: —

الْحَاجُّ وَالْعَسَاوُ وَفَدُّ اللّٰهِ —

کہ حج مبارک اور عمرہ شریف کرنے والے اللہ کے مہمان ہوتے ہیں۔

اور جو بھی وہ سوال کریں، اللہ انہیں عطا کرتا ہے —

وَيَسْتَجِيبُ لَهُمْ مَا دَعَوْا —

اور جو بھی وہ دعا کریں وہ قبول کرتا ہے: —

وَأَنِ اسْتَغْفِرْ ذُنُوبَكَ غَفْرًا كَثِيرًا

اور اگر وہ بخشش طلب کریں تو وہ انہیں بخش دیتا ہے۔ اور

وَإِذِ الْقَيْتُ الْحَاجُّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ  
 کہ جب تم کسی بھی حاجی سے ملو تو اُسے سلام کہو اور مصافحہ کرو اور اسے کہو کہ  
 أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهُ فَإِنَّهُ مَغْفُورٌ لَكَ۔  
 کہ میرے لئے گھر میں داخل ہونے سے قبل بخشش کی دعا کرے کیونکہ وہ گناہوں  
 سے پاک ہو کر واپس آتا ہے۔

نزہت المجالس جلد اول ص ۱۸۱

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں اور حضرت سعید بن مسیبؓ نے فرمایا کہ۔  
 مَنْ نَظَرَ إِلَى الْكَعْبَةِ إِيمَانًا وَتَصَدِيقًا خَرَجَ مِنَ الْخَطِيَا  
 كَيَوْمِ وُلِدَتْ أُمَّةٌ

کہ جس نے بھی کعبہ شریف کی طرف ایمان اور تصدیق کی نگاہ سے دیکھا وہ  
 گناہ و خطا سے ایسے پاک ہو گیا جیسے کہ اسکی ماں نے اُسے آج ہی جنا ہے  
 لکھاں ہن پہاڑ زمین اُتے پر رتبہ کسے دائیں کوہ طور جیہا  
 وارث شاہ جیہا گنہگار کوئی نہیں بخشنا رہیں کوئی غفور جیہا  
 میاں صاحب مرحوم سے

جے دیکھاں میں عملاں وئے کجھ نہیں میرے پلے  
 تے جے دیکھاں تیری رحمت وئے بلے بلے بلے!  
 کئی وار میں توبہ بھینٹی، ہاں میں بے اعتبار  
 ورتیسر تون بخشش منگاں تو ہی بخشنا رہا

رحمتِ ربِّ دیکھو جس پٹی ماروی اسے  
 آج کون ایڈا گنہگار آیا  
 رولا پئے گیا حشر میدانِ اندر  
 اور افتخار آیا افتخار آیا

حضراتِ محترم! ——— خانہ کعبہ کے فضائل اس سے بڑھ کر اور کیا  
 ہوں گے کہ انسان تو انسان رہے، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بھی چالیس دن  
 بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی ———

تاریخِ الحرمین الشریفین حصہ اول ص ۷۳ ——— حضرت ابن عباس رضی  
 فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا بَرخ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کے  
 طرف پھیر دیا ———

فَدَارَتْ بِالْبَيْتِ أَوْ لَعِينِ يَوْمًا ———  
 تو چالیس دن تک بیت اللہ کا طواف کرتی رہی! ———



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## اصْحَابِ الْفِیْلِ

سورة الفیل ————— اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ  
الْفِیْلِ . اَلَمْ یَجْعَلْ كِنْدَهُمْ فِی تَضَلُّیْلٍ وَّ ارْسَلَ عَلَیْهِمْ  
طَیْرًا اَبَابِیْلَ . تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّیْلٍ . فَجَعَلَ هُمُ .  
كَغَصْفٍ مَّا كُوْلٍ .

اے میرے محبوب پاک صل اللہ علیہ وسلم کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے  
نے اصحابِ فیل یعنی ہاتھیوں والوں سے کیا کیا —————  
اللہ تعالیٰ عجیب اسلوب انداز ہے۔ اس آیت کے ان الفاظ کا  
— کیا تو نے نہیں دیکھا! —————

دیکھے تو وہ جو پیدا ہو چکا ہو لیکن وہ ذاتِ اقدس جو ابھی شکمِ مادر میں  
جلوہ گر ہے اسے کہنا کہ کیا تو نے نہیں دیکھا عجیب طرزِ بیان ہے! —————  
مطلب ————— یہی کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے  
کہ شکمِ مادر میں ہونے کے باوجود بھی کائنات کی ہر شے کو دیکھتے رہتے ہیں

اور سنتے رہتے ہیں۔ کیا شکم مادر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوح محفوظ پر چلنے والی قلم کی آواز نہیں سنی تھی لہٰذا  
 ماں سُن لی تھی۔۔۔۔۔ تو اصحابِ فیل کے ساتھ ربِّ دو جہاں نے جو  
 کیا۔ وہ سب کچھ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، شکمِ مادر میں دیکھ رہے تھے۔  
 ورنہ ”الم تر کا کیا مطلب!۔۔۔۔۔

ابرمہ۔۔۔۔۔ نامی یمن کا ایک ظالم و جابر حکمران تھا جس کے پاس  
 انسانوں کے عظیم لشکر کے ساتھ خونی ہاتھیوں کا بھی ایک خطرناک گروہ تھا۔  
 اور اپنی سواری کے لیے ایک سفید ہاتھی رکھا ہوا تھا۔۔۔۔۔  
 اور اس ابرہہ نے خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ایک خوبصورت ”کلیسا“  
 بنا رکھا تھا تاکہ لوگ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر کی پرستش کریں تاکہ  
 خانہ کعبہ کی عزت و تکریم کم ہو جائے۔۔۔۔۔ مگر اسے اس گھناؤنی چال میں  
 کوئی کامیابی نہ ہوئی۔۔۔۔۔ نہ کلیسا میں عوام کا ہجوم۔۔۔۔۔ نہ پرستش کرنے والوں  
 کی رونق اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر کی طرف رغبت۔۔۔۔۔ یہ بے رونق  
 اور عوام کی جانب سے یہ بے رخی دیکھ کر اسے شیطان نے یہ پٹی پڑھا دی کہ مکہ  
 میں جو خانہ کعبہ ہے اسے جب تک نہ ڈھاؤ گے اور جب تک وہاں سے ننگے سود  
 کو یہاں نہ لاؤ گے اور جب ابراہیمؑ کی تعمیر کردہ عبادت گاہ کو مسمار نہ کرو گے اس وقت  
 تک تمہارے اس خوبصورت کلیسا میں کوئی نہیں آئے گا۔۔۔۔۔ کوئی رونق نہیں ہوگی۔  
 اور کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر کو لوہے نہیں دے گا۔۔۔۔۔

بس پھر کیا تھا۔۔۔۔۔ شیطان کے بہکانے۔۔۔۔۔ عوام کے بھڑکانے اور مکار و  
 عیار لوگوں کے زور دکھانے پر ابرہہ نے فیصلہ کر لیا کہ بیت اللہ شریف کو گرہ لگا کر

اور ابراہیمؑ عبادت گاہ کو مسمار کر کے ہی دم لوں گا۔ اور پھر وہ اپنے بہادر فرجیوں اور خونریز ہاتھیوں کے لشکر پر ناز کرتا تھا، جنگ کا طبل بجاتا ہوا اور شاہانے بجاتا اور رقص کرتا ہوا، اللہ تعالیٰ کے گھر کو مسمار کرنے کے لئے یمن سے چل پڑا۔

اور

ادھر حضرت عبدالمطلب یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد کے اونٹ مکہ کی چراگاہ میں چر رہے تھے اور خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ابھی شکم مادر میں ہی رونق افروز تھے۔

ابرمہم ظالم کے لشکریوں نے اور بہت سی خرمستیاں کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت عبدالمطلب کے اونٹ بھی پکڑ لیے۔

مگر آج کل کی سعودی عرب کی حکومت کی طرح عرب کے مشہور قبیلہ قریش کے بہادر جوانوں نے کسی غیر ملکی کو امداد کے لئے نہیں پکارا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ابراہیم خونریز ہاتھیوں کا لشکر لے کر آیا ہے۔

حضرت عبدالمطلب کو پتہ چلا تو چند قریشی نوجوان اپنے ساتھ لیکر ابراہیم کے پاس گئے۔

ابراہیم نے حضرت عبدالمطلب کے چہرہ پر جاہ و جلال کو رقص کرتے دیکھا تو درباریوں سے پوچھا۔

یہ کون شخصیت ہے؟

اسے بتایا گیا کہ یہی مکہ مکرمہ کا سردار، کعبۃ اللہ کا متولی اور قبیلہ قریش کا سربراہ ہے اور ان کا نام عبدالمطلب ہے۔

ابراہیم نے بڑے احترام سے حضرت عبدالمطلب کو اپنے پاس تخت پر بٹھا کر پوچھا!

کیوں آئے ہو ؟

فرمایا — میرے اونٹ واپس کر دو !

ابرمہ نے حیران ہو کر کہا کہ میں تو تمہارا خسانہ کعبہ گرانے اور ابراہیمی عبادت گاہ

کو سمار کرنے آیا ہوں ، مگر تم عجیب آدمی ہو کہ کعبہ کی ہمتیں کوئی فکر نہیں اور چلے آئے  
ہو اپنے اونٹ مانگنے ! —

تو حضرت جندب المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

أَنَا رَبُّ الْأَبْلِ وَهُوَ رَبُّ الْبَيْتِ يَحْفَظُهُ —

کہ اونٹوں کا مالک میں ہوں اور بیت اللہ کا مالک رب تعالیٰ ہے —

بیت اللہ کا محافظ وہ اللہ ہے وہی اپنے گھر کی حفاظت کریگا۔

حفیظہ جالندھری نے کیا خوب کہا ہے — کہ

کہیں گے حفاظت اپنے گھر کی جو اس گھر کا مالک ہے

کہ جو اس گھر کا مالک ہے وہ سحر و برک کا مالک ہے

ابرمہ نے اونٹ واپس کر دیئے اور اگلے دن جنگ کا تقارہ بجا کر مکہ والوں

کے خلاف اعلان جنگ کر دیا —

تفسیر روح البیان جلد ۳ ص ۷۷ — تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۴۸۲

أَسْنَى الْمُطَلَبِ فِي نَجَاةِ أَهْلِ طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ص ۱۹۰ از حضرت احمد

بن وصلان مکی — مفتی مکہ مکرمہ رحمۃ اللہ علیہ جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے

استاذ گرامی بھی ہیں —

اور — اور بہت سی کتابوں کے حوالوں کے علاوہ دیوبندی

مسک کے مشہور و ممتاز عالم دین اور دیوبندی حضرات کے پیر و مرشد اور مذہبی رہنما

حضرات مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اپنی کتاب "نشر الطیب کے ص ۱۶ پر اس واقعہ کو نہایت ہی ادب و احترام اور عقیدت و محبت سے لکھا ہے کہ —

" حضرت عبدالمطلب نے جب ابرہہ کی طرف جنگ کے نقارہ کی آواز سنی تو سجدہ میں گر گئے اور بارگاہِ رب العزت میں دعا کی۔ اس دعا کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ "

اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَبْدَ يَمْنَعُ رِحْلَةَ  
فَأَمْنَعِ رِحَالَكَ

کہ اے اللہ ہر انسان و بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے۔ تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر۔

وَالصُّرُّ عَلَىٰ آلِ صَالِيْبٍ

عَابِدِيْهِ الْيَوْمَ الْمَلِكُ

اور اہل صلیب پر غالب آنے کے لئے اپنے بندوں کی مدد فرما۔

يَا رَبِّ لَا أَرْجُو لَهُمْ سِوَاكَ

يَا رَبِّ فَأَمْنَعُ عَنْهُمْ حِمَاكَ

اور اے میرے رب میں تیرے گھر کے دشمنوں کے بارے میں تیری ذاتِ اقدس

کے سوا اور کسی دوسرے کوئی امید نہیں رکھتا۔

یاری اپنے گھر کی حفاظت فرما۔

يَا رَبِّ أَنْتَ الْمَلِكُ الْمَحْمُودُ

وَأَنْتَ رَبِّي الْمَلِكُ الْمَحْبُودُ

اور — تو ہی مالکِ دو جہاں ہے اور محمود ہے اور تو ہی مجھ کو برحق ہے ؟

دعا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی اور آمین حضرت نبی جی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہی — وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا —  
 جد امجد اور یہ محبوب خدا علیہ السلام کی والدہ گرامی پھر دعا قبول کیوں نہ ہوتی۔  
 دعا کرنے کے بعد حضرت عبدالمطلب چند قریشی جوان کو جبل ثبیر پر چڑھ گئے پھر اسی وقت  
 نور مصطفیٰ اصل اللہ علیہ وسلم، عبدالمطلب کی پیشانی گول بطور بلال کے نمودار ہوا

## نور محمدی آگیا

### چودھویں کے چاند کی طرح

اور خوب درخشاں ہوا — یہاں تک کہ شعاع اس کی خانہ کعبہ پر پڑی —  
 حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے  
 فرمایا کہ پھر جلو —

کیونکہ کعبہ کو سچانے والا نور محمدی آگیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے  
 کہ انشاء اللہ ہم غالب رہیں گے۔  
 صاحب زادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے اعجاز نبوت کو دیکھئے کہ ابھی شکم مادر میں جلوہ افروز ہے اور چمکتا دادا کی  
 پیشانی میں ہے اور روشن کرتا ہے دیواریں کعبہ — پھر وہ حاضر و ناظر نہیں  
 تو اور کیا ہے؟

اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی دعا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خاندان نبوت  
 میں سے کوئی بھی کافر و مشرک نہیں تھا — نہ ماں — نہ باپ —  
 نہ دادا — نہ ہاشم اور نہ ہی ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔  
 اس ایمان افروز واقعہ کو حفیظہ جالندھری مرحوم نے اپنی مشہور کتاب

”شاہنامہ اسلام“ میں نہایت ہی دلچسپ اور دلکش انداز میں یوں پیش کیا ہے —  
 کہ حضرت عبدالملک نے کوہ شبر پر سے دیکھا کہ ابرہہ کا ظالم، بہادر انسانوں  
 کے لشکر کے ساتھ خونخوار ہاتھیوں کی فوج بھی کعبہ شریف کو گرانے اور تباہ کرنے کے  
 لئے ایک سفید ہاتھی پر سوار حملہ کرنے آیا ہے۔ جس کی نس نس میں تگرو  
 غورو کے آثار — چہرہ پر قہر و غضب کی بجلیاں — پیشانی پر غم و  
 غصہ کی لکیریں اور ہاتھوں میں فولادی تلوار —

قارئین کرام! — بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا۔

اٹھائی تیغ اب غصے میں عبدالملک اٹھے

فدائے کعبہ ہو جانے کو باغیظ و غضب اٹھے

مگر اٹھے ہی ان کو اور ہی نقشہ نظر آیا

جلال رب کعبہ کا عجب جلوہ نظر آیا

حرم کی حد میں آیا ابرہہ تو رگ گیا ہاتھی

پے تعظیم کعبہ عاجزی سے رگ گیا ہاتھی

کہ — کعبہ شریف کو ٹکرا کر ڈھانے والا ہاتھی، کعبۃ اللہ کے جاہ و جلال کے

آگے سجدہ ریز ہے اور بیت اللہ شریف کے رعب و دبدبہ کو دیکھ کر ابرہہ کا خونی

ہاتھی بے بس ہو گیا ہے اور اللہ کے گھر کو ٹکرا کر گرانے والا ہاتھی، اللہ کے گھر کے

عظمت و ہیبت دیکھ کر خود سجدہ میں گر گیا ہے —

حضرت عبدالملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ قدرت الہی کا کرشمہ اور اپنے

منظر الہی پوتے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز نبوت دیکھا تو کوہ شبر

پر سے بلند آواز سے پکارا اٹھے — اللہ اکبر — انت الملك المحمود

وَأَنْتَ الْمَلِكُ الْمَعْبُودُ —

اور ابرہہ کے خونی ہاتھی نے جب رسولِ معظم علیہ السلام کی یہ غیر فانی اور بروح پرور آواز سنی تو —

ظَهَرَ لِي الْفَيْلُ الْأَبْيَضَ الْعَظِيمَ إِلَى وَجْهِهِ فَبَرَكَ وَنَحَرَ  
سَاجِدًا وَأَنْطَقَ اللَّهُ تَعَالَى الْفَيْلُ —

اس ہاتھی نے حضرت عبدالمطلب کے چہرہ مبارک کو دیکھا تو چنگھاڑ کر سجدہ میں گر گیا — اور اللہ تعالیٰ نے اس عظیم اور سفید ہاتھی کو زبان عطا فرمادی۔  
تو وہ پکارا اٹھا —

السَّلَامُ عَلَى النَّوَسِ الَّذِي فِي ظَهْرِكَ يَا عَبْدَ الْمُطَلِّبِ —

کہ — اے عبدالمطلب تیری پشت یا پیشانی پر جو نور چمک رہا ہے میرا سلام  
ہو اس نور مبارک پر —

تو قارئینِ کرام! — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کے نزدیک — یہ  
ہے — اچھی نسبت جس کی بدولت ابرہہ کا سفید ہاتھی جنت میں جائیگا۔  
کہ اس نے امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور تسلیم  
کیا — سلام کہا اور سجدہ ریز ہوا —

سید افتخار الحسن زیدی کہتا کہ جنگل کا بڑا حیوان ہاتھی اگر رسولِ اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو نور مان کر — سلام کہے اور سجدہ کر کے جنتی ہو سکتا ہے تو ایک مسلمان  
اور وہ بھی نبی پاک علیہ السلام کا وفادار امتی اگر ان تینوں اوصاف کو تسلیم کر لے تو  
کیوں جنتی نہیں ہو سکتا ہے۔ — جیسے کہ اہلسنت وجماعت بریلوی حضرات ہیں!  
تو قارئینِ کرام — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کے نزدیک — یہ

ہے اچھی نسبت جس کی بدولت ابراہیمؑ کا سفید ہاتھی جنت میں جائے گا۔  
 کہ اس نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نور تسلیم کیا۔ سلام کہا اور  
 سجدہ ریز ہوا۔

سید اقصیٰ الرحمن زیدی سے کہتا ہے کہ جنگل کا ایک بہت بڑا اور جسم  
 جانور ہاتھی اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مان کر سلام کہے اور سجدہ  
 کر کے جنتی ہو سکتا ہے تو ایک مسلمان اور وہ بھی نبی پاک علیہ السلام کا وفادار امتی اگر  
 ان تینوں اوصاف کو تسلیم کرے کیوں جنتی نہیں بن سکتا، جیسے کہ اہلسنت وجماعت  
 بریلوی حضرات ہیں!



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ابابیلوں کا شکر

حضراتِ گرامی — فضائے آسمانی پر ابابیلوں کے لشکر کا سیاہ

بادلوں کی طرح اور بہاؤ پر پائلٹوں کی مانند چھپا جانا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا بلکہ اس خدائی فوج کا دشمن کے مقابلہ کے لئے حاضر ہونا حضرت عبدالمطلب کی دعا کے سبب تھا جو انہوں نے خانہ کعبہ کے دروازہ کے کُنڈے کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر مانگی تھی اور جس کے مستجاب ہونے کا انہیں پورا ایمان و ایقان تھا۔

حضراتِ محترم! — یہ بھی یاد رہے کہ اگر حضرت عبدالمطلب نعوذ

باللہ کافر ہوتے تو نہ دعائیں اثر ہوتا — اور نہ ہی فطرتِ الہی جوش میں آتی اور نہ ہی قدرتِ خداوندی کا ظہور ہوتا اور نہ ہی خونی ہاتھیوں کے مقابلہ میں ابابیلوں کا شکر آتا اور نہ ہی ننھی مٹی چٹریوں کی فوج خدائے تعالیٰ کا دفاعی مورچہ بن کر ابرہہ کے خونی ہاتھیوں کے شکر پر چھا جاتی

تفسیر نسفی جلد ۲ ص ۲۸۰-۲۸۱ — تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۲۹۲ — تفسیر روح البیان

جلد ۴ ص ۷۳ — تفسیر حسینی مع ترجمہ تفسیر قادری جلد ۲ ص ۶۵ — مع کل طائیر حجر

فی متقارہ و حجران فی رجبہ

اور ہر پزندہ کے پاس تین کنکر تھے ایک چرخ میں اور دو دو بیچوں میں۔  
 وَعَلَى كُلِّ حِجْرٍ بِسْمِ مَنْ يَقَعُ عَلَيْهِ

اور ہر پتھر پر اس ہاتھی کا یا ابرہہ کے اس فوجی کا نام لکھا تھا جس پر اباہیلوں

نے مارنا تھا! —

فَكَانَ الْحِجْرُ يَقَعُ عَلَى رَأْسِ الرَّجُلِ فَيَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ —

اور پتھر آدمی کے سر پر پڑتا اور پیٹھ سے نکلتا تھا — يَا لثَدِيهْ كُنْكَرْتَهْ

یا کلاشن کوف کی گولیاں یا بم کے گولے —

أَسْقَطَ أَنَا مِلَّةً وَأَعْضَاءَهُ

کہ — ابرہہ کی کٹی انگلیاں، ان کنکروں کے پڑنے سے گر گئی تھیں اور اسکے بدن

کے اعضاء کٹ گئے تھے —

جب ابرہہ کے خونى ہاتھیوں کا لشکر نھنی مٹی پڑیوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور اس  
 کے لشکرى جب اباہیلوں سے شکست کھا گئے تو ابرہہ فرار ہو کر حبشہ کی طرف بھاگا،

لیکن —

وَمَا يَرِي مَخْلِقُ خَوْفَهُ حَتَّىٰ بَلَغَ الْجَاشِي

ایک پزندہ اس کے سر پر اڑتا جا رہا تھا — یہاں تک کہ وہ حبشہ کے بادشاہ

کے دربار میں پہنچا — اور سارا قصہ اس کو سُنایا —

نجاشی ازوے تعجب پر سید کہ چگونہ مرغان بودند —

نجاشی نے بڑے ہی تعجب سے اور حیران ہو کر ابرہہ سے پوچھا کہ وہ پزندے

کیسے تھے؟

ابرہہ نے بتایا کہ یہ ہے — ان میں سے ایک پزندہ جو میرے سر پر منڈلا

رہا ہے —

فَقَصَصَ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ — فَلَمَّا آتَمَّهَا وَقَعَ عَلَيْهِ الْحَجَرُ

فَرَمِينًا بَيْنَ يَدَيْهِ

ابراہیم نے قصہ بیان کیا اور جب اس نے قصہ ختم کیا تو پرندہ نے اس کے سر پر پتھر مار دیا جس سے ابراہیم شاہ جیشہ کے سامنے ہلاک ہو گیا! —  
خدا تعالیٰ کا دفاعی مورچہ — ہاں ہاں دفاعی مورچہ نہیں تو

اور کیا کہیے کہ ایک طرف ہاتھیوں کا لشکر اور دوسری طرف ابا بیلوں کی فوج اور چھوٹی چھوٹی اور معصوم چڑیوں کی یلغار اور حضرت عبدالملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا کا نتیجہ

ایسے ہی اللہ کریم کا دفاعی مورچہ اس وقت بھی کام آیا جب کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جاتے ہوئے راستہ میں جب اندھیری غار ثور میں آرام فرما تھے، تو ایک طرف کفار و مشرکین مکہ کی فولادی تلواریں — آہنی برسھے زہر میں بچھے ہوئے تیر اور سراقہ کا جنگی گھوڑا — اور دوسری طرف مکرمی کا جالا اور کبوتری کے انڈے — اور کسے کہتے ہیں دفاعی مورچہ؟ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کو بچانے کی خاطر ابا بیلوں کو بمبار طیارے — ننھی مٹی چڑیوں کو خطرناک راکٹ اور چنے کے برابر کنکریوں کو دشمنوں کے خون اور پہاڑ جیسے ہاتھیوں کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے ٹینکوں سے برسے والے گولے بنا دیا — اور اس طرح — أَنَارِبُ الْأَبْلِ وَالْبَيْتِ رَبِّیْ یَحْفَظُهُ سَجَّ ثَابِتٌ هُوَ گِیَا۔ حضرت عبدالملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے پاک سے نکلی ہوئی بات ایک حقیقت بن گئی — اور —

اخذن فی الناس حج کی ندائے ابراہیمیٰ کی لاج رہ گئی۔

ارشادِ نبوی ہے کہ الکفر ملۃ واحدة کہ

کفر ایک ہی جماعت — ایک ہی ٹولہ اور ایک ہی گروہ ہے — مگر  
انفوس کہ جس مسلمان قوم کو کُفر آئے — خدا اور رسول نے بھائی بھائی کے تقدس  
رشتہ سے منسلک کیا ہے وہ ایک المسلم ملۃ واحدة نہ بن سکے —  
ایک تبیح کے ولنے نہ بن سکے اور ایک جماعت — ایک تنظیم اور ایک گروہ کا  
روپ نہ دھار سکے اور مصر کے جمال الدین افغانی کے ایک مسلم بلاک کا خواب شرمندہ  
تعبیر نہ کر سکے

اگر جمال الدین افغانی کے نظریہ کے پیش نظر اور اقبال مرحوم کے نقشہ کے مطابق  
عربی و عجمی ریاستوں کا ایک بلاک بن گیا ہوتا تو آج بیت اللہ شریف کی رکھوالی کے لئے  
اور حجاز مقدس کی حفاظت اور سعودی عرب کی حکومت کو بچانے کے لئے نہ امریکی عیسائیوں  
کے ناپاک قدم عرب کی خاک مقدس کو پامال کرتے — نہ اسرائیل کے یہودی  
بیت المقدس میں گھوڑے باندھتے اور نہ ہی مسجد اقصیٰ کو آگ لگانے کی جسارت  
کرتے اور نہ ہی یا سر عرقات کی کمزور حکمتِ عملی اور نہ دلائل ریاست اور نا اہل  
قیادت کے باعث فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام ہوتا۔ اور نہ ہی آج امریکہ  
اسلام دشمنی کے پیش نظر عراق پر حملہ آور ہوتا اور اس کو تباہ و برباد کرتا۔  
اقبال مرحوم نے کہا تھا کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے  
نیل کے ساحل سے لیکر تا بنجاک کا شرف  
مطلب یہ کہ اگر عرب ریاستیں مل کر ایک بلاک اور المسلم ملۃ واحدة کی عملی تصویر بن

جائیں تو آج خانہ کعبہ کی پاسبانی کے لئے شاہ قہد کو امریکہ - برطانیہ - اٹلی - فرانس اور دوسری کافر حکومتوں سے امداد طلب نہ کرنا پڑتی — غرضیکہ سعودی - شارجہ مسقط - بحرین - کویت اور دوسرے اسلامی ممالک مصر سے لیکر درہ نجیب تک آپس میں بھائیوں کی طرح ایک تہیج کے دانے بن جاتے تو آج دنیا کے نقشہ پر اسلامی ملک کے سوا کسی کافر اور غیر مسلم حکومت کا پرچم نہ لہراتا —

اقبال مرحوم پھر کہتا ہے —

یہ غازی یہ تیکر پراسرار بندے

جنہیں تو نے بخشا ہے فوقِ خدائی

دونیم ان کی ٹھوکرے صحر اور دریا

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

تبصرہ بھی ملاحظہ فرمائیں: —

آج سے پندرہ روز پیشتر عراق کے صدر جناب صدام حسین نے

کویت پر قبضہ کر لیا، یہ سمجھ کر اور یہ کہہ کر کہ کویت عراق کا حصہ ہے۔ یا یہ سوچ کر کہ

کویت نے تیل کے تمام کنوئیں اور سارے چشمے امریکہ کے پاس گروی رکھ دیئے ہیں

اور اگر امریکہ کویت کے تیل پر قابض ہو گیا تو پھر میرے لئے یہ درد سر بن جائے گا۔

یہ پہلے ہی کیوں نہ اس آنے والی بیماری کا علاج کر لوں —

ابھی ایران کے خلاف سات سالہ ہولناک جنگ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ

صدر صدام حسین کو ایک اور خوفناک جنگ میں کودنا پڑ گیا —

اور یہ جنگ اب اتحادیوں اور عراق کے درمیان ہو رہی ہے —

اتحادیوں میں برطانیہ - اٹلی - سعودی عرب - اسرائیل - فرانس، شام و مصر

اور دنیا کی سپر پاور امریکہ بھی شامل ہے — مگر جس بہادر کی — جرأت ثابت قدمی اور حوصلہ سے صدر صدام، دنیا کی ۲۸ ترقی یافتہ ملکوں کی افواج وہ اکیلا لڑ رہا ہے اس ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان کو اسلام کا مضبوط قلعہ بنانے والے بھوٹ کہتے ہیں، حقیقت میں اسلام کا مضبوط قلعہ عراق ہے جس کے

محافظ بہادر اور سرخروش صدر صدام ہیں — عقل حیران ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوا اور یہ کفر کی اتحادی طاقتیں اسلام

کے ایک بھوٹے سے خطہ پر قبضہ کرنے کیلئے کیوں اکٹھی ہو گئی ہیں — تو اجاب کرام — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کے نزدیک

اس جنگ کی بنیاد سعودی عرب کے اس خدشہ کے پیش نظر رکھی گئی ہے کہ کہیں عراق سعودی عرب پر اکویت کے بعد حملہ نہ کر دے۔

بس صدام حسین جو نبی کویت پر قبضہ کر لیا تو غیر اللہ سے مدد مانگنے والوں پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والوں نے غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارا اور وہ بھی

کافروں کو —

بس پھر کیا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے نکلی ہوئی بات حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آگئی — کہ

الكفر ملة واحدة — کہ

کفر ایک جماعت، ایک ہی ٹولہ اور ایک ہی گروہ ہے —

مگر افسوس کہ جس مسلمان قوم کے متعلق قرآن و حدیث نے آپس میں بھائی بھائی فرمایا ہے وہ قوم اس طرح بکھری ہوئی ہے جیسے تیس تیس ٹوٹ جانے پر اسکے دانے۔

اور الْمُسْلِمُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ نہ بن سکے۔ عراق اور امریکہ کے درمیان

محض جنگ ہی نہیں۔ کفر و اسلام کے درمیان ایک چہرہ اور ساری دنیا کے مسلمان خصوصاً پاکستانی عوام کا صدرِ حسین کے حق میں جلے۔ جلوس اور قربانی کے جذبہ سے سرشار پیشکش قابلِ حسین واقفین ہے۔

دُنیا کے بڑے فوجی جنرلیوں کی عقل حیران ہے کہ امریکہ کی طرف سے ایک ایک دن اور رات میں دو ہزار فضائی حملے بھی ابھی تک عراق کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور نہ ہی صدرِ حسین کی جنگی حکمت عملی پر اپنی فوجی برتری حاصل کر سکے ہیں۔ اور نہ ہی اتحادی فوجیں عراق کے فوجی ٹھکانوں کو تباہ کر سکے ہیں۔ شہری آبادیوں پر وحشیانہ بمباری تو کوئی بہادری نہیں ہے! —————

اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ عرب و حجاز کے عیاش حکمران اور ان کی امداد کے لئے اپنی فوجیں بھیجنے والے پاکستان کے نااہل کارندوں نے قرآن حکیم کی سورہٴ الفیل کی تفسیر کو بھول چکے ہیں اور اس کے نتائج کے رموز و اسرار کو نظر انداز کر چکے ہیں کہ خدا خدا کریم نے بیت اللہ شریف خانہ کعبہ کو بچانے کی خاطر ابرہہ کے خونخوار ہاتھیوں کے شکر کو ابا بیلوں اور ننھی منی بچڑیوں سے مروا دیا تھا اور وہ چنے کے برابر بھوٹی سی کنکریوں کو بندوق کی گولیاں اور خطرناک بم بنا کر انہیں تباہ کروا سکتا ہے۔ —————

سعودیہ کے حکمرانوں اور پاکستان کے صدر اور وزیر اعظم سے کوئی پوچھے کہ کیا اب کوئی اور خدا ہے جسے تمہاری امداد اور دُنیا کی بلیسٹ سے زائد کافر بادشاہوں کے بمبار طیاروں — خرقاگ ٹینکوں اور خطرناک توپوں کے گولوں کی ضرورت ہے کہ جن سے اپنے گھر کی حفاظت کر سکے۔ —————

اور بیشک عرب کی سرزمین بیت اللہ شریف اور گنبدِ خضرا کے فیوضِ برکت

کے دریا بہہ رہے ہیں تو کیا سرزمین عراق میں مقامات مقدسہ نہیں ہیں —  
 کیا بغداد شریف میں پیران پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ پاک  
 نہیں ہے اور کیا نجف اشرف اشرفین میں شیخ الحدیث حضرت علی علیہ السلام کا مزار مقدس  
 نہیں ہے — اور کیا امام موسیٰ رضا اور کربلائے معلیٰ کی خاک پاک نہیں ہے۔ ؟  
 ہمارے ہر دماغ وزیر اعظم نے اپنی نثری تقریر میں کئی بار عوام کو یہ تاثر دینے  
 کی کوشش کی کہ عراق نے کبھی پاکستان کی مدد نہیں اور اس کے مقابلہ میں سعودی عرب  
 ہماری کئی بار امداد کر چکا ہے —

اللہ جل نے وہ کون سی امداد تھی اور کس طریقہ سے اس امداد کی عملی صورت سامنے آئی۔  
 اس لئے کہ ارض حجاز کے پاس سونے چاندی کے پہاڑ اور تیل کے جو دریا بہہ رہے  
 ہیں، ان کی آمدنی تو عرب کے شہزادوں کی عیاشی پر خرچ ہوتی چلی آ رہی ہے یہی  
 وجہ ہے کہ پورے خطہ عرب میں کوئی کارخانہ — کوئی اسلحہ کی فیکٹری — کوئی  
 گولی بنانے کا سامان اور کوئی بمبار طیاروں اور موجودہ طرز جنگ کا کوئی گولہ و بارود  
 کا نام و نشان نہیں ملتا۔

جنگی بیڑے — جنگی ہوائی جہازوں — جنگی ساز و سامان اور کیمیاوی ہتھیار  
 بنانا تو درکنار پورے سعودی عرب میں تو طاقیاں بسکٹ بنانے والی فیکٹری تک  
 موجود نہیں ہے۔

آج اگر شاہ فہد اور اس کی حکومت کے مدہوش اور بیس بیس بیگمات  
 رکھنے والے وزراء کے پاس کوئی اسلحہ ساز اور طیارہ شکن توپوں کا کوئی کارخانہ  
 ہوتا تو غیر اللہ سے مدد مانگتے والوں پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والوں کو غیر اللہ  
 سے مدد مانگنے کی ہرگز ضرورت پیش نہ آتی یعنی امریکہ — برطانیہ — فرانس — اٹلی

اسرائیل اور پورا کفرستان  
 صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ مندرجہ بالا طاغوتی طاقتوں کے مقابلہ میں  
 اسلام کا ایک شیر دل جنرل اور دین کا ایک سرفروش سپاہی اور حضرت شیخ عبدالقادر  
 جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ انور کا جانثار رکھوالا اور حضرت علی علیہ السلام کے مزار  
 پر انوار کا مندر محافظ پورے کفر کے مقابلہ میں ڈٹا ہوا ہے۔ اور دس گھنٹوں میں عراق  
 کو تباہ کر دینے کا دعویٰ کرنے والوں کو صدر صدام حسین نے اپنی جنگی حکمت عملی کو  
 بروئے کار لاتے ہوئے انہیں حیرت میں ڈال دیا ہے۔

شاباش اور زندہ باد۔ صدر صدام حسین !

اسی لئے کہ

لاکھ تنکے ہوں مگر ان کو بہانے کے لئے

موجِ طوفان کا اک ریلا ہی بہت ہوتا ہے

اپنی کثرتِ تعداد کو تم نے سمجھا ہے کیا

شیر جنگل میں اکیلا ہی بہت ہوتا ہے

ہمارے ہر دل عزیز اور بے نظیر کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے وزیرِ اعظم جناب

نواز شریف صاحب پچھلے دنوں امن مشن لے کر کئی اسلامی ریاستوں کے سربراہوں

سے ملے تاکہ کسی صورت جنگ بند ہو جائے اور پتہ چلا ہے کہ کل یعنی ۹۱/۹۲ کو دوبارہ

دورہ پر جا رہے ہیں !

اپنی بہادر مسلح افواج کے جوانوں کو پہلے ہی سعودی عرب یہ کہہ کر بھیج چکے ہیں

تاکہ حرمین الشریفین کی حفاظت ہو سکے اور بعد میں خود امن مشن کی تجاویز لے کر

نکل کھڑے ہوئے۔ مگر سید افتخار الحسن کو یہ سب کچھ پسند نہیں ہے اس لئے

آج سے پندرہ سال پہلے جب اسرائیل کے ظالم پیاہی بیت المقدس پر گولے برسائے تھے اور مسجد اقصیٰ کو آگ لگا رہے تھے اور فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کر رہے تھے تو اس وقت ہماری حکومت کو نہ تو بیت المقدس کی حفاظت کا خیال آیا اور نہ ہی اس وقت کی ہماری حکومت کو اسکی رکھوالی کا خیال گزرا۔ نہ ہی فلسطین کے مسلمانوں کے قتل عام بند کروانے کی کوئی کوشش کی اور ہی پاکستان کے شیر دل فوجی ان مقامات مقدسہ کی حفاظت کیلئے بھیجے گئے۔

وہاں آج بھی بیت المقدس جو انبیاء کرام کا کعبہ ہے اور وہ مسجد اقصیٰ جہاں شبِ معراج کو تمام انبیاء کرام صلی اللہ علیہم الصلوٰۃ کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تھی، گھوڑے باندھے جلتے ہیں اور وہاں آذان دینی تو درکنار ادھر سے گزرنا بھی موت کو آواز دینے کے مترادف ہے۔

جناب نواز شریف امن مشن کا پہلا دور اسی لئے ناکام ہو گیا کہ ہر اسلامی مملکت کے سربراہ نے یہی کہا کہ صدام کو کویت خالی کر دینا چاہیے اور اپنی فوجیں وہاں نکال لینی چاہئیں۔ مگر جناب وزیر اعظم صاحب کسی بھی اسلامی سلطنت کے سربراہ سے اتنا نہ کہلوا سکے کہ

اسرائیل - بیت المقدس - مسجد اقصیٰ اور فلسطین کے مقبوضہ علاقے خالی کر دے اور وہ اپنی فوجیں وہاں سے واپس بلا لے

یہی بات صدر صدام حسین کہہ رہے کہ اسرائیل - بیت المقدس - مسجد اقصیٰ اور مقبوضہ علاقے خالی کر دے تو میں اپنے فوجی کویت سے نکال لوں گا اور جنگ بند کرنے کا اعلان بھی کر دوں گا!

قارئینِ کرام! اب آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث

پاک سنیے اور فیصلہ کیجئے کہ حق پر کون ہے! —  
 مشکوات شریف ص ۵۵ بحوالہ مسلم شریف و بخاری شریف باب اخراج  
 الیہود من جزیرۃ العرب —

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں —  
 نحن فی المسجد نخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم —  
 کہ ہم مسجد نبوی میں بیٹھے تھے کہ اچانک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شریف لائے۔  
 فقال اطلقوا الی الیہود — اور فرمایا کہ  
 میرے ساتھ یہودیوں کے پاس چلو —  
 ہم گئے تو ایک مدرسہ میں بہت سے یہودی جمع تھے انہیں مخاطب کے  
 رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —

یا معشریہ یہود اسلموا تسلموا — کہ  
 اے یہود کے گروہ اسلام لے آؤ تو سلامتی پا جاؤ گے —  
 اعلموا ان الارض للہ ورسولہ  
 اور جان لو کہ یہ زمین عرب کا جزیرہ اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہے  
 اور اپنا اپنا سامان لے جانے کی تم کو اجازت ہے —

۲: — حضرت جابر بنی عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا —

انہی فی عمر ابیت الخطاب — کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی! — کہ

انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — کہ

انہوں نے رسول اکرم علیہ السلام سے سنا — یقول

فالتے ہیں

لا تخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب حتى لا أدعى

فيها الا مسلماً (رواه مسلم)

کہ انشاء اللہ میں یہود و نصاریٰ کو عرب کے جزیرہ سے نکال کر دم لوں گا اور اس مقدس خطہ میں سوائے مسلمانوں کے اور کسی غیر مسلم کو نہیں رہنے دوں گا! عرب کے شہزادوں — اور بحرین — شارجہ — مسقط — ایران — مہر —

اردن اور دوسری اسلامی ریاستوں کے شیوخ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مذکورہ بالا احادیث پر غور کر کے آنکھوں سے بغض و عناد کی پٹی اتار کر اور دوسرے سے نفرت و عداوت کے گرد و غبار کو اپنے دل و دماغ سے بھاڑ کر سمجھنے کی کوشش کرو، اور اس زندہ حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے اسپر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرو اور جو

درس رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اسے سینہ سے لگا کر سوچو کہ ہمارا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو یہود و نصاریٰ کو عرب کے جزیرہ سے نکالنے کا خواہشمند دکھائی دیتا ہے اور سوائے مسلمانوں کو اس مقدس خطہ کو کافروں کے ناپاک قدموں سے پاک رکھنا چاہتا ہے۔ اور تم اسلام کے دشمنوں — دین کے مخالفوں اور حق و صداقت

کے باغیوں یعنی یہودیوں اور نصرا نیوں کو امداد کے لئے دعوت دیکر مل رہے ہو۔ خدا کے لئے ایک ہو جاؤ۔ اور صدام سے ہی نہ کہو کہ کویت خالی کرے

آپ سب شیوخ بل کر اسرائیل پر دباؤ ڈالو کہ وہ بیت المقدس کو خالی کر دے۔ اور امریکہ پر بھی زور دو کہ اسرائیل سے کہے کہ مسجد اقصیٰ سے اپنی فوجیں نکال لے۔

صدام پر ہی زور نہ دو۔ ایسے کہ —

نسب مجھ کو ہی کہتے کہ تو نے اسے کیوں تارکا

کوئی اس سے نہیں کہتا کہ تو بام پہ کیوں آیا

وزیر اعظم پاکستان صاحب — آپ دوبارہ امن لے کر جا رہے ہو اللہ کرے آپ کا یہ امن مشن اور جنگ بندی کی کوشش کا میاب ہو اور اس کا سہرا آپ کے سر پر ہی رہے۔ لیکن اپنے عوام کو یہ بتلا کے جانا کہ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۱ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران سعودی عرب کے کتنے فوجی دستے — کتنے ٹینک اور کتنے جنگی طیارے پاکستان کی مدد کے لئے آئے تھے۔

اور یہ بھی شور مچا تھا کہ امریکہ کا بحری بیڑا ہماری مدد کو آ رہا ہے لیکن افسوس کہ ۱۹۶۵ء سے لے کر آج تک وہ بیڑا ابھی تک واہگہ نہیں پہنچا بلکہ ہمارا بیڑا ضرور غرق ہو گیا کیونکہ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا کر ہم سے الگ کیا جا چکا ہے۔

ہاں البتہ — پاکستان میں کبھی زلزلہ یا سیلاب آئے تو دوسرے ملکوں کی طرح سعودی عرب کی حکومت بھی صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ فڈ میں سے پاکستان کے گداگروں کو بھی کچھ نہ کچھ ان کے دامن میں ڈال دیتی ہے! —

ہڑتالوں اور سفارتی مذاکرات سے نہ کشمیر بنے گا پاکستان اور نہ ہی امریکہ اور عراق کی جنگ بندی ہوگی —

ہاں البتہ — بھارت اور اتحادیوں کے خلاف حکومت کی طرف عام جہاد کا اعلان کیا جائے اور ساری ملت اسلامیہ طاغوتی طاقتوں کے خلاف ٹکرا جانے کا عزم لے کر میدانِ عمل میں نکل آئے اور اس خطرہٴ ارض پر ایک بار پھر صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع کر دے تو ہماری ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ ہر مصیبت ٹل سکتی ہے اور دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کی طرف میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے گی اور جس طرح — الکفر ملتہ واحدہ — کہ کفر ایک جماعت ہے۔ اسی طرح

مسلمان — المسلم ملتہ واحدة — کی زندہ اور علی تفسیر بن کر علامہ اقبال مرحوم کے نظریہ پر عمل پیرا ہو جائیں تو آسمانوں سے جنگِ بد و جنین کی طرح فرشتے آج بھی ہماری مدد کو آسکتے ہیں ————— کہ

• **ص** ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے  
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کا شجر

اور پھر یہ کتنی ستم ظریفی ہے اور دنیا کے عیسائیت کے لئے کتنے شرم کی بات اور ڈوب مرنے کا مقام کہ قرآن حکیم نے جس یہودی قوم کے متعلق فرمایا ہے کہ ————— **و یقتلون النبیین بغیر الحق**

کہ یہودی ایسی ظالم و جابر اور احمق و جاہل قوم ہے کہ جو گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کر دیا کرتی تھی اور آج بھی دنیا کے عیسائیت اس بات پر متفق ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا تھا تو پھر کیا امریکہ جیسی سپر پاور کے لیے یہ سب کچھ باعثِ لعنت نہیں ہے کہ جس قوم نے ان کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلا وجہ — بلا قصور اور ناحق پھانسی کے تختہ پر لٹکایا تھا — اور ان کی معصوم والدہ، پاکیزہ اور صدیقہ ماں حضرت مریم علیہا السلام پر کئی قسم کے فحش الزامات لگائے تھے۔ اس قوم یعنی اسرائیل کی حمایت کر رہی ہے اور ایسی ظالم قوم کو دنیا کی عظیم طاقت بنانے کی کوشش کر رہی ہے! —

امریکہ کے صدر **مشس** صاحب عراق کی شہری آبادی پر وحشیانہ بمباری کرنا اور بے گناہ و نہتے لوگوں پر اندھا دھند فضائی حملے کر کے انہیں موت کی نیند سلا دینا کوئی بہادری نہیں ہے۔ اگر تم میں اور تمہارے فوجیوں میں کوئی عیسائیت کی قدر و قیمت ہے تو پھر عراق کے مسلمانوں پر ایک رات میں دو دو ہزار

حملہ کر کے وہاں کے مقامات مقدسہ پر گولے برسوانے کی بجائے ظالم و جابر اور انسانیت کی باغی قوم اسرائیل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خون کا بدلہ لے کر دنیائے عیسائیت کی لاج رکھ لو اور عیسائی مذہب کی عزت و آبرو کو قائم رکھنے کی خاطر عراق کی طرف سے منہ موڑ کر اسرائیل پر فضائی حملوں۔ راکٹوں اور ٹینکوں سے حملہ کر کے اسرائیل کا دنیا کے نقشہ سے نام و نشان تک مٹا دو۔ اور پھر برطانیہ۔ فرانس اور دوسری عیسائی حکومتوں کو بھی ساتھ ملا کر اسرائیل کو نیست و نابود کر دو۔

ہمارے ہر دل عزیز وزیر اعظم کو بھی برطانیہ۔ فرانس اور امریکہ کے ساتھ مذاکرات میں ان عیسائی حکومتوں کی توجہ اس طرف بھی مبذول کروانی چاہیے تاکہ شاید ان میں مذہبی بغیرت اور عیسائیت کے احترام و وقار کی لگن پیدا ہو جائے اور یہ بھی عراق کے صدر صدام حسین کے نظریہ کو قبول کرتے ہوئے اسرائیل کے خلاف اتحادی بن کر اس وحشی قوم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ یعنی بیت المقدس اور بیت اللحم کو اسرائیل کے خونخوار درندہ صفت اسرائیلیوں سے آزاد کروا کر اپنے صاحب معجزات نبیؑ کو ٹھہریوں کو شفا بخشنے۔ مادرزاد اندھوں کو بینائی عطا کرنے اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنے اور غیب کی خبریں دینے والے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دادِ تحسین حاصل کریں کہ اے عیسایو تم نے اچھا کیا کہ ایک مدت کے بعد مجھے قتل کرنے کی سازش کرنے والوں اور میری ماں مریم پر گندے الزامات لگانے والوں سے انتقام لے لیا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## وَكَلْبٌ اَصْحَابِ كَهْفٍ

پہلے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ آدمی کی جنس کے علاوہ کئی جانور و حیوانات اپنی نسبت کے لحاظ سے جنت میں جائیں گے جیسے کہ ابرہہ کا سفید ہاتھی جس نے حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کو دیکھ سلام کہا تھا اور خانہ کعبہ کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہو گیا تھا اور ان تین نسبتوں کے باعث وہ ہاتھی جنت میں جائے گا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ کے تحقیقی نظریہ کے پیش نظر اب قرآن و حدیث ہی کی روشنی میں اور مستند تفاسیر کے مطابق یہ ثابت کیا جائے گا کہ اصحاب کہف کا کتا بھی اچھی نسبت کے لحاظ جنت میں جائے گا۔

قرآن پاک میں اس قصہ کو یوں بیان کیا ہے :  
 اَمْ حَسِبْتَ اَنْ اَصْحَابِ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا  
 مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا

کہ غار اور جنگل کے کنارے والے اصحاب ہماری عجیب و غریب نشانیوں

میں سے ہیں !

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۷۶ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :-

كانوا سبعة - - - - - کہ وہ سات اصحاب تھے جن

کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں - - - - -

یملینا - مکسمینا - کشفوطط - یوانس - یونس -

تیونس - والسایح الراجی - اور ساتویں کا نام راعی تھا -

اصل اور پورا قصہ یوں ہے کہ ساتوں اصحاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

کے ماننے والے صاحب ایمان حضرات تھے - - - - -

اس زمانہ میں وقیانوس بادشاہ حکمران تھا جو خود بھی بت پرست تھا اور

لوگوں کو بھی جبراً بت پرستی پر مجبور کرتا تھا - لیکن یہ ساتوں اصحاب چونکہ اولیاء اللہ

تھے اس لیے بادشاہ کے ظلم و ستم سے نجات پانے - بت پرستی سے بچنے

اور اپنے ایمان کی دولت کی حفاظت کی خاطر - - - - -

وَهُنَّ بَوَالِيَّامِنَ مُلْكِهِمْ وَمَعَهُ كَلْبٌ -

وہ ایک رات اپنے ملک سے اور اپنے شہر سے نکل پڑے - راعی کے

پاس ایک وفادار کتا تھا ، وہ بھی ان کے ساتھ ہولیا ! - اور وہ سات چونکہ

اللہ کریم کے اولیاء اللہ تھے اسی لئے انہیں عجیب نشانیاں فرمایا گیا ہے -

سید افتخار الحسن زبیدی کہتا ہے کہ اگر خداوند کریم مکہ مکرمہ کی دو پہاڑیوں

صفا اور مروہ کو شعار اللہ یعنی اللہ کی نشانیاں فرما سکتا ہے تو یہ سات اصحاب

تو آدمی تھے اور اولیاء اللہ بھی تھے اگر انہیں ان کی دلایت اور فقر و درویشی

کا لحاظ رکھتے ہوئے عجیب نشانیاں فرما دیا تو اسمیں حیران ہونے اور سچ و تاب



ولیوں سے محبت کرنا تھا اور دوسری اولیاء اللہ کا پہرہ دار تھا! —  
اور پھر قرآن مجید نے اس کئے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے —

وَكَلْبُكُمْ بِأَسِطِ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ط

کہ وہ اولیاء اللہ جب وقتیا نوس بادشاہ کے ظلم و ستم سے بچنے اور بت پرستی کی لعنت سے دور رہنے اور اپنے دین و ایمان کی دولت کی حفاظت کی خاطر شہر سے رات کو نکل کر بہاڑ کی ایک اندھیری غار میں جا کر چھپ گئے تو ان کا وفادار گنا اپنے بچے کھلا کر غار کے منہ پر بیٹھ گیا اور ان اولیاء اللہ کا پہرہ و تیار ہا۔ اور تین سو نو سال تک بیٹھا رہا۔ قرآن پاک کے اس نورانی قصہ میں جہاں اولیاء اللہ کی شان بیان کی گئی ہے وہاں ان کے وفادار کئے اور بے زبان پہرے دار کی بھی بڑی تعریف کی گئی ہے! —

کیوں — ایلئے کہ ابولہب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا ہونے کے باوجود ان کا بے ادب اور گستاخ تھا اور وہ کتا اولیاء کرام کا وفادار اور پہرے دار تھا اور ان سے محبت کرنے والا تھا۔ —

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ ایک شخص اور ناپاک کتا اگر اولیاء اللہ سے محبت کر کے جنتی بن سکتا ہے تو ایک انسان کیوں نہیں —؟  
وَاسْمٌ قَطْمِيرٌ — اسی کئے کا نام قطمیر تھا! —

آج بھی بڑے بڑے لوگ اپنی کوٹھیوں اور سبکوں کی چوکیداری کیلئے آدمیوں کے ساتھ ساتھ کئے کو بھی رکھتے ہیں۔ —

ایلئے کہ کئے میں وفاء و خدمت گزاری کا جذبہ ہونے کے ساتھ ساتھ

دشمن اور دوست کی پہچان کا خاص وصف بھی بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔ —

اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے کہ :-  
 ” میں نے ایک کتے کو دیکھا جو اپنے مرے ہوئے مالک کی لاش  
 پر بیٹھا رو رہا ہے تو میں نے کتے سے کہا: ” —  
 کیوں لاش پہ آتا کی روتا ہے  
 ہوٹل کی طرف جا کہ غذا بھی ہے کوئی چیز  
 تو کتے نے میری طرف نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور جواب دیا۔  
 ” — جو تو نے کہا مجھے تسلیم ہے اے دوست  
 لیکن میرے نزدیک وفا بھی ہے کوئی چیز  
 مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ” امداد المشتاق “ ص ۱۰۲ میں لکھا ہے  
 کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن جامع مسجد میں رونق افروز تھے اور  
 اردگرد مریدوں اور عقیدت مندوں کا ہجوم تھا کہ ایک کتا مسجد کے دروازہ کے  
 سامنے سے گذرا تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فقر و درویشی کی نگاہ اور  
 ولایت و ہدایت کی نظر اس کتے پر ڈالی تو اس کتے کو بستی کے کتوں کا پیر بنا دیا۔  
 اور پھر ساری بستی کے سارے کتے اس کتے کے ساتھ چلنے لگے اور جہاں وہ کتا بیٹھا  
 تھا تمام کتے حلقہ باندھ کر بڑے ہی ادب و احترام سے اس کے اردگرد بیٹھ جاتے  
 تھے۔ اس لیے کہ بستی کے سارے کتے جان گئے تھے کہ یہ کتا ہمارا پیر ہے۔  
 سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ کتے تو اپنے پیر  
 کو پہچانتے ہیں لیکن آج کل کے بد عقیدہ مولوی پیران پیر کو نہیں پہچانتے اور ان اولیاء  
 اللہ کو غار کار راستہ خدا تعالیٰ نے خود بتایا تھا اور اللہ کریم نے پیران کی اس انداز  
 سے حفاظت کی کہ سورج کے طلوع و غروب کے وقت ان کے دائیں اور بائیں

جانب سے گزر جاتا ہے تاکہ وہ گرمی اور سردی سے محفوظ رہیں —  
وَنَقَلِبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ ذَاتَ الشِّمَالِ -

اور جب وہ ایک طرف لٹے لٹے تھک جاتے تو خداوند کریم خود ان کی کروٹیں

بدلتا رہتا —

ایلیٰ حضرت جناب شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں استاذی المکرم حضرت  
سید محمد نعیم الدین صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کنز الایمان میں لکھا ہے۔

کہ اصحاب کہف کے اسمائے گرامی کا تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھا جائے تو مندرجہ  
ذیل فوائد حاصل ہوں گے —

- ① — سفر میں مال و جان کی حفاظت —
- ② — قیدیوں کی رہائی —
- ③ — کہیں آگ لگی ہو تو کپڑے پر لکھ کر آگ میں ڈالیں تو آگ بجھ جائے گی۔
- ④ — دریا میں کشتی غرق نہیں ہوگی۔
- ⑤ — بھاگا ہوا شخص واپس آجائے گا۔
- ⑥ — مکان میں رکھا جائے تو اس میں چوری نہیں ہوگی۔

حضرات محترم — دیکھو اور دل و دماغ سے بد عقیدگی کے گرد و غبار کو جھاڑ  
کر غور کرو اور آنکھوں سے اولیاء اللہ کے خلاف نفرت و عداوت کی پٹی اتار کر سوچو  
کہ — اولیائے کرام کے اسمائے گرامی میں کتنے فیوض و برکات چھپے ہوئے

ہیں اور کس کس مشکل میں اور مصیبت میں کام آتے ہیں —

اور انہی اولیائے کرام کی برکت اور شان و ولایت کے پیش نظر امام الانبیاء  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۹۔ قرآن پاک کے فضائل

میں سورہ الکہف کے متعلق فرمایا: —

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ النُّورُ

مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ ————— کہ

جو بھی سورہ کہف کو جمعہ کے دن پڑھے گا اگلے جمعہ تک اس کے لئے نور ہی نور ہوگا جس کی نورانی چادر تہی رہتی ہے۔

اللہ کی رحمت کی چادر — خدا کی بخشش کی چادر

نور ایمان کی چادر — دین و اسلام کی چادر

حق پرستی — حق گوئی اور حق بینی کی چادر —

تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۷۷ عمدۃ التحقیق ص ۱۸۶ — حضرت

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ ابراہیم البعیدی المالکی رحمۃ اللہ

علیہ لکھتے ہیں کہ: —

قرب قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر

تشریف لائیں گے — تو —

فَيَكُونُ حَوَارِيَهُ أَصْحَابَ الْكَهْفِ ————— تو —

یہی اصحاب کہف یعنی اولیائے کرام ان کے حواری ہوں گے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ ان دونوں مستند روایات

سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب کہف یعنی وہ اولیائے کرام قیامت تک زندہ رہیں گے!

اور ————— إِنَّ الْمُهْدِي إِذَا خَرَجَ كَيْشْتَصِيبُ —

اصحاب الکہف ————— کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام جب ظاہر

ہوں گے تو اصحاب کہف بھی ان کے ساتھ ہوں گے —————

اب میں مزالی قادیانی جھوٹے۔ کذاب اور مرتدانان سے پوچھتا ہوں  
کہ تو کہتا ہے کہ میں مہدی اور عیسیٰ ہوں۔ تو پھر بتا کہ تیرے حواری اور  
مصاحب کون ہیں؟ —

عمدۃ التحقیق — ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سَأَلَ رَبِّهِ أَنْ يَبْلُغَهُ أَصْحَابَ الْكَرْبِ —

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں سوال کیا کہ مجھے  
اصحابِ کربت دکھلائے جائیں

تو جواب آیا۔

انك لَنْ تَرَاهُمْ فِي دَارِ الدُّنْيَا —

کہ آپ اس دنیا میں انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

ہاں البتہ۔۔۔ جس غار میں وہ آرام فرما رہے تھے، اپنے چار اصحابہ کرام

کو وہاں بھیج کر ان کی اطلاع پالو۔۔۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق۔

حضرت عمر فاروق۔ حضرت علی اور حضرت ابوذر غفاری رضوان اللہ علیہم اجمعین

کو اس سلسلے میں تیار کیا گیا۔۔۔ اور

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عرض کی یا اللہ پاک میرے اصحابہ کرام

کو تو اس پہاڑ کی غارتگ جمانے کا راستہ نہیں معلوم

تو جواب آیا۔

فَأَمْرٌ رِيحٍ مُسَلِّمَاتٍ — کہ حضرت سلیمان کی ہوا کو

حکم دیں کہ وہ انہیں غارتگ پہنچا دے۔

ادھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا کو حکم فرمایا۔ تو ادھر اللہ تعالیٰ

نے ہوا سے فرمایا۔

أَنْ تُطِيعَكَ — کہ میرے محبوب علیہ السلام کی اطاعت کر اور  
محبوب کے اصحاب کرام کو غارت تک پہنچا دے۔

تو ہوانے اپنی دوش پر انہیں اٹھایا اور

فَانْطَلَقَتْ اِلَى بَابِ الْكَهْفِ —

غار کے دروازہ تک پہنچا دیا۔

فَلَمَّا دَنَوْا مِنْ الْبَابِ قَلَعُوا مِنْهُ حِجْرًا —

جب اصحاب کرام غار کے دروازہ پر پہنچے تو انہوں نے غار کے منہ کے  
آگے سے اس پتھر کو ہٹایا جو دقیانوس ظالم و جابر بادشاہ نے غار کے منہ پر  
رکھوا دیا ہوا تھا کہ یہیں بھوکے پیاسے اور سانس گھٹنے سے مرجائیں گے مگر  
وہ ظالم نہیں جانتا تھا کہ اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی غم اور نہ یہ کھانے  
پینے کے محتاج ہیں اور نہ ہی دم گھٹنے کے وہ مرنے کی فکر سے بھی آزاد ہیں۔  
کیونکہ ان کا نگہبان اللہ خود ہوتا ہے اور ان کی حفاظت بھی خود کرتا ہے۔  
امداد المشاق ص ۱۱۳ — مولینا اشرف علی تھانوی۔

”فقر مرتا نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہوتا ہے۔“

فَقَامَ الْكَلْبُ يَتَّبِعُ عَلَيْهِمُ — صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کو دیکھ کر کتا کھڑا ہو گیا اور بھونکنے لگا۔

ایک چوکیدار یا کسی پہرہ دار کو یہ پورا حق حاصل ہے کہ رات کو کسی مشکوک

اور اجنبی آدمی کو دیکھ کر شور مچائے اور اس آدمی سے پوچھے کہ وہ کون ہے؟

کہاں سے آیا ہے اور کس کے پاس جانا ہے اور رات کو ادھر ادھر کیوں پھر

رہا ہے! اگر کوئی چوکیدار کو معقول جواب دے دے تو بہتر درجہ پر لیس کے

حوالے۔

یہ اصحاب کرامؓ اس پرے دارِ کُتے کے لئے اجنبی تھے اس لئے وہ بھڑکا اور جب کُتے کو پتہ چلا کہ یہ تو آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور صحابہ کرام ہیں تو اس نے گردن جھکا دی اور دم ہلا ہلا کر عقیدت کا اظہار کرنے لگا۔ اور پھر کُتے نے اشارہ کیا کہ غار کے اندر چلے جاؤ تو پھر اصحابِ رسولؐ غار کے اندر چلے گئے۔

فَقَالُوا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ — انہیں سلام کہی —!

فَقَامُوا — اصحابِ کُتے بھی تعظیم کی اور کھڑے ہو گئے۔

وَقَالُوا وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَعَلَى مُحَمَّدٍ —

اور کہا تم پر اور حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا بھی سلام ہو۔

ثُمَّ جَلَسُوا وَيَتَدَثُّونَ — پھر بیٹھ گئے اور آپس میں باتیں

کرنے لگے۔

فَأَمَّنُوا بِمُحَمَّدٍ وَقَبِلُوا دِينَهُمْ —

پھر وہ اصحابِ کُتے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے اولیاء

کرام، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور آپ کے دین کو

قبول کر لیا۔

ثُمَّ قَالُوا ابْلَغُوا مِنَّا السَّلَامَ عَلَى مُحَمَّدٍ —

پھر کہنے لگے کہ ہمارا سلام بھی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تک پہنچا دینا۔

اب آخر میں اولیاء کرام کے وفادار اور سپرہ دار کُتے کو جو اللہ تعالیٰ

کی طرف سے اچھی نسبت کے باعث جو انعامِ بلا وہ یہ ہے۔ کہ وہ کُتے

جس کا نام قرآن پاک میں قطیر ہے — فَاِذَا صَارَ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ  
فَمَنَعَهُ رِضْوَانُ الْجَنَّةِ

اور جب وہ کتا جنت کے دروازہ تک ان اولیائے کرام کے ساتھ پہنچے گا  
تو جنت کا دربان اسے روک لے گا —

فَيَخْرُجُ النَّادِ دَعَا يَدْخُلُ مَعَهَا وَيَجْعَلُ اللهُ لَهَا  
رِضْوَانًا فِي الْجَنَّةِ

تو ہاتھ غیبی سے یعنی اللہ کریم کی طرف سے آواز آئیگی کہ اس کتے کو اصحاب  
کہتے یعنی اولیائے کرام کے ساتھ جنت میں جانے دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے  
کتے کے لئے جنت میں ایک خوبصورت اور ہمیشہ مہکنے والا ایک باغ تیار کر رکھا۔  
عرض کی گئی یا اللہ — کتا — نہ نمازی — نہ حاجی — نہ کوئی نیکی  
نہ کوئی اچھا عمل — نجس اور ناپاک پھر اس کے لئے جنت میں باغ ؟  
جواب آیا — ہاں — ایسے کہ اسے نہ دیکھے، اس کے  
نسبت دیکھے !

اس مسلمہ حقیقت کے پیش نظر صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کا پس

کہتا ہے کہ :-

نسبت اچھی ہو تو جنت کا ملنا مشکل نہیں ہے !

دنیا کے تمام مشروبات مشرقی ہوں یا مغربی یعنی کوکا کولا سے لیکر بیسی کولا

سیون اپ — جام شیرین — روح افزاء اور حافظ شفا خانہ کا شربت مفرح، ان

کے لئے حکم یہ ہے کہ بیٹھ کر پیئے جائیں یہاں تک کہ عام پانی بھی —

لیکن اب زہر م کے لئے حکم یہ ہے کہ اسے کھڑا ہو کر اور قبلہ کی

طرف منہ کر کے پینا چاہیے حالانکہ سب مشروبات ایک ہی جیسے ہوتے ہیں لیکن  
 آب زمزم کے لیے یہ انوکھا اور زوالہ حکم کیوں ہے؟ اس لیے کہ اس کی نسبت  
 حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں مبارک سے ہے کہ جب بچپن میں اسماعیلؑ  
 اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ماجدہ کو مکہ مکرمہ کے صحرا بے آب و گیاہ ریگستان  
 اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے دامن میں ابراہیم علیہ السلام اکیلے تھوڑے چلے  
 گئے تھے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شدت پیاس میں تڑپتے ہوئے اپنی اڑیاں  
 پتھر پر رگڑیں تو نیچے سے آب زمزم کا چشمہ نکل آیا تھا۔

بس اسی نسبت کے لحاظ سے آب زمزم کو کھڑے ہو کر اور قبلہ کی طرف منہ

کر کے پینے کا حکم ہے۔

سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ :-

نسبت اچھی ہو تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے !



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## وَدَّيْبُ يَعْقُوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یعنی — حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھیڑیا بھی اچھی نسبت کے باعث جنت میں جائے گا — اور اس بھیڑیے کا ذکر بھی قرآن مجید میں ایمان افروز اور دلکش انداز میں موجود ہے — جس کی تفصیل اور تفسیر کچھ اس طرح

ہے —

حضرت یوسف علیہ السلام کو سنہری خواب میں چاند — سورج اور ستاروں نے سجدہ کیا جب ان کا پتہ اس کے بھائیوں کو لگا تو وہ نفرت و عداوت کی آگ میں جل اٹھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف حسد و بغض کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا — اور حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا کر منت و سماجت کر کے اور کئی طرح کے جیلوں بہانوں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی حفاظت کا یقین دلا کر سیر کرانے کے بہانے کندھوں پر اٹھا کر جیل میں لے گئے پھر ظلم و ستم پر اتر آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو مارنا پٹینا شروع کر دیا — مگر یہودا کے سمجھانے پر حضرت یوسف علیہ السلام کو اندھیرے کنوئیں میں پھینک کر

ایک بکری ذبح کر کے اس کے خون میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض مبارک ڈبو کر اور رنگین کر کے عشاء کے وقت روتے پیتے باپ کے پاس آگے۔ میری مشہور زیارتہ کتاب "ماہ کنعان" میں پوری تفسیر کے ساتھ یہ ذکر موجود ہے یہاں مختصر طور پر یہ بتانا مقصود ہے کہ جنگل کا ایک خوشخوار درندہ کونسی اچھی نسبت کے باعث جنتی بن گیا۔

بیٹے قریب آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب اپنا محبوب بیٹا نورِ نظر بیٹا نختِ جگر۔ دلِ قرار اور ضعیفی کا سہارا بیٹا یوسف علیہ السلام نظر نہ آیا تو پوچھا۔

ایسے یوسف — کہ میرا بیٹا یوسف کہاں ہے ؟

مولوی غلام رسول مرحوم اپنے الفاظ میں یوں لکھتے ہیں کہ —  
 یوسفؑ کتھے دسرے نائیں میرا نورِ خزانہ  
 وچہ تسکاں او شمع نہ دسری دل جس وا پروانہ  
 تو۔ بیٹوں نے اپنے والد کے کئی سوالوں کا ایک ہی جواب دیا۔  
 فَآكَلَهُ الذِّئْبُ

کہ۔ اسے بھڑیا کھا گیا ہے۔ (القرآن)  
 بیٹوں نے کہا کہ ہمارے پاس یوسفؑ کی قمیض خون میں ڈوکی ہوئی  
 ہمارے پاس موجود ہے !

فَقَالَ آيِنَّ الْقَبِيْضُ

فرمایا۔ وہ قمیض کہاں ہے۔ ؟

بیٹوں نے وہ پیش کر دی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہ خون آلود قمیض پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھی اور رو دیئے یہاں تک کہ ان کا چہرہ مبارک قمیض پر لگے خون سے رنگین ہو گیا۔ اور وہ بول اٹھے —

کہ اللہ کی قسم ہے میں نے آج سے پہلے کوئی ایسا رحیم بھیڑیا نہیں دیکھا کہ جس نے میرے بیٹے یوسف کو کھایا مگر قمیض نہیں بھاڑی —

ان درو بھرے الفاظ کو جناب دائم اقبال صاحب مرحوم نے اس طرح

بیان کیا ہے — کہ

ہتھ پکڑ قمیض رنگ دار خونی بنی سیخ دا قول پیکار دا اے  
خون اپنا خون پچھان لیسندا ایہہ خون میں یوسف دا دلدار دا اے  
اوہ گرگ دی کیڈا رحیم میسی جسام نال پیارا تار دا اے  
کھا گیا یوسف سر پیر تا نہیں اے پر کڑتے نون دند نہ مار دا اے  
چیرے بدن نون لوکے بسچا کڑتے ایہہ کلم نہیں گرگ خوشخوار دا اے  
مینوں مگر سازی نظر آوندی اے تے فریب کے فریب کار دا اے  
قالوا یا ابا نانا انا ناتی بذک الذئب

بیٹوں نے جواب دیا — ابا جان ہم اس بھیڑیے کو پکڑ کر لے آتے

ہیں

قال نعم — فرمایا۔ ہاں! وہ بھیڑیا پکڑ کر ضرور لاؤ — اور بیٹے

جنگل سے ایک بوڑھا سا بھیڑیا پکڑ لائے — اور اس کے دانت توڑ ڈالے تاکہ باپ کو یقین ہو جائے کہ اس بھیڑیے نے ضرور میرے یوسف کو

کھایا ہوگا — !

حضرت یعقوب علیہ السلام اور بھڑیے کی گفتگو۔ تفسیر کنز الایمان۔  
 نزہت المجالس جلد ۱ ص ۱۵۱۔ علامہ عبدالرحمن صفوری۔ احسن القصص ص ۲۹  
 امام غزالی۔ تفسیر منہجی جلد ۵ ص ۱۳۲۔

بیٹوں نے جب زنجیروں سے باندھ کر بھڑیے کو باپ کے سامنے پیش کیا تو  
 تو باپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الذِّئْبُ بِسْمَا مَا فَعَلْتَ حَيْثُ أَكَلْتَ وَجَعًا كَالْبَدَنِ  
 الْمُنِيرِ — کہ

اے بھڑیے تو نے میرے چودھویں رات جیسے چہرہ والے یوسفؑ کو  
 کھا بہت برا کیا۔

مَا رَحِمْتَ عَلَيَّ ذَلِكَ الصَّغِيرِ -

تجھے اس معصوم بچے پر رحم نہ آیا؟

وَمَا أَشْفَقْتَ عَلَيَّ الشَّيْخِ الْكَبِيرِ -

اور تجھے میرے بڑھاپے کا بھی خیال نہ آیا؟

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بھڑیے  
 کو قوتِ گویائی عطا ہو گئی!

قَالَ أَكَلْتَ أَنْتَ يُوسُفَ -

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھڑیے سے کہا۔ کیا تو نے میرے

بیٹے یوسف کو کھایا ہے؟

قَالَ لَا -

بھڑیے نے جواب دیا۔ نہیں، یعنی میں نے نہیں کھایا!

قال فاخبرني اولادى —

فرمایا میری اولاد نے مجھے خبر دی ہے !

قال — لا۔ بھڑیے نے پھر زبان کھولی اور جواب دیا۔ نہیں

آپ کی اولاد جھوٹ بولتی ہے۔ !

قال — ولیم قال —

فرمایا تیسرے نے کھانے کی دلیل ؟

بھڑیے نے جواب دیا کہ بھڑیے کا کلام کرنا کرامت ہے — اور

کسی دزدے کا کسی انسان کے بچے کے بدن کو کھانا ظلم اور گناہ ہے اور ظالم

اور گنہگار سے کرامت ظاہر نہیں ہوتی —

اور اگر میں نے یوسف کھایا ہوتا تو میں کلام نہ کرتا اور مجھ سے یہ کرامت

ظاہر نہ ہوتی ! —

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ لِحُومِ الْأَنْبِيَاءِ حَرَامٌ عَلَيْنَا.

اور بھڑیے نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو سلام کہی اور پھر حتمی جواب دیا

کہ ہم پر انبیاء کے بدن مبارک کو کھانا حرام ہے !

حضرت یعقوب علیہ السلام نے پھر پوچھا !

مِنْ رَيْنِ أَنْتَ !

کہ تو کہاں سے آیا ہے — یا تو کہاں رہتا ہے ؟

بھڑیے نے جواب دیا کہ میں مصر سے آ رہا ہوں اور سرزمینِ شام جا

رہا ہوں ! —

اطْلُبْ أَخَانِي بِأَرْضِ الشَّامِ — اپنے بھائی کی تلاش میں — !

اور مجھے کترہ دن ہو گئے ہیں بھائی کی رہائی کے لئے سفر کر رہا ہوں اور اتنے دنوں سے میں نے کچھ نہیں کھایا۔ ! —

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھڑیئے سے پھر پوچھا؟ —

اے بھڑیئے تجھ کو میرے بیٹے یوسفؑ کی خبر ہے؟ —

جواب دیا — ہاں !

قَالَ أَخْبِرْنِي بِهِ — کہ مجھے اس کی خبر دے دے۔

قَالَ — التَّامُّ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ —

جواب دیا کہ چنانچہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ !

اور مجھے بھڑیلوں نے خبر دی ہے کہ وہاں کے بادشاہ نے میرے بھائی کو

پکڑ لیا ہے اور کل اسے ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ !

قَالَ — اَنَا أَشْفَعُ فِي أَخِيكَ عِنْدَ الْمَلِكِ —

فرمایا کہ میں تیرے بھائی کی رہائی کے لئے وہاں کے بادشاہ سے سفارش

کروں گا۔ ! —

قَالَ — اَنَا أَسْأَلُ رَبِّكَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ يَوْسُفَ —

بھڑیئے نے عرض کی کہ میں بھی رب سے سوال کروں گا کہ آپ کا اور آپ کے

بیٹے یوسفؑ کا ملاپ ہو جائے۔ !

اور اللہ تعالیٰ کی قسم — مَا رَأَيْتُ وَسْجُودَ ابْنِكَ قَطُّ —

میں نے آج تک آپ کے بیٹے کی صورت پاک نہیں دیکھی۔

قَارِئِينَ كَلَامِ ! — صاحبزادہ سید افتخار الحسن زبیدی کہتا ہے کہ —

بھڑیئے نے تین جواب دیئے اور تینوں ہی حقائق پر مبنی ہیں۔ —

پہلے — مَحْوَرُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْنَا حَرَامٌ —

کہ ہم پر انبیاء کرام علیہم السلام کا بدن مبارک کھانا حرام ہے!

مولوی غلام رسول مرحوم نے پنجابی کا رنگ دے کر اسے اور بھی رنگین بنا دیا ہے کہ

ع- آتش، آب، درندیاں ہر شے مٹھوں حکم ربانا  
پیغمبراں دا بدن مبارک روانیں اساں کھانا

حضرات گرامی — غور کرو تو مولوی غلام رسول نے بھڑیے کی خوب ترجمانی

کی ہے کیونکہ اگر آگ پر کسی نبی کے بدن مبارک کو جلانا جائز و حلال ہوتا تو حضرت ابراہیم  
علیہ السلام پر غرود کی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے خوبصورت اور گل داؤدی کے  
پھولوں کی گلزار نہ بن جاتے! — اور اگر پانی پر کسی نبی کے بدن مبارک کو ڈوبنا

حلال ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بچپن میں ہی دریائے نیل کی طوفانی لہروں  
نے نکل کر فرعون کے شاہی محللات میں نہ پہنچ جاتے!

اور اگر جنگل کے درندوں پر کسی نبی کے بدن مبارک کو کھانا درست اور

جائز ہوتا تو حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے تخت و تاج کے وارث نہ بنتے!  
اور آتش — آب اور درندے تو رہے ایک طرف انبیاء کرام تو جس مٹی میں

دفن ہوں وہ مٹی انہیں نہیں کھاتی جیسا کہ سید المرسلین علیہ السلام نے فرمایا: —

مشکوت شریف ص — اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَاحْتَرَمَ عَلٰى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلُ

اَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَبِنَى اللّٰهُ حَىٰ فَيَرْزُقُ —

کہ اللہ کریم نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم مبارک کو کھائے

ہر نبی اپنی اپنی قبر شریف میں زندہ ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے!

دوسرا: — میں اپنے بھائی کی رہائی کے لیے مصر سے شام جا رہا ہوں۔

قارئینِ کرام! — جنگل کے ایک خوشخوار بھیڑیے کے یہ کہنے میں اور ان الفاظ میں کتنا درد اور کتنا سوز ہے کہ میں اپنے بھائی کی رہائی کے لئے، مسرے سے شام جا رہا ہوں اور ان سترہ دنوں کے سفر کے دوران کچھ بھی نہیں کھایا ہے۔

دیکھو — کہ ایک درندہ بھیڑیا اپنی نسل کے دوسرے بھیڑیے کو بھائی کہہ رہا ہے لیکن یہ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ جنگل کے درندے تو آپس میں بھائی بھائی ہیں مگر جنہیں قرآن و حدیث نے بھائی بھائی کہا ہے۔ یعنی

اِنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ — یہ ایک دوسرے کے دشمن اور جنگل کے درندے یعنی خوشخوار بھیڑیے بن چکے ہیں — ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی پر گولیاں برس رہا ہے کسی کے سینے میں تھخیر پیوست کیا جا رہا ہے۔ کسی کے مکان کو آگ لگائی جا رہی ہے اور کسی مسلمان کے معصوم بچوں کو زندہ جلایا جا رہا ہے۔

کیا سعودی عرب کی حکومت اور عراق کی حکومت آپس میں مسلمان نہیں ہیں اور کیا شاہ فہد اور صدر صدام حسین اسلام کے رشتہ میں منسلک نہیں ہیں اور ایک دوسرے کتنے مسلمان نہیں ہیں؟ —

ہیں — اور ہیں — لیکن دونوں کے دل پتھر ہو چکے ہیں۔ اور سینے سیاہ ہو چکے ہیں۔ — محبت و الفت کی چادر تار تار ہو چکی ہے اور نفرت و عداوت کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔

ایک دوسرے کا خون خرابہ — قتل و غارت — فضائی حملے اور ٹینکوں سے گولے برسائے جا رہے ہیں — فرق صرف اتنا ہے کہ صدر صدام کو اللہ رسول پر بھروسہ ہے اور مشاہد احمد کو امریکہ، برطانیہ

فرانس اور اسرائیل کا سہارا ہے۔

صدر صدام حسین نے اپنی مدد کے لئے خُدا و رسول کو پکارا ہے اور  
فہد نے امریکہ کو آواز دی اور اب اس کے نتیجہ میں دو اسلامی عرب ممالک تباہی  
اور بربادی کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔

اللہ کرے ہمارے وزیر اعظم کا امن مشن کامیاب ہو جائے تاکہ دونوں  
مسلمان ریاستیں جنگ بندی کر کے امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔  
اسرائیل، بیت المقدس اور فلسطین کے مقبوضہ علاقے خالی کر دے اور امریکہ اپنی  
فوجیں واپس لیجائے اور شاہ فہد اور صدر صدام حسین اور دوسری مسلمان  
ریاستیں یعنی شارجہ۔ کویت۔ بحرین۔ مسقط۔ ابو ظہبی۔ لبیا۔ مصر  
شام اور اردن کے حکمران اکٹھے بیٹھ کر ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھ کر اور اسلام  
کے رشتہ میں منسلک جان کر کوئی فیصلہ کر لیں کہ جھگڑا کس بات کا ہے اور اس  
تصادم کا حل کیا ہے۔

حضرات گرامی۔ صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ چونکہ جنگل  
کے اس بھیڑیے نے حق اور سچ بیان کرنے کے ساتھ یوسف علیہ السلام کے  
بھائیوں کا مکرو فریب اور ان کے بھوٹے خون کی نشاندھی کرنے کے ساتھ حضرت  
یعقوب علیہ السلام کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ آپ کا فرزند یوسف زندہ ہے اور بھیڑیے نے حضرت  
یعقوب کو سلام کرتے ہوئے کہا تھا السلام علیک یا بنی اللہ تو مذکورہ بالا کسی نسبتوں  
کے باعث اس بھیڑیے کو جنت کا مستحق بنا دیا گیا۔

امام غزالی۔ علامہ صفوری اور افتخار الحسن سچ کہتے ہیں کہ

نسبت اچھی ہو تو جنت کا ملنا کوئی مشکل نہیں !

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## وَحُوْتُ یُونُسَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

جناب امام غزالیؒ اور علامہ صفوریؒ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اور ان دونوں متبحر علمائے کرام کی تحقیق کے مطابق حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی بھی اچھی نسبت کے سبب جنت میں جائے گی اور یاد رہے کہ اس مچھلی کا ذکر بھی اللہ کریم نے کئی بار کیا ہے اور قرآن مجید اور فرقان حمید میں فرمایا ہے !

مثلاً — پارہ ۲۳ — سورۃ الصافات — آیت ۱۳۹ — ۱۴۰ اور آگے  
وَ اِنَّ یُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ — اِذَا بَقِيَ اِلَى الْفَلَکِ الْمَشْحُوْنِ —  
فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ —

ترجمہ اعلیٰ حضرت — بیشک یونس پیغمبروں میں سے ہیں — جبکہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا — تو عسر و الاثر ڈھکیلے ہوؤں میں سے ہوا! —  
فَاَلْتَقَتْهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ

پھر اے مچھلی نے نکل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا!

تفسیر کبیر — جلد ۵ ص ۲ — تفسیر روح البیان جلد ۳ ص ۲۱۹ —

ترجمہ اعلیٰ حضرت ص ۳۱۶ — تفسیر خزائن العرفان — صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ

موصل شہر کے قریب ایک بستی کا نام تھا نینوا۔ لوگوں کی آبادی ایک لاکھ کے کچھ زیادہ ہوگی

وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ !

وہ لوگ بتوں کی پرستش کرنے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی گمراہی و ضلالت میں بری طرح گھمٹے ہوئے تھے، کفر و شرک کے اندھیروں میں گم تھے۔ اور جب ان لوگوں کی بت پرستی حد سے بڑھ گئی اور ان کی عیاشیوں اور فحاشیوں کی انتہا ہو گئی اور ان کے کفر و شرک کے اندھیروں اور زیادہ گہرے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید اور اسلام کی روشنی کی طرف لانے اور ان کی بت پرستی کے جال کو توڑنے اور ایک خدا تعالیٰ کی عبادت کا درس دینے اور انہیں عیاشی و فحاشی اور ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں سے نکال کر نیکی و شرافت اور رشد و ہدایت کے نور کی طرف لانے کے لئے بھیجا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے ان لوگوں کو دن رات توحید و اسلام کی دعوت دی۔

دَعَاهُمْ إِلَى التَّوْحِيدِ أَرْبَعِينَ سَنَةً

اور انہیں چالیس سال تک توحید و اسلام کی دعوت انکی و شرافت، کس اور حق و شرافت کا پیغام دیتے رہے۔ اور کفر و شرک کی دیواروں کو پاش پاش کرتے۔ ایمان کی چار دیواری میں پناہ گزیں ہو جانے پر زور دیتے رہے۔ مگر ان لوگوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی کسی بھی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور آپکی تکذیب ہی کرتے رہے اور آپ کی تبلیغ کو روڑ کرتے رہے۔

آخر کار حضرت یونس علیہ السلام نے تنگ آکر انہیں اللہ کے دروزناک عذاب کی علامات بھی بتا دیں۔ کہ

پہلے سیاہ بادل چھا جائیں گے اور پھر کالا دھواں بھا جائے گا۔ اور پھر تم دروزناک عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

ان بت پرستوں اور دن رات عیاشی و فحاشی کی لعنت میں گرفتار لوگوں میں سے چند ایک نے کہا کہ یونس کی کوئی بات غلط نہیں ہوتی۔ یہ بھی بات ضرور سچ ثابت ہوگی۔ صبح دیکھیں گے۔ انہوں نے کہا، اگر وہ شہر میں موجود ہوئے تو عذاب نہیں آئے گا اور اگر حضرت یونس شہر سے نکل گئے تو عذاب ضرور آئے گا۔

جب صبح ہوئی تو انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو غائب پایا۔ پھر انہیں خوب اچھی طرح انہیں تلاش کیا مگر وہ نہ ملے۔

بات یہ ہوئی کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی گمراہ قوم کو خدا کے عذاب اور اس کی علامتیں بتانے کے بعد عذاب الہی کا انتظار کرتے رہے اور جب عذاب الہی کی علامت ظاہر نہ ہوئی تو وہ ایک رات شہر نینوا سے نکل کر بحرِ قلزم کو عبور کرنے کیلئے ایک کشتی پر سوار ہو گئے۔

مگر جو نہی کشتی دریا کے درمیان میں گئی تو چلنے سے رک گئی۔ ملاحوں نے اپنے طور پر بڑی کوشش کی مگر کشتی آگے نہ چلی۔ تو ملاحوں نے کہا کہ آج اس کشتی میں کسی آقا کا غلام جو کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کشتی میں سوار ہو گیا ہے اور ایسی صورت میں ہماری کشتی نہیں چلا سکتی۔ چونکہ ایسے غلام کا بھی ظاہری طور پر پتہ کرنا مشکل تھا اسلئے ملاحوں نے تین بار قرعہ اندازی کی تو تینوں بار حضرت یونس علیہ السلام کا نام ہی نکلا۔

اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے عوام کی ذریدہ نگاہوں سے بچنے کے لئے بحرِ قلزم میں خود چھلانگ لگا دی یا ملاٹھوں نے انہیں غرق کرنے کی غرض سے دریا میں پھینک دیا۔!

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کنز الایمان میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت یونس علیہ السلام نے اقرار کیا کہ وہ اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام ہے تو انہیں دریا میں ڈال دیا گیا، کیونکہ اس زمانہ کا یہی دستور تھا کہ ایسے بھاگے ہوئے انسان کو کشتی چلانے کے لئے دریا میں غرق کر دیا جاتا تھا۔

قارئینِ کرام! — اب ذرا حضرت یونس علیہ السلام کے اعجازِ نبوت اور اللہ کریم کی قدرت کا تماشا دیکھو کہ یمن کے کسی دریا کی مچھلی کو حکم ہوا کہ فوراً اور ایک آن واحد میں بحرِ قلزم میں جا کر میرے پیارے اور مخلص پیغمبر کو اپنے منہ میں نگل لو — اور اپنے پیٹ میں اسے محفوظ رکھو۔

اور ہاں — یاد رکھنا —

إِنِّي لَمَّا أَجَعَلُهُ لَكَ رِزْقًا وَلَكِنْ جَعَلْتُ بَطْنَكَ لَهُ دَعَاءً

کہ میں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تیرے لئے خوراک نہیں بنایا۔

لیکن تیرے پیٹ کو ان کے لئے پناہ گاہ بنا دیا ہے۔

فَلَا تَكْسِرُ مِنْهُ عَظْمًا — وَلَا تَقْطَعِي مِنْهُ وَصْلًا —

اور میرے پیغمبر علیہ السلام کی ہڈی اور کوئی ناریک نہ کٹنے پائے۔

اور پھر اس طرح حضرت یونس علیہ السلام چالیس روز تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔

و آن ماہی ہفت دریا را بگذشت!

اور پھر وہ مچھلی ساتوں دریاؤں میں پھرتی اور تیرتی رہی۔ اور اللہ کریم نے مچھلی



کی والدہ ماجدہ کو نعوذ باللہ کافرہ اور جہنمی کہنے والے بے ادب و گستاخ لوگو! جس مچھلی کے پیٹ میں اللہ کا ایک پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام چالیس دن رہیں وہ مچھلی تو قیامت تک کے لئے چھری کے عذاب سے محفوظ رہے اور جس بطن مادر مبارک میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نو مہینے تک رہیں وہ ماں جہنم کی آگ سے کیوں محفوظ نہیں رہ سکتی۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ سے تین سوالات ایسے کرنا چاہتا ہوں جن کے جوابات نبی کے سوائے اور کوئی بھی آدمی نہیں جانتا۔ کہ

۱۔ قیامت کی پہلی نشانی کونسی ہے؟ اور

۲۔ وَمَا أَوَّلُ طَعَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ اور

۳۔ کبھی کوئی بچہ باپ پر ہوتا ہے اور کوئی ماں پر؟

قَالَ فَاخْبِرْنِي بِهِنَّ جِبْرِيلُ أَنْفًا

مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی وقت مجھے حضرت جبریل علیہ

السلام نے خبر دی ہے۔

سید افتخار احسن کہتا ہے کہ ایسے نہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب آتے نہیں تھے بلکہ ایسے کہ اگر کوئی سوال کرے تو جواب خدا تعالیٰ یا

حضرت جبریل علیہ السلام دیں گے۔

قارئین کرام! کتاب کے موضوع کے اعتبار سے کہ

”نسبت اچھی ہو تو جنت کاملنا مشکل نہیں! اور پھر ابوالحامد

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے پیش نظر جو آدمیوں کی جنس کے علاوہ اللہ کی مخلوق جنت میں جائے گی، ان میں حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی بھی شامل ہوگی۔۔۔۔۔ اسلئے میں نے حضرت یونس علیہ السلام اور مچھلی کے واقعات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ذرا، تفصیل سے بیان کرنے کے ساتھ خدا تعالیٰ کی کرشمہ سازیاں بیان کر دی ہیں۔ یعنی مچھلی کو حکم ہونا کہ میرے برگزیدہ پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ میں نکل لے۔ مگر اس کی ہڈی اور پسلی نہ ٹوٹنے پائے۔ اور میں نے اسے تیرے لئے خوراک نہیں بنایا بلکہ آبگینہ بنایا ہے تاکہ میرا یونس علیہ السلام سات سمندروں کے عجائبات اور میری پانی کی مخلوق کا نظارہ کر سکے!۔

حضرت گرامی۔۔۔۔۔ اور حضرات یونس علیہ السلام نے کشتی میں سے بحرِ قلزم میں چھلانگ لگا دی اور ادھر آپ کی قوم نے اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کیا کیا؟

اب اس کی تفصیل سنئے۔۔۔۔۔ کہ خداوند تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور کس طرح نافرمان۔ عیاش اور بت پرست قوم کو بخش دیا۔ معاف کر دیا۔ اور جہنمی لوگوں کو جنتی بنا دیا۔

درویش لاہوری علامہ اقبالؒ نے سچ کہا ہے!

موتی سمجھ کر شان کر بھی نے جن لئے

قطرے جو تھے میرے سرقِ انفعال کے

اور سید وارث شاہ مرخوم بھی اس شعر میں کتنا ذوق اور لطف

پیدا کرتے ہیں۔۔۔۔۔ کہ

لکھاں ہین پہاڑ زمین اندر پر رتبہ کے دانیں کوہ طور جیہا  
 وارث شاہ جیہا گنہگار کوئی نہیں تے بخشہا نہیں رب غفور جیہا  
 اور مراد شاہ وارثی نے بھی خُدا کی رحمت کا اظہار کرتے ہوئے  
 خوب کہا ہے کہ

اے میرے مولا میں تیسرے پرستاروں میں ہوں  
 تجھ سے اک دن پھولوں گا ایلے خاروں میں ہوں  
 عرض کی میں نے کہ مولا میں گناہگاروں میں ہوں  
 بول اٹھی رحمت نہ گبھرا میں مددگاروں میں ہوں  
 آخر میں صاحبزادہ سید افتخار الحسن عرض کرتا ہے -  
 رحمت رب دی جو ش پٹی ماردی اے  
 آج کون ایڈا گناہگار آیا

رولا پے گیا شریبان اندر  
 اوہ افتخار آیا اوہ افتخار آیا  
 پارہ - ۱۱ - سورۃ یونس - لَمَّا أَمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ  
 الْعَذَابَ الَّذِي فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا -  
 اور پھر جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان پر سے ذلت اور رسوائی  
 والا عذاب اٹھایا

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی نافرمان اور بت پرست قوم سے یہ  
 کہا تھا کہ اگر تم نے میری پیش کردہ دعوت و ہدایت کو قبول نہ کیا تو چالیس دن کے  
 اندر توحید اور حق پرستی نبیوں نے کی صورت میں ذلت اور رسوائی والا عذاب

نازل ہو جائے گا۔

فَلَمَّا مَضَتْ خَمْسٌ وَثَلَاثُونَ لَيْلَةً ظَهَرَ فِي السَّمَاءِ غَيْمٌ أَسْوَدٌ  
شَدِيدٌ السَّوَادِ فَظَهَرَ مِنْهُ دُخَانٌ شَدِيدٌ —

پس جب ۳۵ دن اور راتیں گزر گئیں تو عذاب کی نشانیاں ظاہر ہونا شروع  
ہو گئیں۔ آسمان پر کالے بادل۔ سیاہ دھواں اور ہلاکت خیز آندھی —  
فَخَسَّ جُؤَا إِلَى الصُّحْرَاءِ — وَفَرَّقُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ  
تو عذاب الہی کو آتا دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت یونس علیہ السلام  
نے سچ کہا تھا تو پھر وہ بوسیدہ کپڑے پہن کر — ہاں بکھیر کر اور چہروں پر خاک  
مل کر صحرا میں چلے گئے۔

فَخَسَّ وَكَثُرَتِ التَّضَرُّعَاتُ وَأَخْمَرَ وَالْإِيمَانَ وَالتَّوْبَةَ  
وَتَضَرَّعُوا إِلَى اللَّهِ وَكَشَفَ عَنْهُمْ الْعَذَابَ —

اور پھر وہ اپنے گناہوں — بت پرستی اور اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ  
پیغمبر کی پیش کردہ ہدایت کو ٹھکرانے پر گر پڑا کر رونے لگے  
یونس علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور کثرت کے  
ساتھ گریہ زاری کرنے لگے اور توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے۔ بس تو اللہ  
کریم نے ان پر سے عذاب کو ٹال دیا اور اپنی رحمت و بخشش کے دروازے ان  
پر کھول دیئے۔

ان کی توبہ قبول ہو گئی۔ تمام گناہ معاف ہو گئے اور حضرت یونس علیہ  
السلام کی نافرمان قوم۔ جو بت پرستی۔ عیاشی و فحاشی کے جال میں پھنسی قوم  
کو صرف سچی توبہ کرنے اور معافی مانگنے پر جہنم سے نکال کر بخت کا وارث بنا دیا گیا۔

وَقِيلَ خَرَجُوا إِلَىٰ شَيْءٍ مِّنْ بَقِيَّةِ عِلْمِهِمُ وَقَالُوا قَدْ نَزَّلَ  
بَيْنَا الْعَذَابَ عَنْهُمْ

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ توبہ کرنے سے پہلے اپنے علمائے کرام کے پاس گئے  
علماء کرام کی نشان

انہوں نے علماء کرام سے کہا کہ ہم پر عذاب  
نازل ہونے والا ہے اس رسوائی اور ذلت والے عذاب سے بچھٹکارا حاصل کرنے  
اور ہماری توبہ قبول ہو جانے کے لئے کوئی راستہ دکھا دیں یا کوئی وظیفہ بتا دیں۔!  
تو ان علماء کرام نے ان کو مندرجہ ذیل وظیفہ بتا دیا:—  
قَالُوا يَا حَيُّ يَا حَيُّ وَيَا مُجِيبُ الْمُوتَىٰ يَا حَيُّ

تاریخ سے کرام!— دیکھا آپ نے اور غور کیا آپ نے کہ حضرت یونس علیہ  
السلام کی بت پرست اور نافرمان قوم نے بھی توبہ کرنے سے پہلے اپنے علماء کرام  
سے توبہ و استغفار کے لئے رجوع فرمایا اور ان سے توبہ قبول کروانے کا وظیفہ  
حاصل کیا

حضرات گرامی! تفسیر کبیر کے اسی حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور اور ہر  
زمانہ میں ہر قوم، خدا تعالیٰ سے اپنے گناہ معاف کروانے اور اللہ کی طرف سے نازل  
ہونے والے عذاب سے بچنے اور چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اپنے علماء کرام سے  
رجوع کرتے رہے ہیں اور ان سے وظیفہ سیکھتے رہے ہیں۔ — لیکن  
افسوس ہے کہ آج کی دنیا میں خصوصاً پاکستان میں حضرات علماء کرام کا تہ تو  
کوئی احترام ہے اور نہ ہی کوئی پاسِ ادب۔ — بلکہ ہمارے عوام نمازیں بھی  
انہی علماء کرام کے پیچھے پڑھتے ہیں، جمعے بھی اور عیدیں بھی۔ مرنے کے بعد ان

کا بخازہ بھی علمائے کرام ہی پڑھتے ہیں بلکہ بعض بستیوں میں تو غسل میت دینا بھی علمائے کرام کے ذمہ ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود علمائے کرام کا احترام نہیں کیا جاتا اور انہیں نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں — اور اگر کوئی عالم دین الیکشن میں کھڑا ہو جائے تو اسے ووٹ بھی نہیں دیتے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر پچھلے الیکشن میں مقبول عرب و عجم خطیب صاحبزادہ سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی کیوں کامیاب نہ ہوئے اور مولانا صاحب نوری کیوں شکست کھا گئے اور مولانا سید حامد علی شاہ صاحب کاظمی سلطان والے کیوں نہ جیت سکے۔ اور اسی طرح مولانا سید پیر محمد یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ کیوں کامیاب نہ ہو سکے — اور شیخ الحدیث مولانا سیالکوٹی کا دامن ووٹوں سے کیوں نہ بھر گیا! — اور اس الیکشن میں جناب علامہ طاہر القادری کا ایک امیدوار بھی کامیاب نہ ہو سکا اور نہ ہی محدث پاکستان کا نخت جگر جناب حاجی فضل کریم صاحب فیصل آباد سے کامیاب نہ ہو سکے — پھر اگر ان علمائے کرام کے ہاتھ پاؤں چومے جاتے ہیں یا ان کے حق میں نعرے بلند کئے جاتے ہیں اور یا کسی جلسہ میں ان کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں تو یہ ایک مکارانہ چال اور دہشتیانہ منافقت ہے۔

اور یہی امیر اور سرمایہ دار لوگ اپنے لڑکے یا لڑکی کی شادی پر اور الیکشن میں لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں مگر جس عالم دین نے کسی جوڑے کو نکاح کے بندھن میں باندھ کر دو لہا پر بیوی کو حلال کر دیا، اسے نہ کپڑوں کا جوڑا اور نہ کوئی معقول اور با احترام نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔

حالانکہ قرآن پاک میں ارشادِ خداوندی ہے: —

انَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

کہ اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے ڈرنے والی جماعت علماء کرام کی ہے۔ اور پھر فرشتوں کے مقابلہ میں اللہ کریم نے ایک عالم دین یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے سر پر اپنی خلافت کا پہنری تاج رکھ کر نسل انسانی کی نمائندگی۔ عوام کی سیادت اور اپنے بندوں پر سرداری کا مستحق بنانے کے ساتھ ساتھ نبوت کے پتے موتیوں کا ٹار بھی ان کے گلے میں پہنا دیا۔

اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
النُّظَرُ إِلَى وَجُوهِ الْعُلَمَاءِ عِبَادَةٌ

کہ علماء کرام کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے!

بابا وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "ہیر" میں لکھا ہے کہ جب قاضی شمس الدین مرحوم کو میر کا نکاح سید اکھڑے کے ساتھ پڑھانے کے لئے بلایا گیا تو میر اور قاضی کے درمیان بہت سے سوال و جواب ہوئے اور اس مکالمہ کے آخر میں میر نے ایک فیصلہ کن بات کہی۔

پلوے قہر خدا دا جھوٹیاں تے لغت ربدی اے کا ذہن قاضی  
مونہوں بول اولڑے بولنا ایں وے توں روہوں مشرکین قاضی  
رانجھے رب وے وچہ جے و تھہ جاناں جے عشق کیوں ڈھین قاضی  
حسن چاکد تے جلوہ ذات ربی میر ویکھیا ناں یقین قاضی

اور رانجھا دید شہید حسین مینوں

کھیرا شمر نیرید لعین قاضی

تو ہیتر کا یہ سوال سنکر قاضی صاحب غضبناک ہو گئے اور میر کو جواب دیا۔

نال عالماں دے سائواں بولنی اے  
 نامعقول۔۔۔ مجہول۔۔۔ مرتد، میرے  
 ویکھن عالماں دا زیارت بنی دی اے  
 جیہڑے ہون منکر سوئی رڑ، میرے  
 تینوں شرع شریف دی قدر نا، میں  
 لنگ توڑیں ٹپ نہ حد، میرے  
 شرع بنی اتوں جان کسربان کیتی  
 سیس شاہ حسین سد، میرے  
 شرع بنی ولوں جیہناں منہ پھیرے  
 روز حشر ہو سن شکل بد، میرے  
 وارث شاہ کی عمل دکھاویں گی توں  
 جدوں پوسی حضور توں سد، میرے

اور پھر مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۵ میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔۔۔ ابن ماجہ شریف کے حوالے سے۔ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ،

نے فرمایا۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،۔۔۔

يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ۔۔۔ کہ قیامت کے دن گنہگاروں کی

ثقت تین جماعتیں شفاعت کریں گی۔!

اول \_\_\_\_\_ الأَنْبِيَاءُ

دوم \_\_\_\_\_ الْعُلَمَاءُ

سوم \_\_\_\_\_ الشُّهَدَاءُ

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ علماء کرام کی بے ادبی اور گستاخی کرنے والے گمراہ لوگو اور علمائے دین کے مقابلہ میں عیاش امیروں — بدکار سرمایہ داروں کو اور دھوکے باز مکار دولت مندوں کو دوڑ دے کر کامیاب کرانے والے بد فطرت انسانو! اگر قیامت کے دن تمہاری شفاعت نہ کی تو تم جہنم کی آگ میں ایندھن بن جاؤ گے! —

خدا کے نافرمان بندو! کیا علمائے کرام کی یہ غلطی ہے کہ تمہارے گناہ کرنے کے تمام راستے بند کرتے ہیں۔ یہ تمہیں سیدھی راہ بتاتے ہیں۔ یہ — اور ضلالت اور گمراہی کے اندھیروں میں رشد و ہدایت کے چراغ جلاتے ہیں یہ! اور عیاشی و فحاشی کے ظلمت کدوں سے نکال کر تمہارے لئے نیکی و شرافت کی شمع روشن کر کے تمہیں صحیح راستہ دکھاتے ہیں یہ —

بتاؤ مجھے — کیا ان کی یہ غلطی ہے — کیا یہ ان کا قصور ہے۔ اور ان کی یہ زیادتی ہے — نہیں — اور ہرگز نہیں — تو پھر ان سے نفرت کیوں؟ — ان کی مخالفت کیوں؟ — اور ان سے تمہیں عداوت کیوں؟ —

کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر قومی کھیل میں دو ریفری اور دو ایمپائر ہوتے ہیں۔ کھیل ہاکی کا ہو یا کبڈی کا — اور کھیل فٹ بال کا ہو یا کرکٹ کا — کھیل کے میدان میں اگر کسی کھلاڑی سے کوئی غلطی ہو جائے تو ریفری فوراً سیٹی بجا کر اس کھلاڑی کو اس کی غلطی کا یا اسکے فاول کا بتاتا ہے تاکہ وہ محتاط ہو جائے اور آئندہ وہ غلطی نہ کرے اور کھیلوں کی دنیا اور ہر کھیل کے میدان میں ریفری کو سیٹی بجا کر کھلاڑی کو آگاہ کرنا ہوتا ہے اور یہ اسکا حق ہوتا ہے —

تو یہ سوچ کر کہ یہ علمائے کرام کی مقدس جماعت ایک رفیضی کی طرح

ہی ہے

ان کا حق ہے کہ تمہاری ہر غلطی پر اور تمہارے ہر فاؤل پر یہ قرآن و حدیث کی سیٹی بجا کر تمہیں خبردار کریں کہ تم فاؤل کرنا چھوڑ دو۔ اگر تم ایسا کرنا چھوڑ دو گے تو سیٹی بجانا چھوڑ دیں گے۔!

لیکن پاکستان کے غیر ملکی ایجنٹ اور انگریزی حکومت کے پروردہ امیر زاوے اور خانہ کعبہ پر گولیاں برسانے والے فرنگیوں کے انعام یافتہ جاگیر دار اور لینڈ لارڈ، سر اور خان بہادر کے خطاب حاصل کرنے انگریزوں کے پیچھوڑا بٹا زاوے اور ٹامیوں کی کاسہ لیبی سے بننے والے دولت مند، قوم اور ملک کو لوٹ کھانے والے سرمایہ دار علمائے کرام کے بارے میں کتنے گھٹیا قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کیوں نہیں شرماتے؟

بقول شاعر

شرم تم کو — مگر نہیں آتی

جن علمائے کرام کی ہم توہین کرتے ہیں، نماز میں تو ان کے پیچھے دست بستہ کھڑے ہو کر یہ کہتے ہیں کہ ”پیچھے اس امام کے۔“

جو نماز میں تمہارا امام ہو وہ باہر تمہارا کئی کیوں؟ یہ تو انبیاء کا وارث ہے۔ اور پھر کیا یہ خدا تعالیٰ کی نورانی جماعت قابل احترام نہیں ہے کہ ان گندے۔ مندے اور ناپاک لوگوں کے مرنے کے بعد انہیں غسل دے کر پاک و صاف کر کے اور نیا سفید لباس کفن کی صورت میں پہنا کر اور پھر نماز جنازہ میں یہ دعا کر کے — اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَ مَمَاتِنَا —

کہ اسے اللہ ہمارے اس مرنے والے کوشش دے۔۔۔ یہ اس قوم پر  
علماء کرام کا احسان ہے تو اور کیا ہے۔۔۔ مگر یہ سب جلتے کے باوجود بھی یہ لوگ  
برعلا کہتے ہیں کہ یہ مولوی لوگ تو ملک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور وطن کے گلشن کے  
کانٹے ہیں۔۔۔

کیا پچھلے دنوں امریکہ میں پیدا ہونے والی۔۔۔ برطانیہ میں پڑھنے والی اور انگریزی  
تہذیب و تمدن کے جاں میں پھنس جانے والی اور بے پردہ اور بے حجاب اور اسلامی  
جمہوریہ پاکستان کی وزیر اعظم۔۔۔

بے نظرنے نہیں کہہ دیا تھا کہ ”مولوی سب جھوٹے ہوتے ہیں“  
سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ چلو یا روہم کانٹے ہی سہی لیکن یاد رکھو۔ کہ  
جو سچ پوچھو تو کانٹے ہی پھولوں کی حفاظت کرتے ہیں۔۔۔ بھلا گلاب کے خوبصورت پھول  
کے ارد گرد کانٹوں کی باڑ کیوں؟

ایسے کہ پھول توڑنے والے گلچیں یا مالی کے دامن کو پکڑ لیں اور الجھ پڑیں۔  
ملک کے چمنستان کے پھولوں پر یہ علمائے کرام کانٹے ہی سہی۔۔۔ لیکن  
یہ بھی یاد رہے۔۔۔

کہ۔۔۔ تم نے خود ہی پھانٹے ہیں پھول ہیں یا کہ کانٹے ہیں۔  
بار نہیں تو بارھ بنا لو کانٹے بھی بیکار نہیں  
مطلب یہ کہ اگر کسی کے ظالم ہاتھوں نے اس گلشنِ پاکستان کے پھولوں  
کو توڑنے کی کوشش کی تو یہی علمائے کرام جنہیں تم کم علمی اور جہالت کے سبب کانٹے  
کہتے ہو یہ کانٹے اس ظالم انسان کے دامن سے الجھ پڑیں گے۔ اس کے دامن  
کو پھاڑ دیں گے اور اس کے ہاتھوں میں چبھ کر انہیں زخمی کر دیں گے اور اپنے پاکستان

کے گلشن کے پھولوں کی حفاظت کریں گے اور کسی دشمن کو اس کا پھول توڑنے نہیں دیں گے۔ مگر افسوس کہ ایسے متعصب لوگ علمائے کرام کو نہیں مانتے — عوام تو عوام رہے۔ پاکستان کے بچوں اور محب وطنوں نے بھی کہہ دیا تھا کہ ہم مولویوں کے ساتھ بیٹھ کر کام نہیں کریں گے۔

لیکن سید افتخار الحسن زبیدی کہتا ہے کہ یہ عجیب حُسن اتفاق ہے کہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے والا بھی ایک مولوی تھا۔ یعنی مولانا فضل حق خیر آبادی۔ ۱۹۳۱ء میں لندن جا کر انگریزوں سے ہندوستان کی آزادی کا پروانہ مانگنے والا بھی ایک مولوی تھا۔ یعنی مولانا محمد علی جوہر اور پھر ۱۹۴۷ء کو قرار دیا گیا کہ پاکستان پیش کرنے والا بھی ایک مولوی تھا یعنی مولانا فضل حق بنگالی اور پھر آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں ہندوستان کے پانچہزار علمائے کرام نے پاکستان حاصل کرنے کی خاطر اپنا تین۔ من اور دھن لٹانے کا عہد کیا تھا اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ کلکتہ کے مسلم ہال میں مولانا تمیز الدین۔ مولانا فرید احمد۔ ناظم الدین بہروری اور بہادر یار جنگ کی موجودگی میں پنڈت جواہر لعل نہرو۔ پٹیل۔ راجندر پراد۔ دوسرے مہا بھائی اور کانگریسی لیڈروں کو جواب دیتے ہوئے صاحبزادہ سید افتخار الحسن نے پاکستان کے حق میں پہلی تقریر کی تھی۔

اور ان مسلمہ حقائق کے باوجود بھی یہ گندے لوگ اگر پھر بھی علمائے کرام کے دشمن ہیں تو پھر میں ان سے کہوں گا کہ مولویوں کے بنائے ہوئے اس پاکستان سے نکل جاؤ۔

قرآن پاک میں ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ —

محبوب — فرادو کہ علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے کبھی برابر ہو سکتے ہیں۔  
یعنی نہیں! — عالم و جاہل کیسے برابر ہو سکتے ہیں —

اور پھر علمائے حق پرست — حق گو — حق بین اور حق شناس علمائے  
دین کی اس سے زیادہ اور شان و عظمت کیا ہو سکتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا ہے کہ اگر ایک عالم دین کسی بستی کے قبرستان سے گزر جائے تو اللہ تعالیٰ  
چالیس دن تک کا عذاب اس قبرستان سے اٹھا لیتا ہے۔

جیسا کہ زینت المجالس جلد ۲ ص ۸۱ میں علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ  
تفتازانی کی کتاب شرح العقائق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —

اِذَا مَرَّ الْعَالِمُ وَالْمُتَعَمِّرُ عَلَى قَرْيَةٍ رَفَعَ اللَّهُ الْعَذَابَ عَنْ  
مَقْبَرَتَيْهَا اَرْبَعِينَ يَوْمًا !

حضرت محترم — معاف رکھنا۔ بات سے بات نکلتی گئی اور حضرت یونس

علیہ السلام کی بت پرست اور عیاش قوم، خدا تعالیٰ کے رسوائی اور ذلت کے عذاب سے  
اپنے آپ کو محفوظ رکھنے اور اسے توبہ و استغفار سے ٹلنے کا وسیلہ تلاش  
کرتے ہوئے اپنے ہی علمائے کرام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

ان کی چوکھٹ کو بوسہ دیا اور ادب و احترام سے ان کے ہاتھ پاؤں کو چوم  
کر ان سے وظیفہ طلب کیا — راستہ پوچھا اور راہنمائی حاصل کی —

بہر حال علمائے کرام کے وسیلہ تجلید سے حضرت یونس علیہ السلام کی

نافرمان قوم سے عذاب الہی ٹل گیا —

اس عجیب و غریب کرشمہ سازی کے بعد جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی

قوم میں واپس آگے تو

وحی آمد بوبے فلاں مردِ فخر سے را بگو

حضرت یونس علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ بستی کے فلاں مٹی کے  
برتن بنانے والے کہار سے کہو کہ اس سال کے دوران بنائے گئے تمام  
برتنوں کو توڑ کر تباہ کر دے۔

ہمہ شکند و بتلفت آرد۔

حضرت یونس علیہ السلام یہ سن کر نہایت غمگین ہوئے اور بارگاہِ خداوندی میں اس

کہار پر اپنی رحمت کے لئے سفارش کی اور کہا۔

بارِ خدا یا رحمت می آید براں مرد کہ

یک سال غسل دے تباہ خواہی کرد۔

کہ۔ اے خدا اس کہار پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے کہ وہ اپنی  
سال بھر کی کمائی بر باد نہ کر دے!

اللہ تعالیٰ گفتند۔ اے یونس! تجھے اس کہار پر توجہ دے۔

لیکن۔ از بندگان من بخشائے نمنودی۔

میرے بندوں کے لئے تو نے کوئی بخشش اور معافی کی کوئی درخواست نہ کی۔

(تفسیر روح البیان جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۹)

قارئین کرام!۔ پھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ میں چالیس دن

تک رکھا انہیں سات سمندروں کی سیر کرائی اور ان کے بدن مبارک کو محفوظ رکھا۔ بس ان

اچھی نسبتوں کے باعث وہ پھلی بھی جنت میں جائیگی۔ جناب امام غزالیؒ اور علامہ صفوریؒ نے

سچ فرمایا ہے کہ نسبت اچھی ہو تو جنت کا ملنا مشکل نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دیشش اسماعیل علیہ السلام

جناب امام غزالی رحمۃ اللہ اور جناب علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور ان کی تحقیق کے مطابق جس طرح اصحاب الفیل کا ہاتھی — اصحاب کہف کا کتا اور حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی اچھی نسبت کے سبب جنت میں جائے گی۔ اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دُنْبہ بھی اچھی نسبت کے باعث جنت میں جائے گا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس دُنْبہ کی اچھی نسبت کی تفصیل سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انبیاء کرام علیہم السلام صالحین کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں

اور صالحیت کے عظیم مقام سے بھی سرفراز ہیں! —

مثلاً — پارہ ۷ — سورۃ الانعام — آیات ۸۵ — ۸۶

اسْحٰقَ — یَعْقُوْبَ — دَاوُدَ — یُوْسُفَ — عِیْسٰی — اِیْمٰنًا عَلَیْہِمُ السَّلَامُ كُلِّیًّا  
مِنَ الصّٰلِحِیْنَ

کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعتِ صالحین میں شامل ہے اور یا

پارہ۔ ۱۷۔ سورۃ الانبیاء۔ آیات ۷۰ تا ۷۷  
 وَنَجِّنَاہُ لَوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بَارَكْنَا فِیْهَا لِلْعَالَمِیْنَ۔  
 وَهَبْنَا لَہٗ اِسْحَاقَ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةً وَ کُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِیْنَ  
 وَاَدْخَلْنَاہُمْ فِی رَحْمَتِنَا اِنَّہٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ اور۔ یا

پارہ۔ ۲۰۔ سورۃ العنکبوت۔ آیت۔ ۲۷  
 وَهَبْنَا لَہٗ اِسْحَاقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِی ذُرِّیَّتِہٖ النَّبُوَّةَ  
 وَ الْکِتَابَ وَ اٰتٰیۡنَہٗ اَجْرًا فِی الدُّنْیَا وَ اِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ  
 اور۔ یا

پارہ۔ ۱۳۔ سورہ یوسف۔ آیت۔ ۱۰۱  
 کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی صاحبین کی جماعت میں شامل ہونے  
 کی دعا کی تھی۔

اَنْتَ وَّلِیُّ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ تُوَفِّیْۡنِیْ مُسْلِماً وَ اَلْحَقِّنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ  
 کہ اے اللہ تو ہی اس دنیا اور اس آخرت میں میرا مددگار ہے۔ اور  
 مجھے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت میں موت دے اور مجھے اپنے صاحبین بندوں  
 کی مقدس جماعت میں شامل کر لے۔

اور۔ یا پھر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی صاحبین کے پاکیزہ گروہ میں داخل  
 ہونے کی دعا کی تھی۔

پارہ۔ ۱۹۔ سورۃ الشعرا۔ آیت۔ ۸۳  
 رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَ اَلْحَقِّنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔

پارہ - ۱۷ - سورۃ الانبیاء - آیت - ۸۴ - ۸۵  
 وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِنَ الصَّابِرِينَ  
 وَأَدْخَلْنَا هُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

اور یا پھر

پارہ - ۷ - سورۃ الانعام - آیت - ۹۷ -

وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۚ

اور پھر اسے حسن اتفاق سمجھیے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کشف اور  
 اعجاز نبوت کہ اپنے لئے دعا کرتے ہیں تو رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَانْحَقْنِي  
 بِالصَّالِحِينَ کہتے کہ یا اللہ مجھے حکیم عطا فرما اور مجھے اپنے صالحین کے  
 گروہ میں داخل کر لے اور جب اپنے فرزند ارمند کے لئے بارگاہِ خداوندی  
 میں درخواست کرتے ہیں تو

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۚ

کہ - اے رب کریم مجھے ایک صالح - نیک - فرمانبردار اور  
 والدین کا خدمت گزار اور اطاعت گزار لڑکا عطا فرما دے -

اور پھر اس دعا کے نتیجہ اور درخواست کے قبول ہوجانے کی صورت  
 میں - فَبَشِّرْهُ بِخَلَامٍ حَلِيمٍ -

کہ ہم نے انہیں ایک حلیم الطبع - متحمل مزاج اور بردبار لڑکے  
 کی خوشخبری سنادی

جس کی تفصیل کچھ لوں ہے :-

کہ - حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نمر شریف ایک سو کی ہو گئی اور حضرت

مائی حاجرہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف ایک سو سال کی ہو چکی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے خلیل ہونے — نسل انسانی کے امام ہونے اور حج مبارک کے موذن ہونے اور آذر کے عظیم بت خانہ کو توڑ کر توحید باری تعالیٰ آذان دینے کے باوجود ابھی تک اولادِ زریہ یعنی لڑکے کی رونق سے دامن خالی ہے اور ابھی تک یہ گکشنِ خلیل ایک سدا مہکنے والے پھول سے محروم ہے۔

آخر ایک دن بارگاہِ خداوندی میں درخواست پیش کر ہی دی —  
رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ —

جواب آیا — پیارے خلیل — سو سال کے بعد یاد آیا —  
عرض کی مولا تیری رحمت کے خزانہ کی طرف دیکھتا رہا ہوں اور تیری —  
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ كِي لَازِوَالٍ اور حقیقی قدرت کا انتظار کرتا  
رہا ہوں!

اور جب میں نے دیکھا کہ تیری طرف سے میرے اندھیر نہیں ہے اور  
کسی مصلحت کی بنا پر مجھے اولادِ زریہ سے محروم رکھا جا رہا ہے تو دستِ ہول  
دراز کر ہی دیا اور تیرے دربار میں دامن پھیلا ہی دیا —

اور — یا اللہ — میں اس قابل نہیں کہ بچہ پیدا کر سکوں اور نہ ہی بیوی  
اس قابل ہے کہ کسی فرزند کو جنم دے سکے۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ مجھے  
جو ان کر کے لڑکا عطا کرے گا یا اس عمر یعنی بڑھاپے میں —

اور اگر جو ان کر کے لڑکا عطا کرے تو تیری قدرت کا اظہار ہوگا اور میرے  
اعجازِ نبوت میں شمار ہوگا —

حضراتِ محترم — یہ کبھی نہیں کہنی کوئی دعا کرے اور خدا تعالیٰ

قبول نہ کرے —————

غور کرو — کہ تعمیرِ کعبہ کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے کوئی انعام

دینا چاہا تو پوچھا —————

خلیلؑ — کیا چاہتے ہو؟

عرض کی — رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا

کہ مکان میں نے بنایا ہے۔ اب اس مکان کو زینت بخشے والا رسول تو بھیج دو

کیونکہ! —————

میرے دل میں جو توبہ ہے اس لئے عرشِ اعظم ہے

مکانوں کی جو رونق ہے وہ ہوتی ہے مکینوں سے

اور پھر جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک ہوئی

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے تعارف چاہا تو آپ نے فرمایا —

أَنَا دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ ————— کہ

میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں یعنی جس رسول کے

لئے اللہ تعالیٰ نے خلیلؑ سے دعا کی تھی وہ رسول میں ہی ہوں —————

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ جس نبی — خلیل اللہ علیہ

السلام کی دعائیں اتنا اثر ہو کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، عدم کے

پروے سے نکل کر ہست کے نور میں جلوہ گر ہو جائیں اور جب وہی خلیل اللہ

علیہ السلام اپنے بیٹے کے لئے دعا کریں تو خدا تعالیٰ ان کی دعا کو کیسے رد

کر سکتا تھا —

ادھر دعا ہوئی اور ادھر ایک علیم بیٹے کی خوشخبری سے بارخ خلیلؑ میں

تازہ بہار آگئی ————— فَبَشِّرْنَهُ بِنُحْلَامٍ حَلِيمٍ ! —————

کہ۔ ہم نے ایک حلیم بیٹے کی خوشخبری دے دی ! —————  
 اور پھر اللہ کریم کی طرف سے دونوں باپ اور بیٹے کو انعامات اور فضائل عطا ہوئے۔ وہ ایک مسلمان کے دل و دماغ اور سک و عقائد کا ایک روشن مینار ہے کہ جس کو دیکھ کر بھٹکا ہوا۔ انسان بھی سیدھا راستہ پا سکتا ہے۔  
 مثلاً ————— باپ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بیٹا یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے محاسن و کمالات اور دونوں کی ایک نسبت دیکھیے۔  
 کہ۔ باپ بھی حلیم اور بیٹا بھی حلیم اور باپ بھی صالحین میں شمار اور بیٹا بھی صالحین میں داخل۔

مثلاً ————— پارہ ۱۲ ————— سورۃ ————— آیت ————— باپ کے لئے

اِنَّ اَبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمًا اُوْلٰهٖ مُنِيْبٌ —————

اور بیٹے کے لئے فَبَشِّرْنَهُ بِنُحْلَامٍ حَلِيْمٍ —————

اور باپ یعنی حضرت ابراہیم کے لئے —————

وَالْحَقِيْقِي بِالصّٰلِحِيْنَ۔ اور بیٹے یعنی اسماعیل کے لئے

اِنَّهُمْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ —————

تفسیر کبیر۔ جلد ۴ ص ۱۱۱ کہ جب تمام انبیاء علیہم السلام

صالحین ہیں اور قرآن پاک نے انہیں صالحین ہونے پر مہر ثبت کر دی ہے۔

تو پھر یہ ماننا پڑے گا۔

وَذٰلِكَ يُدَلِّلُ اَنَّ الصّٰلِحَ اَشْرَفُ مِنْ صِفَاتِ الْعِبَادِ۔

کہ انسانی صفات میں سے سب سے افضل صفت صالح ہونا ہے۔

حضرت شیخ سعدی بھی فرماتے ہیں کہ —————  
 صالح ترا صالح کند۔ طالع ترا طالع کند  
 حضرات گرامی قدر ————— یہ بھی یاد رہے کہ حضرت اسمعیل علیہ  
 السلام جناب بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے پیدا ہوئے جو  
 اس زمانہ کے ایک مشہور بادشاہ جس کا نام مادوق بن صادون  
 تھا اور وہ قبیطی تھا۔ لیکن اپنے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کی وجہ سے وہ جبّار  
 کے لقب سے دور دور تک مشہور تھا ————— تفصیل یہ ہے۔

مشکوات شریف ص ۵۰۶ متفق علیہ سے حوالوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 اپنی زوجہ محترمہ حضرت سارہؑ کو ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ  
 میں اس جبّار نامی بادشاہ کے علاقے سے گزر رہے تھے کہ پولیس کی سرحدی  
 چوکی والوں نے اپنے ظالم و جابر بادشاہ جبّار کو اطلاع دی کہ ایک اجنبی آدمی  
 آیا ہے ————— وَمَعَهُ امْرَأَةٌ مِّنْ اَحْسَنِ النَّاسِ —————

اور اس کے ساتھ ایک عورت ہے جو نسل انسانی میں سے سب سے

زیادہ خوبصورت ہے! —————

اور وہ ظالم اتنا گمراہ، عیاش اور بد معاش ہو چکا تھا کہ اپنے علاقے  
 سے گزرنے والے مردوں کی بیویوں کو کپڑے کران سے زیادتی کرتا تھا۔ ہاں البتہ  
 ایک بات تھی اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو بہن کہہ دیتا تو اسے وہ کچھ نہ کہتا اور انہیں  
 وہ چھوڑ دیتا تھا۔ ————— اور شاید یہ اسلئے کہ وہ مجوسی یعنی آتش پرست تھا اور  
 اس کے مذہب میں بہن کی عزت و تکریم اتنی تھی کہ مرد کی بہن کو اپنی شہوانی ہوس  
 کا نشانہ نہ بنایا کرتا تھا۔ —————

اور پھر جب اس جبار بادشاہ نے حضرت سارہؓ کے حسن و جمال کی تعریف سنی تو اس نے اپنے آدمی بھیج کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت سارہؓ کے متعلق پوچھا کہ یہ عورت تمہاری کیا لگتی ہے؟ —  
 قَالَ اُخْتِي — فرمایا یہ میری بہن ہے! —

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہؓ سے کہا — کہ اگر اس ظالم جبار کو پتہ چل گیا کہ تو میری بیوی ہے تو تجھ پر یہ غالب آجائے گا۔  
 اس لئے — فَإِنْ سَأَلْتِ فَأَخْبِرِيهِ إِنَّكَ أُخْتِي — اُخْتِي  
 فِي الْإِسْلَامِ — اگر تجھ سے یہ ظالم لوگ پوچھیں تو انہیں کہہ دینا  
 کہ ہاں میں ان کی بہن ہوں —

لَيْسَ عَلَىٰ وَجْهِهِ الْأَرْضُ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرِي —

کیونکہ اس وقت زمین پر میرے اور تیرے سوا اور کوئی مومن نہیں ہے!  
**اشکال** — حاشیہ — يَكُونُ لَوْطًا يَشَارِكُ فِي الْإِيمَانِ

کہ — اس وقت حضرت لوط علیہ السلام بھی مومن تھے —

**جواب** — بَانَ مَلَأُهَا الْأَرْضُ الَّتِي وَقَعَ فِيهَا —

کہ اس سے مراد وہ زمین کا کھڑا حصہ ہے جس پر یہ وقوعہ ہوا ہے اور یہ بھی

یاد رہے کہ حضرت سارہؓ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچا زاد تھیں جیسا کہ  
 مشکوٰۃ شریف میں ہے — ۵۰۶ وَهِيَ زَوْجَتُهُ نَبَتْ عَتَّةَ —

آخر کار حضرت بی بی سارہؓ کو اس ظالم و جابر بادشاہ کے ہاں پیش کیا گیا۔

قَامَ اِبْرَاهِيمُ يُصَلِّي —

تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔

یہ دعا کرنے کے لئے کہ یا اللہ سارہؑ تیرے پیغمبر اور تیرے خلیل کی بیوی ہے۔ اس کی عصمت و آبرو کو اس ظالم جبار سے محفوظ رکھتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے گلشنِ نبوت پر خزاں چھا جائے اور بی بی سارہ کی عزت و ناموس کے سچے موتی پامال ہو جائیں۔

فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ — اور پھر جب حضرت سارہؑ اس جبار بادشاہ کے پاس گئیں اور اس ظالم نے بُری نیت سے حضرت بی بی سارہ رضی اللہ عنہا کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا —  
فَغَطَّتْ حَتَّى رَكَضَ بِرِحْلِهِ —  
تو زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے۔

اس ظالم نے بہت کوشش کی کہ زمین اس کے پاؤں پھوڑ دے مگر کسی رسول کی بیوی کی طرف بُرے ارادہ سے جانے والا ایسے دردناک عذاب میں مبتلاء نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا؟

فَقَالَ ادْعِي اللَّهَ وَلَا أُشْرِكُ —

ظالم نے کہا کہ اللہ سے دعا کر کہ زمین میرے پاؤں پھوڑ دے تو میں تجھے کوئی دکھ نہیں دوں گا۔

حضرت سارہ نے دعا فرمائی تو زمین نے اس کے پاؤں پھوڑ دیئے

بد عقیدہ اور گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء کی دعا قبول نہیں ہوتی —

مگر سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ نبی و رسول تو بہت بڑے مقام اور

مرتبے والے ہوتے ہیں اور یہاں تو نبی کی بیوی کی دعا شرفِ قبولیت کا درجہ

پالیتی ہے — ایسا تین بار ہوا — یعنی وہ جبارِ بری نیت سے حضرت سارہؑ

کی طرف اتار رہا اور زمین اس کے پاؤں پکڑتی رہی — پھر وہ دعا کروا تا رہا۔ اور  
زمین اسے پھوڑتی رہی —

اور جب قدرت الہیہ نے جبار بادشاہ کی فحاشی اور عیاشی کا مظاہرہ  
کرنے والی قوت سلب کر لی اور اسے ایک برگزیدہ پیغمبر اور اپنے پیارے خلیلؑ کی  
مقدس اور عفت آب بیوی کی عصمت و آبرو بچانے کے لئے اس ظالم کے  
تمام راستے بند کر دیئے۔ اس نے جب اپنے آپ کو ہر طرف سے لاچار پایا۔ تو  
بے بس ہو کر حضرت سارہؑ کے سامنے تائب ہو گیا اور اپنی ایک لڑکی —  
فَاخَذَهَا جَارَهُ —

حضرت ہاجرہ ان کی خدمت کے لئے پیش کر دی جن کے بطن سے حضرت  
اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے —

اور پھر جب حضرت سارہؑ واپس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے  
پاس آئیں — وَهُوَ كَأَبٍ لِّمُصَلِّيٍّ — تو وہ نماز  
میں کھڑے تھے — فَاوَمَا بَدَا لَهُ — اور حضرت خلیلؑ  
علیہ السلام نے نماز کی حالت میں ہی ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کہ کیا ہوا؟  
حضرت سارہؑ نے جواب دیا اور کہا، —

لَقَدْ اٰتٰنَاكَ كَافِرًا فِي الْاَحْرَامِ — کہ اللہ تعالیٰ  
نے اس کافر کے دل اور سینہ سے ہر قسم کی گندگی، عیاشی اور بد معاشری کے جرائم  
نکال دیئے ہیں۔ اور میرے قریب تک نہ پہنچ سکا اور اس کے مکر و فریب کے  
تمام تار و پود بکھیر دیئے اور میرے سامنے وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر چکا ہے  
اور میں ہر طرح محفوظ و مامون آپ کے پاس آگئی ہوں۔ وَاخْرَجَهَا جَارَهُ

اور میری خدمت کے لئے اس نے مجھے یہ حاجت عطا کی ہے !  
 قال ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلک امکم یا نبی السماء  
 حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ہے تمہاری ماں۔ اے آسمان  
 کے پانی کی اولاد۔

مطلب یہ کہ جس طرح آسمان کا پانی پاک ہوتا ہے، اسی طرح تم بھی اسے  
 اسماعیل علیہ السلام کی اولاد پاک و مطہر ہو۔  
 اشعت اللمعات جلد ۳ - بخاری شریف جلد اول ص ۳۵۹ - حضرت  
 ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم قال ہاجر ابراہیم  
 بسارۃ۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم علیہ  
 السلام حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کر کے ظالم بادشاہ جببار کی سلطنت میں پہنچے  
 تو اللہ تعالیٰ نے جب سارہ کو اس بیعاش و بد معاش اور ظالم جببار کے ہاتھوں  
 ان کی عصمت۔ طہارت اور پاکیزگی کے سچے موتیوں کی لڑی کو محفوظ رکھا تو۔  
 وَاخَذَ وِلْدَهُ۔ تو اپنی بیٹی ہاجرہ، سارہ کی خدمت

کے لئے دی۔

فَاخَذَ مَرْأَهَا بَجْرَةَ

قاریین کرام! بخاری شریف کی اس حدیث پاک کے ان الفاظ  
 سے حضرت شیخ القرآن والحديث والتفسیر جناب علامہ محمد عبد اللہ صاحب  
 قصورولے حضرت ہاجرہ کو جببار بادشاہ کی بیٹی ثابت کرتے ہیں وِلْدَهُ!  
 اور آج سے کوئی پھر سال پہلے میں نے مولیٰ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے

متعلق پوچھا تھا تو آپ نے یہ حدیث مجھے لکھوادی تھی —

حضرت گرامی — یہ یاد رہے کہ چونکہ مولانا محمد عبداللہ صاحب دنیا کے سنیت کے ایک ممتاز عالم دین اور بلند پایہ مناظر اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑی اسلامی درسگاہ کے مہتمم بھی ہیں اور انہوں نے ہی علامہ طاہر القادری کے اس منگامہ کا جواب دیا ہے کہ عورت کی دیت بھی مرد کے برابر ہے — تو ان کا جواب یہ ہے کہ نہیں عورت کی دیت مرد کی دیت سے ادھی ہے —

اور پھر مولانا صاحب خوش اخلاق اور مہمان نواز ہونے اور ایک متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے ایک عظیم نعمت بھی ہیں — ان حالات کے پیش نظر اگر انہوں نے بخاری شریف کی اس حدیث مبارکہ اور ولیدہ کے لفظ سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ہاجرہ جبّار بادشاہ کی حقیقی بیٹی تھی، تو تسلیم کر لینا چاہیے!

حضرات محترم! — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ دیکھیے اور قرآن پاک میں انبیاء کرام کی اولادِ زریہ کے لئے دعاؤں پر غور فرمائیں تو پتہ چلتا ہے کہ اولادِ زریہ یعنی فرزندِ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے کہ جس کے حصول کی خاطر کبھی حضرت ذکریا علیہ السلام بارگاہِ خداوندی کے دروازہ پر یہ دستک دیتے نظر آتے ہیں —

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً —

کہ — یارب اپنے رحمت کے خزانوں میں سے ایک نیک میرت اور پاک فطرت اور فرمانبردار لڑکے کا عطا کر دے اور کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا دروازہ کھٹکھٹایا اور یہ دعا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ —

کہ۔ اے رب! اپنے لطف و کرم کے گلشن میں سے ایک پھول صالح اور نیک اور اطاعت گزار بیٹے کی صورت میں میرے دامن میں ڈال دے!۔  
دونوں کی دعائیں قبول ہوئیں اور حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی گئی اور ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسمعیل علیہ السلام کے تحفہ کی بشارت سنائی گئی۔

خسراں مجید کے ان مسلمہ حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی انسان کے پاس دولت کے خزانے۔ رنگین بنگلے۔ شاہی ساز و سامان اور سرِ قسم کی شان و شوکت موجود ہونے کے باوجود اگر اس کے رنگین بنگلے میں کسی لڑکے کی رونق نہیں ہے تو وہ رنگین بنگلہ ماں باپ کے لیے ایک ظلمتکدہ بن جاتا ہے۔

اور۔ اگر ماں کی چھوٹی اور باپ کا دامن بیٹے کے کھلونوں سے خالی ہے تو دونوں کی زندگی کے چمنستان میں کبھی بہار نہیں آسکتی۔

احبابِ گس آہ! یہی حال میرا تھا۔ ہم دونوں کی اولادِ زریں کے بغیر اس دن اور غم و الم کی تاریک راتیں بس یہی دعائیں کرتے ہوئے گزر جاتی تھیں۔ مگر ہماری شام و سحر کی دعائیں شریف قبولیت نہ کر سکیں۔  
گو جبرہ شریف کا عرس مبارک شہنشاہِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کا آگیا جو خطیبِ پاکستان جناب صوفی غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں منعقد ہوا کرتا ہے۔  
پیر و مرشد حضرت صاحبزادہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پورتنی شریف نے مجھے بلایا۔ اور پوچھا!۔

گھر کا کیا حال ہے؟۔

عرضی کی حضور۔ سب ٹھیک اور سب اچھا ہے۔

مگر وارث شاہ مرحوم نے سچ کہا ہے کہ۔  
 ساڑھے بھاہ دے پیر فقیر مر گئے ہو یاں رانجھیا الٹ خدایاں دے  
 یہ مصرع زبان پر تھا اور آنکھوں میں آنسو! —  
 حضور کے مزاجِ اقدس میں انقلاب آیا اور بڑے ہی نرالے اور خوشگوار  
 انداز میں کپوٹ بدلتے ہوئے فرمایا۔

### افتخار احسن اپنا دامن پھیلا دو!

میں نے پھیلا دیا۔ آپ نے دعا فرمادی! اور  
 پورے ایک سال کے بعد اگلے عرس مبارک پر اور عین ختم شریف کی روحانی  
 محفلِ پاک میں تارا آئی کہ صاحبزادہ سید افتخار احسن کو اللہ تعالیٰ نے ایک نیٹے کی  
 نعمتِ عظمیٰ سے نوازا ہے۔

تار دینے والا صاحبزادہ سید فیض احسن تھا!

اور مجھ تک پہنچانے والے مولینا محمد فاضل صاحب تھے! — مگر

انسوس کہ وہ شہزادہ انوار احسن شاہ مرحوم عین شباب اور پھر لور جوانی کے عالم میں

بجلی کا جھٹکا لگنے سے اس جہانِ فانی سے موت کی آغوش میں جا لیٹا۔

پھر چھوٹے بھائی سید مختار احمد مرحوم کی وفات اور بزرگوار مرد قلندر

حضرت پیر سید محمود احسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصالِ پاک کے صدمہ نے مجھے

اتنا نڈھال کر دیا اور ساتھ ہی بیماری نے کمزور کر دیا کہ چلنے پھرنے سے معذور

ہو گیا جس کے باعث کسی واقعہ کو احاطہ تحریر میں لانا اور کسی نئی کتاب کا سرورق

لکھنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔

دل و دماغ میں یہ شوقِ ضرور تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے جو کچھ میرے پاس علی

خزانہ ہے وہ کتابی شکل میں عوام تک پہنچ جائے تو حضرت سید پیرزا ہدی علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان اور مولانا حکیم عزیز احمد صاحب نے ڈھارس بندھائی۔ حوصلہ دیا۔ اور پورے پورے تعاون کا یقین دلایا۔ تو پھر اپنے علمی موتیوں کے خزانہ میں سے کئی قیمتی اور سچے موتی کتابی شکل میں بکھرنے کا ارادہ کر لیا اور پھر اس طرح ”گستاخ رسول کی سزا“ اور۔۔۔ ”اچھی نسبت باعث جنت“ دو کتابیں منظر عام پر آگئی ہیں۔۔۔

حضرات گرامی۔۔۔ سیرت اسماعیل علیہ السلام میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ رب کریم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور اپنے معصوم بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر عرب کے صحرا سے گذر کر مکہ مکرمہ کی دو پہاڑیوں کے قریب اور عرب کے بے آب و گیاہ خطہ میں آگے!۔۔۔

اور ان دونوں کو ایک دو دن کا سامان خورد و نوش دے کر خود واپس چلے گئے۔۔۔

آفرین ہے ایسی فرمانبردار اور وفادار بیوی یعنی حضرت ہاجرہ پر کہ جو صرف یہ پوچھ کر خاموش ہو گئیں اور آگے آنے والے مصائب کے پہاڑوں کا غم نہ کر کے چپ ہو گئیں کہ اے اللہ کے خلیل!۔۔۔

آپ! جو کچھ کر رہے ہیں کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟۔۔۔  
فرمایا۔۔۔ ہاں!۔۔۔

حفیظہ جانندھری مرحوم نے خوب کہا ہے کہ۔۔۔  
خدا کا قافلہ جبرئیل تھا تین جانوں پر: معزز جس نے ہونا تھا زمین و آسمان پر۔۔۔

خورد و نوش کا توشہ ختم ہو گیا اور پھر حضرت ہاجرہ کو فکر ہوئی۔ اور اپنے نخت جگر حضرت اسمعیل علیہ السلام کو ایک پتھر کے سائے میں لٹا کر خود پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑنے لگیں۔

مگر ان پہاڑیوں کی وادی اور چٹانوں کی بستی اور غیری ذریعہ یعنی بے آب و گیاہ خطہ میں پانی کہاں

عجب در و زناک منظر تھا اور عجیب بے تابی کا سماں تھا کہ ایک طرف پانی کی تلاش اور دوسری طرف معصوم بچہ کی پیاس!۔

اور پھر مصمم ارادہ کر کے پورے یقین اور پانی کی آس اور امید کے ساتھ حضرت ہاجرہ نے کوہ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر پانی کی تلاش میں دوڑنا شروع کر دیا۔

کبھی وہ مروہ سے صفا کی طرف اور کبھی صفا کی طرف مروہ کی جانب دوڑتی تھیں۔ مگر جیب بچے کا خیال آتا تو واپس لوٹ آتی تھیں۔ ایک گھڑی اس دور ڈھوپ میں ایسی بھی آئی کہ بچہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو ماں کا کلیجہ پھٹ گیا۔ بتیابی سے یہ فاصلہ دور کر کے کیا۔ بچہ کو دیکھا تو آنکھوں میں ٹھنڈک آگئی اور دل کو سکون ملا۔ پھر اٹھیں۔ بچے کو سینے سے لگایا۔ بوسہ دیا اور اس کی تلیوں کو آنکھوں سے لگایا اور پھر دوڑنے لگیں۔

کہ اس قیامت کی گھڑی میں بچہ کے شدت پیاس سے بلکنے کی آواز آواز آئی تو ماں نے سمجھا کہ موت کی آخری ہچکی ہے۔ واپس لوٹ کر دیکھا تو جس پتھر کے سایہ میں بچہ کو لٹایا گیا تھا وہ پتھر آگ کی طرح تپش ریز ہو رہا ہے۔

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر کی اس تپش سے بچنے کیلئے کبھی ادھر کبھی  
ادھر کر وہیں بدل رہے ہیں! — اور شدتِ پیاس سے تنگ آ کر اڑیاں گر  
رہے، بس پھر کیا تھا — ماں کی ماتا تڑپ اٹھی کہ جان و جگر کا ٹکڑا ایک قطرہ  
آب کو ترس رہا ہے جو کہ تڑپتا ہوا مر جائے گا —

انتہائی حزن و ملال کے عالم میں معصوم اسماعیلؑ کو اپنے مقدس ہاتھوں میں  
اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کو بلند آواز سے پکارا۔! **یا اللہ المدد!**  
بس پھر کیا تھا — ادھر نبی بی ہاجرہ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے

تو ادھر! — بقول حفیظ جالندھری مرحوم! —

قربیب آئیں تو پیر کھولے ہوئے جب عریل کو پایا  
انگوٹھا چوستے سائے میں اسماعیل کو پایا  
ٹھٹھک کر رہ گئیں اک اور نظر ا نظر آیا  
قربیب پائے اسماعیل فوارہ نظر آیا!  
سید افتخار احسن یوں کہتا ہے —  
یہاں آ کر خدا کی شان کا جلوہ نظر آیا  
جہاں پتھر ہی پتھر تھے وہاں چشمہ نظر آیا  
اب زہزم — کا چشمہ جاری ہو گیا —  
جناب ہاجرہ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے!

”زہزم“

ٹھہر جا — لیکن چشمہ کا پانی ابلنے لگا اور پھینے لگا۔  
حضرت ہاجرہ نے اچھے گروا گروٹی اور تھپڑوں کی بارش بنا کر اسے پھیننے سے روکا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے — کہ اگر حضرت ہاجرہ پانی  
کو نہ روکتیں تو آج ساری دنیا — آبِ زم زم ہی پیتی! —  
قدرتِ خداوندی کی کرشمہ سازی ادھر بیٹھ ہوئی کہ اسماعیل علیہ السلام  
کے پاؤں کی ٹھوک سے آبِ زم زم کا چشمہ جاری ہو گیا! —  
اور ادھر حضرت ہاجرہ کو بیٹے کے لیے پانی کی تلاش میں کوہِ صفا  
اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات بار دوڑنے اور ادھر ادھر جانے کا یہ انعام  
ملا کہ خدا تعالیٰ کو ان کا دوڑنا بڑا ہی پسند آیا ایسے قرآن مجید میں یہ فیصلہ  
فرمایا:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِمَّا شَعَرْنَا لِلَّهِ

کہ — صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں —

اور قیامت تک کیلئے بی بی ہاجرہ کی بھاگ دوڑ ارکانِ حجِ مبارک  
میں شامل کر دی اور حجت تک حاجی ان صفا و مروہ کے درمیان اسی طرح  
جس طرح اماں ہاجرہ نے پانی کی تلاش میں سات چکر لگائے تھے  
زپور سے کرے اس کا حج قبول نہیں ہوتا — چاہے کوئی عام مسلمان ہو یا  
امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم —

طوافِ کعبہ کے بھی سات چکر اور صفا و مروہ کے درمیان بھی سات

پھیرے لازمی ہیں —

قارئینِ کرام! — یہ یاد رہے کہ ان دونوں پہاڑیوں کے

درمیان فاصلہ ایک طرف کا ۵۰۷ ذراع ہے —

تاریخ الحرمین الشریفین حصہ اول ص ۲۲۶ الحج عباس کرارہ —

عن جابر رضی اللہ عنہ۔ قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مَاؤُ زَمْزَمٍ لِّمَا شَرِبَ لَهُ۔  
 کہ۔ زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے! —

یعنی۔ ان شَرِبْتَ يَشْتَفِي شَفَاؤَكَ اللهُ۔  
 کہ اگر تو اسے شفاء کی غرض سے پیے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے شفاء دیگا۔  
 وَان شَرِبْتَهُ يَشْبِعُكَ اللهُ۔  
 اور تو بھوک دور کرنے کے لئے پیے گا تو اللہ تیری بھوک دور کر دیگا اور اگر پیاہ کے لئے پیے گا تو اللہ تجھے پیاہ دے گا۔  
 دارقطنی کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔  
 اِذَا شَرِبَ مَاؤُ زَمْزَمٍ

کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آب زمزم پیتے تو یہ دعاء کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عَلٰمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَ شِفَاؤًا مِنْ كُلِّ دَاۤءٍ۔

کہ اے اللہ۔ میں تجھ سے نفع دینے والا علم کا سوال کرتا ہوں اور اور وسیع رزق کا سوال کرتا ہوں اور ہر قسم کی بیماری کی شفاء کے لئے سوال کرتا ہوں!۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ آب زمزم میں اتنے کمالات ہیں اور اتنی صفات اور بیماریوں کے لئے شفاء ہی شفاء ہے۔ پیاہ تلاش کرنے والوں کے لئے پیاہ گاہ اور ہر مقصد کو پورا کرنے کا نسخہ ہے۔! —

یہ سب کچھ معصوم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں مبارک کی برکت کی بدولت حاصل ہوئے اور ان کے پاؤں کی ایک ٹھوکر کے صدقہ میں اتنی صفات پیدا ہو گئیں۔ اور پھر ابن ماجہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 اِنَّ آيَاتِهِ مَا بَيْنَ وَبَيْنَ الْمُنَافِقِينَ لَا يَتَمَيَّلُونَ مَاؤُ زَمْرَمَ -

کہ۔ ہمارے اور منافقین کے درمیان فرق کرنے والی ایک نشانی آب زمزم بھی ہے کیونکہ منافقین آب زمزم کم پیتے ہیں جیسے آج کے شہزادگانے عرب آب زمزم کی بجائے فرانس کا پانی پیتے ہیں!

اور پھر آب زمزم کی اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہوگی کہ دوسرے پانی اور شربت تو بیٹھ کر پیئے گا حکم ہے مگر آب زمزم کیلئے حکم یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے اور کھڑے ہو کر پیا جائے اور حاجی کے لئے حکم ہے کہ وہ آب زمزم کثرت سے اور پیٹ بھر کر پیا جائے۔

وَ اِنْ يُقْصَدِ بِشْرَبِهِ الشِّفَاءُ مِنْ امْرَاضِ الْجَسَدِ وَالْقَلْبِ -  
 اور اس قصد اور اس غرض سے پیا جائے تاکہ جسم اور دل کی بیماریوں کو شفاء حاصل ہو۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## وقدیة یذبح عظیم!

اور ہم نے ایک بہت بڑا ذبیحہ اس کے ذریعہ میں دیکر اسے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سچا لیا! —————

قاریین کرام! آپ اس اچھی نسبت کو دیکھئے جس کے باعث حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذنب جنت میں جائے گا۔  
ایک حلیم لڑکے کی اللہ کی طرف سے خوشخبری پانے کے بعد۔ جب وہ حلیم فرزند یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کچھ جوان ہوئے تو اللہ کے خلیلؑ کو اچانک رات کو سوتے میں ایک خواب آئی کہ

اے اللہ کے خلیلؑ اٹھو اور اپنے بیٹے کو میری راہ میں اور میری رضا حاصل کرنے کے لئے قربانی کرو۔ ————— تین راتیں یہی خواب آتی رہی کہ کوئی اچھی اور پیاری شے قربان کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب سے بیدار ہوئے تو بھیڑ، بکریاں اور اونٹ قربان کرتے لیکن تیسری رات اور تیسرے حکم میں صاف کہہ دیا گیا کہ میں ربِّ دو جہان ہوں بھیڑ، بکریاں۔ گائیں اور اونٹ لے کر راضی نہیں ہوں گا۔ میری رضا تو اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے میں ہے!

## انبیاء کا خواب حق

اور وحی ہوتا ہے

حضراتِ محترم — غور فرمائیے کہ قربان کر  
 دینے کا حکم براہِ راست بیداری میں نہیں دیا  
 گیا بلکہ خواب کے ذریعہ۔

اس کی دو وجوہات ہیں :

پہلی — یہ کہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ  
 رویہ والا نبیاءِ حق — کہ انبیاءِ علیہم السلام کی خواب حق اور وحی ہوتی ہے۔  
 دوسری — یہ کہ اپنے تختِ جگر کو جس کو آخری عمر کے حصے میں خدا تعالیٰ  
 سے التجا میں کر کے حاصل کیا گیا اور جب وہ بڑھاپے کا سہارا بننے کے لائق ہو تو اسکو  
 خود اپنے ہاتھ سے قربان اور ذبح کرنا ایک باپ کے لئے کوئی معمولی کام نہیں ہے  
 بلکہ یہ منزل بڑی ہی دشوار ہوتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا خلیل کسی دوسرے کے  
 حال میں پھنس جائے۔

اور پھر خواب میں بھی بذریعہ جبریل علیہ السلام حکم نہیں فرمایا گیا  
 بلکہ خود ذاتِ خداوندی نے ارشاد فرمایا تاکہ اگر جبریل علیہ السلام سے کہا گیا کہ تم  
 خلیل اللہ علیہ السلام کو میرا پیغام دے دو کہ وہ اپنے تختِ جگر اسماعیل کو ذبح  
 کر دو راہِ خدا میں رضائے الہی کے لئے تو ہو سکتا ہے کہ جبریل امین یہ کہہ کر خاموش  
 ہو جائے کہ یا اللہ جس حلیم بیٹے کی بشارت تو نے مجھ سے اپنے خلیلؑ کو دلائی  
 تھی اور اب اسی بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم میں کیسے دوں ! —

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب سے بیدار ہوئے تو چہرہ زبر کوئی  
 حزن و ملال اور نہ ہی دل و دماغ میں کوئی دسواہ تھا۔ — نہ بدن میں کوئی  
 اداسی اور آنکھوں میں کوئی بکسی کی کوئی جھلک تھی۔ — بلکہ خوشی و مسرت

میں جھوم رہے تھے کہ اگر میرا پورا دگر میرے فرزند کی قربانی سے راضی ہو جائے  
 تو میرے لئے اس سے بڑھکر اور کیا خوشی کی بات ہو سکتی ہے —  
 اپنی وفا شعار بیوی سے فرمایا کہ آج ہمارے بیٹے کو اچھی طرح بناؤ،  
 سنوارو، غسل دو اور نئے کپڑے پہناؤ کیونکہ آج ہم اپنے پیارے اسماعیلؑ  
 ایک اچھی جگہ گھمانے لے کر جائیں گے۔

وفا شعار و جانثار بیوی نے حکم کی مطابقت پیچھے کو غسل کر کے خوب بناؤ شکھا  
 کر کے تیار کر دیا۔ اس کے بعد خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک رسی اور ایک تیز  
 چھری لی اور کوہ بوقریس کے مناکے مقام پر پھٹ گئے۔

حضرت اسماعیل صاف ستھرا لباس پہنے قریب ہی پہاڑ پر اپنی بکریاں چرا

رہے تھے۔

پہاڑی پر سے دی آواز اسماعیل ادھر آؤ  
 ادھر آؤ خدائے پاک کا ارشاد سن جاؤ  
 پدر کی یہ صدا سنکر سپردوڑا ہوا آیا  
 سرکا ہرگز نہ اسماعیل گو شیطان نے بہکایا  
 بیٹا حاضر خدمت پدر ہوا۔ اور عرض کی ہے۔  
 ابا جان حکم!

فرمایا بیٹیا میں نے آج رات ایک ایسا سہانا خواب دیکھا ہے اور  
 یہ خواب میری زندگی کی کتاب کا ایک سہری باب ہے!  
 عرض کی ابا حضور کھل کر بیان کریں۔

فرمایا:

یہ دیکھا ہے کہ میں خود آج تجھ کو ذبح کرتا ہوں  
خدا کے نام سے تیرے لمبوں ہاتھ بھرتا ہوں  
بس پھر کیا تھا فرزندِ رحیم نے نہ سوچا، نہ سمجھا، نہ تامل، نہ گھبراہٹ  
اور نہ کوئی پریشانی — فوراً —

سعادت مند بیٹا جھک کیا فرمان باری پر  
زمین و آسمان حیران تھے اس اطاعت گزار کا  
اور ہوتے بھی کیوں نہ جبکہ وہ کوئی پاکستانی کا نافرمان بیٹا نہیں تھا۔  
ماں باپ کلبے ادب اور گستاخ لڑکا نہیں تھا بلکہ حضرت خلیل اللہ کا  
اطاعت گزار۔ فرما تبردار اور حلیم نخت جگر تھا —  
بڑے ہی تحمل مزاجی سے جواب دیا —

اب جان پھر دیر کیسی جو کچھ حکم ملا ہے کر گزریے!  
سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ —  
انشاء اللہ آپ ہر حالت میں مجھے صابر پائیں گے۔ — حلیم ہونے  
کے ساتھ اگر مجھے صابر ہونے کا رتبہ بھی مل جائے تو مجھے اور کیا چاہیے اور وہ بھی اللہ  
تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور رضائے الہی کے پیش نظر تو میرے لئے  
اور خوش قسمتی کیا ہوگی؟ —

دونوں باپ اور بیٹا راضی ہو گئے باپ ذبح کرنے کیلئے اور بیٹا ذبح  
ہونے کے لئے —  
فَلَمَّا اسْتَلَمَا — جب دونوں نے تسلیم و رضا کی وادی میں قدم  
رکھ دیا — تو

سورة - الصافات - تفسیر روح البیان جلد ۲ ص ۲۱۳  
 اِنَّهٗ رَمَى الشَّيْطَانَ حِيْنَ تَعَرَّضَ لَهٗ بِالْوَسْوَسَةِ عِنْدَ  
 ذِجْرِ وَاٰلِهٖ —

کہ۔ شیطان اس نیکی کے راستہ میں دیوار بن کر کھڑا ہو گیا اور  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگا! —

اللہ کے خلیل ہوش کر۔ — اپنی ضیعفی کا عصا اپنے ہاتھ سے توڑنے  
 لگے ہو۔ اور اپنے بڑھاپے کا سہارا خود بر باد کرنے لگے ہو۔

کیا کسی باپ نے ایسا کیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے ہی معصوم  
 نجات جگہ لگے پر چھری چسلائے! —

خلیل اللہ علیہ السلام نے جواب دیا۔ — مجھے اللہ تعالیٰ نے  
 حکم فرمایا ہے! —

شیطان — کس طریقہ اور کس انداز میں سوتے میں — یا۔  
 جاگتے میں — نیند میں یا بیداری —؟

جواب دیا — اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ — خواب میں!

شیطان — یہ تو شیطانِ دوسوہ ہو گا! —

فرمایا — نہیں — رُوٰیاءُ الْاَنْبِیَاءِ حَقٌّ وَوَحْیٌ — کہ

انبیاء علیہم السلام کی خواب بھی حقیقت پر مبنی ہوتی ہے اور وحی الہی ہوتی ہے۔

پھر خلیل اللہ علیہ السلام نے پورے جلال سے پوچھا تو کون ہے جو میرا راستہ

روک رہا ہے اور مجھے خدا کے حکم کی تعمیل میں دیوار کھڑی کر رہا ہے —

شیطان نے کہا — اَنَا بَلِیْسٌ —

تو سات کنکر مارے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور فرمایا ! —

رفع ہو جا یہاں سے —

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے سات کنکر ابلیس لعین کو مارے ہوئے

قیامت تک کے لئے سنت ابراہیمی بنا دیئے گئے ! —

یہاں سے نا امید ہو کر اور اپنی شیطانی دیوار کو منہدم ہوتا دیکھ کر —

وہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو درغلانے — دوسوہ میں

ڈالنے — اور نیکی و ثواب کے اس راستہ سے ہٹانے کے لئے آگیا۔

نزہت المجلد ۱ ص ۱۶۹ — فَلَمَّا خَرَجَ بِهِ جَاءَهَا

الشَّيْطَانُ — وَقَالَ يَا هَاجِرَةُ إِنَّ ابْنَهُ هَيْمٌ يُرِيدُ ذَبْحَ اِسْمَاعِيلَ۔

اے ہاجرہ !۔ جانتی ہو آج ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام

کو بنا ستوار کر کہاں لئے جا رہا ہے ! —

فرمایا — نہیں —

شیطان — اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے ارادہ سے۔

ہاجرہؑ — وہ کیوں ؟ —

شیطان — زَعَمَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَمْرًا !

اس کا وہم و خیال ہے کہ اُسے اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے !

ہاجرہؑ — قَالَتْ سَلَّمْنَا أَمْرًا لِلَّهِ —

کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر پورا پورا یقین ہے — اور اس

کے پر ہمارا تسلیم ہے !

فَلِحَقِّ اِسْمَاعِيلَ — شیطان لعین، حضرت ہاجرہ سے بھی

میلوس ہو کر حضرت اسمعیل علیہ السلام کے پاس جا پہنچا۔

اور وہی الفاظ دہرائے جو حضرت ہاجرہ سے کہے تھے۔

حضرت اسمعیل علیہ السلام نے بھی وہی جواب دیا جو کہ ان کی والدہ ماجدہ نے دیا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قربان ہونے کو تیار ہوں۔

یہاں سے بھی ناامید ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا ملا اور کہنے لگا۔۔۔۔۔ اپنی زندگی کے آخری سہارے اور اپنے اس سخت جگر کو ذبح کرنے لگے ہونے سے تم نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا ہے۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ۔

شیطان نے پھر کہا۔۔۔۔۔ بَإِذْنِ الشَّيْطَانِ فِي الْمُنَاقِمِ۔ کہ۔

ہو سکتا ہے کہ خواب میں آپ کے پاس شیطان آیا ہو اور اس نے آپ کو یہ حکم دیا ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان سے غصہ میں فرمایا۔

أَلَيْكَ عَنِّي يَا عَدُوَّ اللَّهِ۔ کہ۔

میری طرف سے تجھ پر لعنت ہے اور اے اللہ کے دشمن دور ہو جا مجھ

سے۔۔۔۔۔ اور پھر

حضرت اسمعیل علیہ السلام نے والدِ مکرم سے کہا۔

ارْفَعْ قَمِيصِي إِلَىٰ أُمِّي۔ کہ۔

میری قمیص میری امی جان کو دے دینا۔

وَاقْرَأِيهَا السَّلَامَ مِنِّي۔ اور

میری والدہ محترمہ کو میرا سلام بھی پہنچا دینا۔ اور اگر

فَإِنْ سَأَلْتَكَ عَنِّي — اگر میری اماں جان، آپ سے  
 میرے بارے میں دریافت کریں — تو انہیں جواب دینا —  
 تَرَكْتَهُ عِنْدَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ وَصِيَّتِي! — کہ  
 میں اسے لیے مہربان کے پاس چھوڑ آیا ہوں جو کہ تم سے بھی اور مجھ

سے بھی بہتر ہے —

یعنی اللہ تعالیٰ کے حوالے کر آیا ہوں! —

”شاہنامہ اسلام“ — حفیظ جالندھری مرحوم نے اس قربانی کے درذناک  
 واقعہ کی خوب منظر کشی اور اس ذبحِ عظیم کے پرسوز حادثہ کی خوب تفسیر کی ہے۔  
 کہ عتر — عجب ہتاشش تھے دونوں رضائے ربِ عزت پر  
 تامل یا تذبذب کچھ بھی نہ تھا دونوں کی صورت پر  
 کہاں زندہ نہ لے باپ اسماعیل صابر ہے  
 خدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے

تفسیر کبیر جلد ۷ ص ۱۵۳ — حضرت اسماعیل علیہ السلام

نے عرض کی ابا جان — يَا اَبْتِ اشْدُدْ رِيبًا طِيْفِي — مجھے رسی سے

باندھ لیجئے — تاکہ اگر میں چھری کے نیچے ترپوں تو آپ کو رحم نہ آجائے۔

وَ اَكْفُفْ عَنِّي شَيْبًا بَكَ — اور اپنے کپڑے بھی مجھ سے بچا

کے رکھیں — تاکہ میرے خون کے قطرے آپ کے لباسِ اظہر پر نہ گریں۔

اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر شریف صرف سات برس تھی یا پھر ترہ

سال کی

وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ — پھر باپ نے نیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا —

بیٹے نے عرض کی — ابا حضور! مجھے اونڈھا لٹالیں —  
پوچھا — بیٹا کیوں؟ —

جواب دیا — کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو میری صورت دیکھ کر رحم  
آجائے اور آپ کے ہاتھ سے پھری گرجائے۔  
آخر کار — باپ نے ایسا ہی کیا۔

اور پھر —

پچھاڑا اور گھٹنا سینہ معصوم پر رکھا  
چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا  
آسمان کے فرشتوں نے جب یہ المناک نظارہ دیکھا تو ان کی چنچیں  
نکل گئیں — اور زمین و آسمان کانپ گئے۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ شاید ایسے بھی کر آج تک کوئی فرشتہ اللہ  
کے نام پر اس طرح قربان ہوتا نہ دیکھا گیا جس طرح یہ دونوں باپ بیٹے خدا  
کے نام پر اپنے آپ کو قربان ہونے اور قربان پر مائل ہیں۔ عجب انسان ہیں  
دونوں صبر و رضا کے پیکر۔ رضائے الہی کی خاطر باپ ذبح کرنے پر خوش  
اور بیٹا قربان ہونے پر راضی! —

نزہت المجالس۔ جلد اول ص ۱۰۱۔

وَفَتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ — اور جنت کے دروازے کھول دیئے  
گئے تاکہ آسمان کے فرشتے دیکھ لیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کو تمہاری تسبیح و تحلیل  
حمد و ثناء اور رکوع و سجود کی ہی ضرورت نہیں ہے، اسے تو ایسے بندے  
بھی چاہئیں جو ان صفات کے ہو کہ خواب کو بھی وحی الہی سمجھ کر قربانی کے جذبہ

سے سرشار ہو کر میری خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کی خاطر ایک باپ اپنے بیٹے  
 کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو جائے اور بیٹا اپنے باپ کی بات پر یقین رکھتے ہوئے  
 اطاعت گزاری کا ثبوت دینے کے لئے اللہ کی راہ میں قربان ہو جانے فخر کرے  
 اور پھر حضرت باجرہ جیسی مقدس ماں بھی چاہیے جو شیطان کے جال کو  
 نہ کر اپنے سخت جگر کو خدائے اعلیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے وفادار بیٹے کو  
 بھگوانا اور اس نہ ہو۔

وَقِيلَ — اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کریم نے حضرت جبریل علیہ  
 السلام کو وحی بھیجی۔

أَذْرِكُهُ وَإِنْ قَطَعَتِ السِّكِّينُ عَنْهُ شَيْئًا لَا تَحْوُنَكَ مِنْ

دِيْوَانِ الْمَلَائِكَةِ —

کہ — فوراً جاؤ اور دونوں باپ بیٹے کو پکڑ لو۔ اور اگر اسمعیل  
 علیہ السلام کا چھری نے ایک بال بھی کاٹا تو فرشتوں کے دفتر سے تمہارا نام کاٹا جائیگا۔  
 اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کئی بار چھری چلائی مگر اسمعیل  
 علیہ السلام کا ایک بال بھی نہ کاٹ سکی۔

تو غصہ میں آکر ہاتھ سے چھری پھینک دی! —

اور پھر چھری نے کہا — لَمْ تَغْضَبْ —

یا خلیل اللہ — آپ مجھ پر غضب ناک کیوں ہوئے —

فرمایا — اس لئے کہ تو اسمعیل علیہ السلام کا گلا تو ایک طرف رہا

اس کا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکی۔

چھری نے جواب دیا — كَيْفَ لَمْ تَحْرِقِ النَّارُ

کہ۔ آتشِ نرود نے آپ کو کیوں نہ جسلا یا تھا۔  
 فرمایا۔ ایلئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ کو حکم ملا تھا۔  
 يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ اِبْرَاهِيْمَ۔ کہ اسے  
 آگ ٹھنڈی ہو جا اور میرے ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی والی بن جا!۔  
 چھری نے پھر عرض کی۔ خَرَجْتُ سَبْعِيْن مَرَّةً لَا تَقْطَعُنِي شَيْئًا  
 کہ مجھے ستر دفعہ کہا جا رہا ہے کہ خبردار اسمعیل علیہ السلام کی کوئی شے  
 نہ کافی جائے۔

میرا اپنا شعر ہے جو کہ میں نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں جناب حجرات آباد  
 مرحوم کی صدارت میں پڑھ کر رئیس المتغزلین سے داد وصول کی تھی۔  
 نہ احساس ایذا کچھ بھی ہوا وقت ذبح مجھ کو  
 تہ خنجر لگی تھی آنکھ اپنی چشمِ قاتل سے  
 غرضیکہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین دفعہ اپنے معصوم  
 بیٹے پر پھری چلائی مگر بیٹے کا بال بھی پھری نے نہ کاٹا۔ حضرت ابراہیم  
 علیہ السلام حیران تھے کہ کیا ماجرا ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے اور کیا  
 کہیں اس امتحان میں قیل تو نہیں ہو رہا!

یہ سوچ ہی رہے تھے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے آواز آگئی۔  
 صَدَقْتَ الشُّرُيَاءُ۔

کہ۔ اے ابراہیم علیہ السلام! بس اتنا ہی کافی ہے اور تو نے  
 اپنا خواب سچا کر دکھایا ہے۔ ایلئے کہ میرے حکم کے بعد نہ خود تمہارے  
 چہرہ پر شکن آئی اور نہ ہی تیرے جانثار بیٹے کی پیشانی پر حزن و ملال کے

تاریخ کھائی دیتے ہیں! —  
 وَسَلَامٌ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ - اِنَّكَ مِنْ عِبَادِنَا الْمُحْمَدِيْنَ -  
 اور ہماری طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔ اس جذبہ۔ تعمیل۔ اور  
 کامیابی پر انعام کے طور پر ہزاروں سلام ہوں۔ — کیونکہ وہ ہمارے

کامل الایمان بندوں میں سے ہے —  
 پھری چلاتے وقت جبریل علیہ السلام نے کہا اللہ اکبر۔ اللہ اکبر  
 اسمعیل علیہ السلام نے کہا۔ — لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور ابراہیم علیہ  
 السلام نے کہا واللہ اکبر! —  
 وَقَالَ جِبْرِیْلُ يَا اِبْرٰهِيْمَ اِنَّ اللّٰهَ اَعْطٰكَ بِبَصْرِكَ  
 دَعْوَةً لِّكَ مُسْتَجَابَةً —

کہ۔ اے ابراہیم علیہ السلام، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صبر کے بدلے  
 دعائے مستجاب عطا کی ہے۔ —  
 کوئی دعا کرنی ہو تو کہو۔ — تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا  
 کی۔ — اَللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبْ اَحَدًا مِنْ اُمَّتِ مُحَمَّدٍ —  
 کہ۔ اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ اصل اللہ علیہ وسلم کے کسی امتی کو بھی  
 عذاب نہ دینا۔ —

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ کریم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا  
 کہ۔ — اَدْرِکْهُ —  
 اسمعیل علیہ السلام کو فوراً پرواز کر کے پکڑے یعنی اسے پھری کے نیچے سے  
 نکال لو۔ — تفسیر روح البیان جلد ۳ ص ۳۱۱ چنانچہ ایک

دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا؟  
 هَلْ أَصَابَكَ مُشَقَّةٌ وَتُعِيبُ فِي تَرْوِيكَ مِنَ السَّمَاءِ —

کیا تجھے آسمان سے نازل ہوتے وقت کبھی کوئی تکلیف اور مشقت بھی ہوئی  
 تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا!  
 نَعَمْ أَرْبَعَةٌ مُوَاضِعٌ —

ہاں چار دفعہ! —

الْأَوَّلُ حِينَ أَلْقَى إِبْرَاهِيمُ فِي النَّارِ كُنْتُ تَحْتَ الْعَرْشِ قَالَ  
 اللَّهُ تَعَالَى أَذْرَاكَ عَبْدِي! —

پہلا یہ — کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غرود نے آگ کے بھڑکتے  
 ہوئے شعلوں کی نذر کیا تو میں عرش کے نیچے یہ المناک حادثہ دکھ رہا تھا کہ اللہ جل  
 شانہ کی طرف سے حکم ہوا کہ جب ریل اپنا پورا زور لگا کر اور اپنے پورے پھر سو  
 پیروں کی طاقت صرف کر کے جاؤ اور میرے نیک — صالح اور برگزیدہ پیغمبر  
 حضرت ابراہیم کو پکڑ لو — یعنی بچا لو —

چنانچہ میں پرواز کر کے پہنچا — اور کہا کوئی حاجت ہے تو بتاؤ!  
 تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا — أَمَا إِلَيْكَ فَلَا! —  
 حاجت تو ہے پر تجھ سے نہیں! —

نسبت المجالس میں فرمایا ہے کہ — نَعَمْ —

کہ — ہاں حاجت ہے تو جبریل نے پوچھا کونسی؟

تو فرمایا — إِنْ تَكُونُ مَعِيَ فِي النَّارِ —

کہ میرے ساتھ آگ میں پھلانگ لگاؤ! —

دوسرا — حِينَ وَضَعَ اِبْرَاهِيْمُ السِّكِّينَ عَلَى خَلْقِ  
اسْمَعِيْلَ كُنْتُ تَحْتِ الْعَرْشِ — کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کے  
معصوم حلق پر چھری رکھی تو میں عرش کے نیچے یہ دردناک نظارہ دیکھ رہا تھا۔  
تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آن واحد میں زمین پر جاؤ اور میرے ذبح ہونے  
والے صالح۔ صابر اور اطاعت شعار پیارے رسول حضرت اسمعیل علیہ السلام  
کو بچاؤ۔

چنانچہ حکم الہی سنکر میں نے اپنی پوری قوت سے پرواز کر کے زمین

پر پہنچا۔

فَقَلَّبْتُ السِّكِّينَ — میں نے چھری کو پھیر دیا۔  
تیسرا — جب کفار مکہ نے جنگِ احد میں آپ کا دندانِ مبارک  
شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جاؤ۔  
ادْبَارِكْ دَمِ حَبِيْبِي — اور میرے محبوب علیہ السلام کے  
خونِ مبارک کو اپنے پروں پر اٹھا لو۔ کہ وہ زمین پر گرے!  
فَاِنَّهُ لَوْ سَقَطَ مِنْ دَمِهِ عَلَى الْاَرْضِ لَقَطَعْنَا مَا اَخْرَجَتْ  
مِنْهَا مَنَابِتًا وَلَا شَجَلًا —

کیونکہ اگر میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خون کا قطرہ زمین  
پر گر گیا تو زمین پر کوئی سبز اور کوئی درخت پیدا نہیں ہوگا۔ تو یا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم زمین پر آن واحد میں پہنچا اور آپ کے خونِ مبارک کو ہوا میں اڑا دیا۔  
پیشتر اس کے کہ وہ زمین پر گرے۔

پہلام — حِينَ اتَّقَىٰ يُوسُفُ فِي الْحَبِّ — کہ  
جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان کے اندھیرے کنوئیں میں پھینکا  
گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ جاؤ میرے ہونے والے صابروں کا کرنی  
کو کنوئیں میں گرنے سے پہلے سنبھال لو —

چنانچہ — میں نے اپنی پوری طاقت و قوت سے پرواز کی اور اپنے چہرے  
پر روں کو کھول کر اس اندھیرے کنوئیں میں آیا اور حضرت یوسف کو کنوئیں میں گرنے  
سے پہلے اپنے پروں پر اٹھالیا اور انہیں ایک پتھر پر آرام سے بٹھا دیا —  
صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ یہ قدرت الہی کی کرشمہ  
سازی ہے ورنہ کہاں چھڑی کا حلق پر چلنا — کہاں آگ کے شعلوں میں  
گرنے — کہاں خون کے قطرہ کا زمین پر پڑنا — اور کہاں یوسف کا کنوئیں  
میں اتنا اور کہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا عرش کے نیچے ہونا اور کہاں  
سدرۃ المنتہا میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا اور کہاں کروڑوں میل کا  
فاصلہ اللہ کی شان اور خدا کی قدرت کے ساتھ ساتھ جبرئیل علیہ السلام کے  
قوت اور چہرہ سو پروں کی طاقت دیکھو ! —

حضرات محترم — اگر کروڑوں میل کا فاصلہ ایک آن واحد میں  
حضرت جبرئیل علیہ السلام زمین پر عرش سے آسکتا ہے تو امام الانبیاء  
صلی اللہ علیہ وسلم ایک آن واحد میں زمین سے عرش پر کیوں نہیں جاسکتے !  
اقبال مرحوم کہتا — کہ

ع — سبق بلا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے  
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

تو قاری نے کرام! — جبریل علیہ السلام آن واحد میں زمین کی  
 وادی میں اتارے اور جنت سے ایک دُنبہ یا مینڈھا بھی ساتھ  
 لائے جو چار ہزار سال تک جنت میں پلتا اور چرتا رہا۔ —  
 اور پھر حکم ہوا کہ اے میرے برگزیدہ رسول اور صالح نبی اور صابر پیغمبر  
 — اب اپنے نخت جگر اسمعیلؑ کی بجائے اس دُنبہ کو ذبحہ کر دو۔ —  
 تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جنت سے لائے ہوئے دُنبہ  
 کو ذبحہ کر دیا جسے قرآن مجید نے بَدِیْحٍ عَظِیْمٍ کہا ہے یعنی عظیم اور بہت بڑی  
 شے ذبحہ کی گئی۔ — اور اس طرح اسمعیل علیہ السلام کے جگہ اسے  
 مینڈھے کا فدیرہ دے دیا گیا۔ — ذبحہ کر دیا گیا اور قربان کر دیا گیا۔ — تو اس  
 اس دُنبہ کی یہ نسبت کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کے بدلے میں ذبحہ کر  
 دیا گیا اسے جنت میں لے جائے گی۔ —

امام غزالی اور علامہ صفوری نے سب سے فرمایا ہے۔ — کہ

نسبت اچھی ہو تو جنت میں جانا مشکل نہیں

اقبال مرحوم نے اس قربانی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ — کہ

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسمعیلؑ کو آدابِ فرزندگی

اور ایک دوسرے شاعر نے بھی قرآن پاک کے اس دردناک واقعہ

کو یوں بیان کیا ہے۔ — کہ

دیا تھا سب سے پہلے کس نے سر میرے خدا تجھ کو  
 کہ مقتل سے ابھی تک رسمِ قربانی نہیں جاتی

اصل میں یہ شعر لویں تھا۔۔۔۔۔

دیا تھا سب سے پہلے کس نے سر کے سنگدل تجھ کو  
تو سید افتخار احسن نے سنگدل کی بجائے میرے خدا کہہ دیا ہے۔۔۔  
قارئین کرام! — یہ تینوں باپ بیٹے اور باجرہ کی کتنی عظمت  
پائی جاتی ہے کہ تینوں نے شیطان کو کنکر مارے اور خدا نے ان کے اس حسن  
کردار کو اپنے حج مبارک کے لئے رکن بنا دیا۔۔۔

سید افتخار احسن کے نزدیک یہ قربانی — یہ فدیہ اور یہ ذریعہ کوئی  
معمولی شے نہیں تھی۔ ایسے کہ ایک پیغمبر کے بدلے اپنی جان دینی۔ اپنے  
آپ کو قربان کرنا اور اللہ کے خلیل کی خواب کو سچ کرنے کے لئے پھری کے  
بچے آپ ذبح ہو جانا ایک عظیم کارنامہ اور انتہائی جان نثاری کی دلیل ہے  
اور اسی لئے قرآن حکیم نے اس فداکاری کو بذریعہ عظیم فرمایا ہے۔

ع۔ غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم  
انتہا ہے اس کی حسین اور ابتلا ہے اسماعیل



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

# اللہ کے خلیل کی دعائیں

اور

## عرب کے شہزادے

قارئین حضرات! — حضرت اسمعیل علیہ السلام کے ذنبہ کے جنت کی قرآن حکیم کے مطابق سچی کہانی تو آپ نے سن لی اب ذرہ دونوں باپ اور بیٹے کا ایک اور قرآنی قصہ بھی ملاحظہ فرمائیں — کہ دونوں باپ بیٹے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمعیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اللہ کا گھر بنایا اور رب واکوٹھا تیار کیا — جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے —

سورة البقرہ - آیت ۱۲۷ — وَ اذِیْرَفْعُ اِبْرٰهٖمُ  
الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ —

اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی بنیادیں — اور اسماعیل — اور  
دونوں یہ دعا بھی کرتے جاتے تھے کہ یارب ہماری اس محنت کو قبول فرما! —

بیشک تو ہی سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اور پھر تعمیر کعبہ کے العام کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی اس پتھر کو جائے نماز بنا دیا۔  
وَ اتَّخَذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّیٰ

خانہ کعبہ تعمیر تو ہو گیا لیکن بے آب و گیاہ خطہ میں جہاں نہ کوئی فصل نہ کوئی سبزی اور نہ کوئی زراعت، نہ کھیتی باڑی۔ بس فلک بوس پہاڑوں کا سلسلہ۔ پہاڑیوں کے دامن اور چٹانوں کی بلندیوں کے ساتھ حدنگاہ تک پھیلے ہوئے صحرائے عرب کے ریت کے ٹیلوں کے سوا اور کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا اور آتش فشاں پہاڑ کی طرح جھلسا دینے والے گرم ہوا کے جھونکوں کے علاوہ اور کوئی شے نظر نہیں آتی تھی۔

یہ بھی ایک حضرت اسماعیل علیہ کا اعجاز نبوت سمجھو کہ بچپن میں ہی پاؤں کی ٹھوک سے آب زمزم جاری کر دیا تھا تاکہ عرب کے اس وسیع ریگستان میں پانی کی ایک لہر بھی جاری ہو جائے تاکہ آنے والی انسانی نسلیں ملت ابراہیمی اور اولاد اسماعیل کی شکر گزار رہیں۔

اور یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوراندیشی اور پیغمبرانہ فکر و سوچ ہی کا نتیجہ ہے کہ اس بے آب و گیاہ خطہ میں اور ان پہاڑوں کے دامن میں اس پتے ہوئے ریگستان کے ٹیلوں میں کبھی کبھی کوئی آبادی ہوگی اور لوگ دور سے آکر یہاں بستیاں آباد کریں گے اور پھر ہر طرف سے خانہ کعبہ کا طوف اور خانہ کعبہ کا حج مبارک کرنے والے اہل ایمان یہاں آکر کھائیں گے کیا! یہ سوچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔

## سورت البقرہ - آیت ۱۲۶

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ  
مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

پھر سورۃ ابراہیم - آیت ۲۵

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا  
اور آیت ۳۶ میں - وَإِنَّهُمْ لَعَالَمٌ لَّيُكْفَرُونَ -

کہ - یارب اس شہر کو امن والا بنا دے اور اس شہر کے رہنے والوں کو  
جو کہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ انہیں پاک و صاف پھلوں سے رزق عطا کر تاکہ  
یہ لوگ تیرے شکر گزار اور احسان مند ہوں

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ

میں اپنی اولاد کو ایک ایسی وادی میں چھوڑ چلا ہوں، جہاں کوئی خورد و نوش  
کا سامان اور زراعت یعنی کھیتی باڑی کا کہیں نام و نشان تک نہیں ہے۔ اس لئے  
انہیں تازہ پھلوں سے رزق مہیا کر

تاریخ الحرمین الشریفین - حصہ اول ص ۶۵ مکہ مکرمہ از عباس کرارہ -

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۲۲۵ - حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا معصوم و صابر  
حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گود میں لئے بیٹھی ہے۔ ایک دودن کی خوراک  
بھی ختم ہو چکی ہے

ثُمَّ عَطَشَتْ وَعَطَشَتِ الصَّبِيُّ

پھر ہاجرہ رضی اللہ عنہا  
کو بھی اور اس کے معصوم بچہ کو بھی پیاس لگی اور پھر اسماعیل کو پیاس نے تنگ  
کیا۔ ہاجرہ تو کوہ صفا و مردہ کی پہاڑیوں کے درمیان پانی کی تلاش میں بھٹنے

لگیں اور ادھر — ضَرْبَ بَقْدُمِهِ فَعَارَتْ عَيْنَا —

حضرت اسمعیل علیہ السلام نے اپنے دونوں پاؤں شدتِ پائس سے مجبور ہو کر پتھر پر پارے تو آبِ زمزم کا چشمہ فوارے کی طرح ابل پڑا۔ حضرت ہاجرہؓ نے چشمہ کے ارد گرد پتھروں کی بارگھڑی کر دی تاکہ پانی ادھر ادھر پھیل کر ضائع نہ ہو جائے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —

رَحِمَ اللهُ اُمَّرًا سَمِعِيْلًا لَوْلَا اَنْهَا عَجَلْتُ لَكَانَتْ زَمْرَعَيْنَا

معینا — کہ

” اللہ تعالیٰ، حضرت اسمعیل کی والدہ پر رحم فرمائے، اگر وہ جلدی سے آبِ زمزم کے ارد گرد بار نہ بنا تیں تو یہ چشمہ ساری دنیا کے لئے کافی ہوتا“ حضرت ہاجرہؓ رضی اللہ عنہا پورے اطمینانِ قلب اور پرسکون چشمہ کے ارد گرد بیٹھتی ہیں اور چشمہ کے ارد گرد پرندے چھپاتے اڑتے پھرتے اور اپنی چونچیں آبِ زمزم میں ڈبو کر اپنی پیاس بجھا رہے ہیں —

اعلیٰ حضرت — تفسیر کنز الایمان — حاشیہ نمبر ۹۱

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور سب پہلے عرب کے مشہور اور پرانے قبیلہ جرہم کا ادھر سے گزر ہوا —

انہوں نے دیکھا کہ اس وادی غیر ذی ذرع اور کوہساروں کے وسیع سلسلہ میں پرندے اڑ رہے ہیں۔ قبیلہ والے سمجھ گئے کہ یہاں ضرور کہیں پانی موجود ہے ورنہ یہاں پرندوں کا اڑنا کیا؟ وہ اس طرف چل پڑے جدھر پرندے اڑ رہے تھے، جب قبیلے کے لوگ قریب آئے تو ان کے تعجب و حیرانی کی کوئی حد نہ رہی کہ ایک صاف و شفاف، ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ فوارے کی طرح ابل رہا ہے۔

اور ایک خاتون خوشی و مسرت کے عالم میں سر جھکائے بیٹھی ہے۔  
 قبیلے کے لوگ پیاس کے مارے نڈھال ہو رہے تھے اور پانی کی تلاش میں  
 ہی عرب کے صحراؤں اور خشک چٹیل پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے وہ ادھر آنکے تھے۔  
 اور اب ٹنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ ان کے سامنے تھا۔ ان کی خوشی کا اندازہ ان کے  
 چھلکتی آنکھوں سے صاف لگایا جاسکتا کیوں کہ عرب کے صحراؤں میں پانی کا ملنا زندگی  
 کی سب سے بڑی نعمت تصور ہوتا تھا۔

جب وہ آب زمزم کے چشمہ کے پاس آئے اور ایک عصمت و خفت  
 مآب خاتون کو اس کے قریب بیٹھے دیکھا تو ہاتھ غیبی سے ایک سرور کن آواز  
 آئی۔ جس سے انہیں بھی سکون دل حاصل ہو گیا۔

شاہنامہ اسلام — میں ضبط جالندھری مرحوم نے کیا خوب نقشہ کھینچا

ہے۔ کہ صخر

نذا آئی کر اے جرہم کے بیٹو ! باد یہ گردو

ادب کی جا ہے لے بوڑھو، جوانو، عورتو، مردو

یہ وہ عورت ہے قربان عورتیں جس کی شرافت پر

یہ ایسی ماں ہے مائیں رشک کھائیں جس کی قسمت پر

یہ ام المسلمین ہے اور شہزادی ہے صحرا کی

اسی کے تازنیں قدموں سے آبادی ہے صحرا کی

یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے

یہ پیغمبر کی بیوی ہے وہ پیغمبر کا بیٹا ہے

قبیلہ جرہم کے لوگوں نے بڑے ادب و احترام اور نہایت ہی

عجز و انکساری سے حضرت ہاجرہؓ کو سلام کیا اور ساتھ کئی قسم کے نذرانے اور تحائف بھی پیش کیے اور اس جگہ اپنے خیمے لگانے کی اجازت طلب کی۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی۔ بس پھر انہوں نے اپنی رہائش و قیام کے لئے چشمہ کے ارد گرد اپنے خیمے نصب کر کے اپنی کمریں کھول دیں اور یہ پہلی آبادی تھی جو آب زمزم کے چشمہ کے ارد گرد بنی اور مکہ آباد ہونے لگا۔ اور

پھر رفتہ رفتہ ادھر ادھر کے قافلے پانی کی تلاش میں سرگرداں اس طرف آنکلتے اور یہیں آباد ہوتے گئے اور جو اس صحرا میں ٹھٹک گئے وہ سینکڑوں میل چل کر بھی سراب میں گم ہو گئے اور ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

بالآخر — صدائے خلیل علیہ السلام اور مشیت الہی اپنا رنگ دکھانے لگی اور مکہ مکرمہ آباد ہونے لگا۔ جس کی نشاندہی قرآن مجید میں یوں کرائی ہے۔ کہ  
 اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى  
 لِلنَّاسِ — فَبِذِ اٰیٰتٍ بَيِّنٰتٍ — مَّحَمَّدٌ اِمْرًا وَّهٰٓؤُنَا مِنْ دَخْلِهِ  
 كَلِمًا اٰمِنًا

حضرات گرامی — حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مندرجہ بالا قرآنی دعاؤں اور ارشاد باری تعالیٰ کا لب لباب یہ ہے اور ان سے

خلیل اللہ کی دعاؤں کا  
 لب لباب

مندرجہ ذیل حقائق کھل کر سامنے آتے ہیں

۱ — یا اللہ اس بے آب و گیاہ وادی کے رہنے والوں کو ہر طرح کے اور ہر طرح کے اور ہر موسم یا بے موسم کے تروتازہ پھلوں اور میوہ جات سے رزق

مہیا فرما۔

۲۔ اور اس شہر کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا دے۔

۳۔ اور اس شہر میں جو بھی داخل ہو جائے اسے امان دے دے۔

مَنْ أَمِنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

جو بھی ان میں سے اللہ اور آخرت پر ایمان لائیں ان کے لئے یہ نعمات و

اکرامات مخصوص کر دے!۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔ خزانہ العرفان تفسیر۔۔۔ حضرت

صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔ فرماتے ہیں کہ۔ اس شہر کو امن و امان والا بنا

دے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ حرم کعبہ میں قتل و غارت حرام ہے اور وہاں

شکار تک کو امن ہے۔ یہاں تک کہ حرم شریف میں شیر اور بھیڑیے بھی شکار

نہیں کرتے۔۔۔ اور مومن اس میں داخل ہو جائے تو عذاب سے مامون

ہو جاتا ہے۔ اور حرم کو اس لئے حرم کہا جاتا ہے کہ اس میں قتل۔ ظلم اور

شکار تک حرام و ممنوع ہے۔ (احمدی)۔۔۔

اور اگر کوئی مجرم بھی حرم شریف میں داخل ہو جائے تو اس سے تعرض

کیا جائے گا۔۔۔ (مدارک)

وَجَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ۔۔۔ اور ہم نے

اس گھر کو مربع الخلائق۔۔۔ پناہ گاہ اور دارالامان بنا دیا۔ اور یہاں پر

امن و امان کی رکھوالی اور حفاظت کے لئے یہاں تک حکم نافذ کر دیا گیا کہ ایام

حج میں کسی قسم کی لڑائی جھگڑا۔ قتل و غارت اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانا تو

درکنار کوئی شخص ان ایام میں ایک مکھی نہیں مار سکتا اور ایک لیک ہلاک نہیں کر سکتا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں قبول ہوئیں یا نہیں ؟  
تو قرآن پاک ہی سے ثابت ہے کہ اللہ کے خلیل نے اللہ تعالیٰ سے  
جو طلب کیا وہ انہیں عطا کیا گیا۔ جو دعا کی وہ قبول ہوئی اور جو مانگی وہ سب  
پکھ ان کو دیا گیا۔

مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ  
السلام کی ولادت باسعادت کی دعا ان الفاظ میں کی جو قبول ہوئیں۔  
وَمِنَّا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا

اور یا۔ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے دامن کو اولادِ زریعہ سے خالی  
دیکھنے کے سو سال کے بعد بارگاہِ خداوندی میں ان الفاظ میں درخواست کی۔  
رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ جو کہ اسی وقت قبول  
ہو گئی اور اسی وقت ایک حلیم بیٹے کی بشارت بھی آگئی۔  
وَبَشِّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ

اب دیکھنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دعائیں  
قبول ہوئیں کہ ناں۔

رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَدَنَ أَمِنًا۔ اور وَاذْرُقْهُمِنَ الثَّمَرَاتِ  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعائیں رابرت اس شہر کو امن والا بنا دے  
اور اس وادی غیر ذی ذرع میں بسنے والوں کو تروتازہ پھلوں سے رزق بہتا دے۔  
تو احبابِ کرام!۔ پہلی دعائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کی قبول ہو گئیں تھیں تو یہ بھی ضرور قبول ہو گئی ہوگی۔ تو پھر یہ ماننے  
میں کوئی باقی نہیں کہ ال سعود اور عرب کے شہزادے جس عیش و پرستی

اور کیفِ مستی میں زندگی گزار رہے ہیں اور ہر صبح و شام نئے اور تروتازہ پھلوں اور پاکیزہ میوہ جات اپنے شاہی خاندان کے دسترخوان کی زینت بناتے ہیں۔ یہ سب کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی دعاؤں کا اثر و نتیجہ ہے ورنہ وہاں تو سوائے گرم ہول کے تھپڑوں اور بلند و بالا پہاڑوں کے پختے ہوئے سنگریزوں کے سوا اور اس بستی میں دھاری کیا تھا۔

اور آج سونے کے پہاڑوں اور تیل کے چشموں کی بدولت آل سعود اور عرب کے ان شہزادوں کی تجوریاں سونے چاندی کے خزانوں سے بھرے پڑے ہیں اور تیل کے چشموں کی آمدن سے ان کے شاہی محلات تعمیر ہو رہے ہیں۔ یہ بھی، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی اس بے آب و گیاہ بستی کے لئے دعا ہی کا اثر ہے۔ اور آج اس بستی کے رہنے والے آل سعود اور عربی شہزادوں کے شاہی دسترخوان پر جو امریکی بڑے مرغنے — زیتون کے تیل میں تلے ہوئے شامی کباب — زعفران کی چاشنی سے پکے ہوئے زرد و پلاؤ اور سر بھر یافتہ کیلے اور سنگرے چنے جاتے ہیں، یہ بھی حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ ورنہ یہ شہزادے تو دنیا بھر میں عرب کے بدو مشہور تھے جو کہ ڈاکوؤں کی طرح حاجیوں کے قافلے لوٹ کر اور کھجوروں کی گھٹلیوں اور جنوں کے پلینر پر اپنی گذراؤں کی کرتے تھے۔ اور آج دولت کی فراوانی سونے چاندی کے خزانوں اور تیل کے چشموں کی اربوں روپوں — ڈالروں اور یوروں کی آمدنی نے ان بدوؤں کو شہزادے بنا کر ان میں شیطانی تکبر و غرور اتنا بھر دیا ہے کہ مسلمان تو آپ زہر مسموم کو بطور تبرک اور بطور شفاء پیتے ہیں لیکن یہ یہ بدست شہزادے آپ زہر مسموم کی بجائے فرانس کا پانی خرید کر پیتے ہیں۔

لیکن یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ آل سعود کے شہزادے جن انبیاء علیہم السلام کے صدقے سے عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں انہی کے نام و نشان تک کو مٹا دیا گیا ہے، یہاں تک کہ خاندان نبوت کے مقدس مزارات کو بھی بلڈوز کر دیا ہے!

شورش کا شمیری مرحوم نے اپنی کتاب "شب جائے کہ من بودم" کے صفحہ ۲۳ میں سعودی حکومت کے گماشتوں نے صرف شرک کو ہی مسمار نہیں کیا اس کے ساتھ ہی عشق و محبت کے جاں کو بھی توڑ دیا ہے اور اس کے مضبوط قلعہ کو بھی مسمار کر دیا۔ افسوس کہ سعودی حکومت شرک اور عشق میں امتیاز نہ کر سکی۔

اور یہ لوگ مزارات کی زیارت اور ان پر پھول چڑھانے کی بدعت اور شرک کہتے ہیں مگر جب کبھی خود کافروں۔ مشرکوں اور غیر مسلموں کی قبروں پر جلتے ہیں تو انہیں شرک نظر نہیں آتا!

روزنامہ نوائے وقت۔ ۱۱ مئی ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں لکھا گیا ہے کہ اس وقت کے وزیر اعظم امیر فیصل کی سادی پر پھول چڑھائے۔

مسلمان بھائیوں۔۔۔ ان شہزادوں سے کوئی پوچھنے والا نہیں کہ بتاؤ خاتون جنت کا مقدس مزار مبارک کہاں ہے۔ (صلوٰۃ اللہ علیہا) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا روضہ انور کس جگہ ہے اور دوسرے خاندان نبوت کے چشم و چراغ کی قبریں پاک کس جگہ ہیں؟

اور پھر روزنامہ جنگ ۲۷-۲۸-۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ ہندوستان کا وزیر اعظم پنڈت نہرو جب سعودی عرب کے دورہ پر گیا تو سعودی عرب کے شاہی خاندان نے ان الفاظ سے اس کا استقبال کیا۔

مَرْحَبًا رَسُولُ السَّلَامِ بِكَ اَمِنَ كَيْ يَغْتَمِرُ بِعَمِّ تَمْبَارَا خَيْرِ مَقْدَمٍ كَرْتِي هِي  
افسوس کہ نہ کوئی عالم دین بولا — نہ کسی مفتی نے زبان کھولی — اور نہ ہی  
امام کعبہ کی غیرت ایمانی جوش میں آئی —

حضرات محترم — یہ سب کچھ عبدالوہاب نجدی کے بنائے ہوئے  
ذاتی اصولوں کے پیش نظر کیا جاتا ہے اور چونکہ یہ سعودی حکومت عبدالوہاب نجدی  
کو ہی اپنا پیشوا اور دینی راہنما مانتے ہیں اس لئے ان کی شخصی حکومت اور آمرانہ  
سلطنت میں عیاشی و فحاشی کے بازار کھلے ہیں —

اور وہ مقدس وادی جس میں تازہ پھلوں اور پاکیزہ میوہ جات کے  
ڈھیر لگے رہتے ہیں، وہاں آج شراب کی بوتلیں — سور کا گوشت اور تعیش  
کے سامان کے ڈھیر و انبار لگے ہوئے ہیں اور جہاں مسلمان بھائیو! ان عربی  
شہزادوں سے کوئی پوچھنے والا نہیں — مسلمانوں کی مذہبی کتابوں اور خصوصاً  
”کنز الایمان“ کے سعودی عرب میں داخلے پر سخت پابندی ہے لیکن وہاں آجکل  
امریکہ کی عیاش فوج اور غیر مسلم فوجی سپاہیوں اور افسروں کے بے پناہ فحش لٹریچر  
اور عریاں تصویریں مکہ مکرمہ کے بازاروں و دھڑا دھڑ بک رہی ہیں —

میں ۱۹۷۹ء میں امیر الحجاج بن کرزج بیت اللہ شریف اور زیارتِ روضہ  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہونے کے لئے گیا — حسن اتفاق سمجھیے کہ  
آستانہ عالیہ محدث پاکستان فیصل آباد رحمۃ اللہ علیہ کے بجاوہ نشین جناب صاحبزادہ  
پیر فضل رسول صاحب رضوی حیدر اور مولانا محمد حسین صاحب خطیب مرالی والا  
بھی اسی سال اس خطہ ارضی مقدس میں حاضر تھے —

ایک دن ملاقات کے دوران عرض کی: حضور جبر اسود کو بوسہ تو دیا مگر

لطف نہیں آیا اور پیاس نہیں بھیجی! —

فرمایا — آج رات ایک بچے چلیں گے —

وقت پر خانہ کعبہ پہنچے — خدا کے مقبول بندوں کا ہجوم — حاجیوں کا  
اثر دھام اور طواف کرنے والوں کی بھیڑ — خیال آیا کہ ایسی صورت حال میں  
کیسے ہوگا اور صاحب جزا وہ صاحب کیا کریں گے — مگر ان کی جوانی اور ان کے  
بازوؤں میں خدا جانے اتنی طاقت کہاں سے آگئی کہ دونوں بازو بکھیر دیئے لوگ  
تیچھے مٹتے گئے اور راستہ ہوتا گیا —

حجرِ اسود کے قریب جا کر بازو پھیلا دیئے اور فرمایا صاحب جزا وہ صاحب!  
جی بھر کر حجرِ اسود کو بوسے دے لو! —

وہاں سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر نفل پڑھنے لگے — دونوں رکوع  
میں گئے تو ایک سپاہی نے دیکھ لیا — ایک ڈنڈا میری کمر پر اور ایک صاحب جزا  
کی کمر پر پڑا —

اسی لئے کہ عبد الوہاب کی اس مسلکی و نظریاتی اولاد — نجدی کے ان عیاش  
چیلوں اور عیش پرست شہزادوں کے نزدیک یہ شرک ہے — مگر ہم نے  
سامنے دیکھا تو شیعہ خاتونِ غربی میں کوئی قصیدہ پڑھ رہی تھی، اس میں اہل  
بیت اطہار اور بارہ اماموں کے نام لکھے ہوئے تھے — اسی سپاہی کی نظر  
پڑ گئی — فوراً دہاں پہنچا اور اس عورت کے ہاتھوں سے قصیدہ چھین لیا اور  
ایک لات بھی اس عزت ناک خاتون کے سر پر چڑھی —

بس پھر کیا تھا — اس خاتون نے ایک آواز تو سینکڑوں ایرانی اس آواز  
پر اکٹھے ہو گئے اور اس بے ادب اور گستاخ سپاہی کو پکڑ لیا —

اور پھر جب تک گورنر اور قاضی نے تحریری معافی نہیں مانگی معاملہ رفع نہ ہوا اور سپاہی کو بے ادبی کی سزا فوری مل گئی۔

مدینہ منورہ۔ پہنچا، تو ایک دن مغرب کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک بھاری اور بے دین مولوی درس دینے لگا۔ وہاں ایسے بد عقیدہ لوگوں کو تو اجازت ہے۔ مگر ہم اہل سنت و جماعت والوں کو اجازت نہیں ہے۔ مگر وہ مکروہ چہرے والا مولوی۔ سیاہ قام اور چہرہ پر سچک کے داغ نمایاں طور پر اس کے چہرے کو اور زیادہ کمرہیم بنا رہے تھے، بڑے ہی بے ادبانہ انداز اور گستاخانہ لہجہ میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی طرف ارشاد کر کے کہہ رہا تھا۔ نقل کفر، کفر نباشد۔ نعوذ باللہ۔ کہ۔ ”دیکھو وہ مرا پڑا ہے اور مشرک لوگ اس کی جالی کو چوم رہے ہیں اور اگر یہ کسی کے کام آنے یا اسے کوئی اختیار ہوتا تو جنگ اُحد میں اس کے دانت کیوں ٹوٹتے۔ وغیرہ وغیرہ۔“

نماز کے بعد میں گھڑا ہو گیا اس کے سامنے اور بلند آواز سے کہا!

اوبد عقیدہ و بد فطرت مولوی بند کر اپنی زبان اور مجھے بتا کہ۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك۔۔۔ کس کی شان میں یہ آیت

نازل ہوئی ہے اور کہ اپنی بانوں پر ظلم کرنے والے گنہگار لوگ معافی اور بخشش

طلب کرنے کے لئے پہلے تیرے پاس آئیں۔ میرے محبوب پاک اور تو مجھے کہے گا

تو میں ان کو بخش دوں گا۔ تیرے کہنے پر میری رحمت جوش میں آجائے گی۔

اس بے دین مولوی نے جواب کیا دینا تھا۔ سپاہی کو بلوا لیا۔ میں نے

جب اس سپاہی کو بڑے غضب سے اپنی طرف آتے دیکھا تو تیرا ہوا کر لیا کروں۔

کیا بنے گا!

نزدیک ہی دوسری طرف دیکھا تو ملک ممتاز قاری محمد نونس صاحب بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے انہیں آواز دی۔ وہ نماز توڑ کر لڑنے بھڑنے کو تیار ہو گئے اور جب انہوں نے یہ کہا کہ پہلے تم بے ادبوں سے سمجھ لوں پھر نماز پڑھ لوں گا۔ تو پتہ نہیں اس سپاہی کے دل میں کیا آیا کہ میں لڑنے کے لئے تیار دیکھ کر واپس چلا گیا۔ یہ ہے وہاں کے بد عقیدہ اور بد مذہب آل سعود کے شہزادوں کی کافرانہ کارروائیاں۔

اے اہل ایمان لوگو! اور انبیاء و اولیاء کے وفادارو یہ عید لوہا ب نجدی وہابی وہی بد فطرت۔ بد مذہب اور بد طینت انسان ہے جس کے متعلق امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی علم غیب کے طور پر فرما دیا ہوا تھا۔

شکوت شریف ص ۵۸۲۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۵۱۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ — قَالَ — قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا — اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمِينِنَا —  
قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا — يَا رَسُولَ اللَّهِ — قَالَ هُنَاكَ الْمَرْزَأُزُ  
وَالْفِتْنُ وَبِهَا يُطْلَعُ قَسْرُنُ الشَّيْطَانِ —

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایک دعا میں کہ

یا اللہ ہمارے شام والوں پر اپنی برکت عطا فرما۔ اور۔ یا اللہ ہمارے  
یمن والوں پر اپنی برکت نازل فرما۔ کچھ نجدی۔ وہابی اور بد عقیدہ لوگ بھی  
بیٹھے تھے انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نجد کیلئے بھی

دعا فرمائیں — تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — نہ  
 کیونکہ اس میں یعنی نجد میں زلزلے آئیں گے — فتنہ و فساد اٹھیں گے اور  
 وہاں سے شیطان کا سینک ظاہر ہوگا —

زبانِ حق ترجمان سے نکلی ہوئی بات پر صحیح ثابت ہوئی کہ عبدالوہاب نجدی  
 پیدا ہوا — جس کے پیروکار آج بھی انبیاء کرام — اولیائے عظام — بزرگانِ  
 دین اور ان کے مزارات کے دشمن اور ان کی پاکیزہ اور پر نور قبروں کو بت کہنے والے  
 دنیا کے ہر خطہ میں بستے ہیں اور یہ آلِ سعود بھی اسی نجدی — وہابی کو اپنا مذہبی پیشوا  
 مانتے ہیں —

قارئینِ کرام — اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ

فرمادیں

پارہ ۶ — سورۃ المائدہ — آیت نمبر ۵۱

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ  
 أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ — إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي  
 الْقَوْمَ الضَّالِّينَ

ترجمہ اعلیٰ حضرت — اے ایمان والوں یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔  
 وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں — اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی  
 رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے !

قرآن حکیم کی اس آیت پاک پر غور کرو اور پھر دنیا کے اسلام کی یہود و  
 نصاریٰ سے دوستی دیکھو اور پھر فیصلہ کرو کہ ہم مسلمان ہیں یا انہیں یہود و نصاریٰ  
 میں سے دوسرے اسلامی ممالک کی بات پھر ہوگی — پہلے سعودی عرب کی حکومت

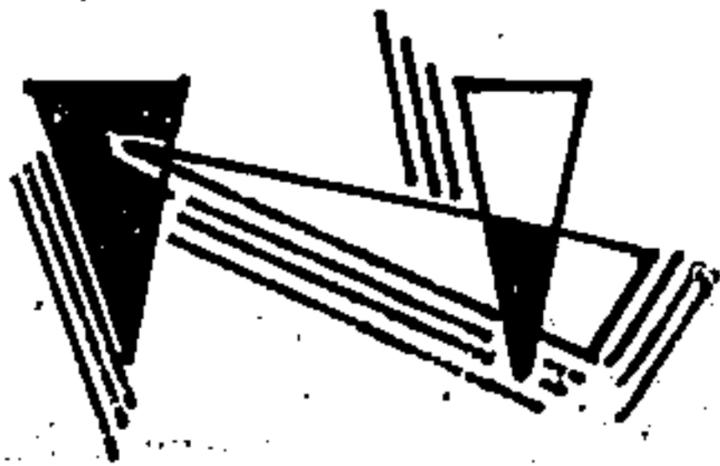
کو دیکھو جہاں سے آفتابِ اسلام کی کرنیں بھونٹیں اور جہاں قرآنِ پاک کی یہ آیتِ پاک نازل ہوئی اس کا غیر اسلامی رویہ اور غیر دینی کردار ملاحظہ ہو کہ عراق نے کویت پر حملہ کر کے اس کے مال و متاع اور تیل کے کنوؤں پر قبضہ کر لیا تو سعودی عرب کی حکومت کو خدا جانے کیوں یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کویت کے بعد عراق کا صدرام حسین سعودی عرب پر حملہ کرے گا۔ غیر اللہ سے مدد مانگنے والوں پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والوں نے فوراً عیسائی مملکت امریکہ کو امداد کے لئے پکارا۔

سید افتخار الحسن زبیدی کے نزدیک آل سعود کے شہزادہ فہد کی ایک عیسائی ملک سے اپنے اقتدار کی کرسی کی حفاظت کے لئے بلانا اور اس سے مدد طلب کرنا ظلم کھلا اسلام سے غداری۔ دین سے بغاوت اور قرآنِ حکیم کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔ اور پھر اکیلا امریکہ ہی نہیں بلکہ اسلام دشمن، یہود و نصاریٰ کی ساری حکومتوں نے مل کر صدرِ صدام حسین کا مقابلہ کرنا شرع کر دیا۔ الکفر بلتہ واحدۃ کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے اور قرآنِ مجید کے ان الفاظ کی تائید کرتے ہوئے کہ یہ کافر و مشرک اور یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے دوست اور مددگار ہیں، عراق پر ٹوٹ پڑے۔ اُولِیَاءُ بَعْضُهُمْ اُولِیَاءُ بَعْضُهُمْ! مگر صدرِ صدام حسین کا تینس غیر مسلم اور سپر طاقتوں کا ڈیریسہ ماہ تک مقابلہ کرنا، اس کی بہادری۔ شجاعت اور جرات مندی کی ایک روشن دلیل ہے!

بتانا یہ چاہتا ہوں کہ اللہ اور اللہ کے خلیل نے جس شہر یعنی مکہ مکرمہ کو امن و سلامتی کا گہوارہ فرمایا تھا اس سرزمین میں آج بمبار طیارے۔ آگ برساتے والے ٹینک۔ آتش نشاں توپیں اور خطرناک میزائل فضاویں میں اڑتے دکھاتی دیتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ہماری نام نہاد اسلامی ریاستیں، بے پناہ مالی وسائل  
 دولت کے بھرپور خزانوں کے ہوتے ہوئے اتنی کمزور اور نرول ہیں کہ کویت کے  
 امراء اور عوام جو آج فتح کا جشن ہوائی فائرروں سے منا رہے ہیں۔ عراق کا  
 گھنٹہ بھی مقابلہ نہ کر سکے اور بیچ الصباح کے سر پہ پاؤں رکھ بھاگ نکلا۔  
 کسی کے پاس کوئی اسلحہ۔ کوئی سامان جنگ نہیں اور کوئی فوج نہیں  
 ہے تو پھر کیوں خادمِ حرمین الشریفین بنے بیٹھے ہیں۔ دو لاکھ یہودیوں کے  
 قابضے میں دس کروڑ سے زیادہ عربی شہزادے نہ ٹھہر کے اور اسرائیلی حکومت قائم  
 ہو کر اب بیت المقدس بھی ان یہودیوں کے قبضہ میں دے کر اپنی شہزادگی پر  
 زکرتے ہیں۔

۱۹۷۹ء میں، میں بھی امیر الحجاج بن کر حج بیت اللہ گیا، ہوا تھا  
 چند عرب کے شہزادے کی شخصی حکومت اور آل سعود کی آمرانہ سلطنت کے  
 مخالفوں نے اچانک خانہ کعبہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن سترہ دن تک عرب کے  
 سپاہی حملہ آوروں کو خانہ کعبہ سے نہ نکال سکے۔ پاکستانی فوج کے بہادر  
 نے آدھ گھنٹہ کے اندر ہی ان باغیوں کو گرفتار کر لیا تھا۔  
 پھر یہ خادم اور محافظِ حرمین الشریفین کیسے ہوئے ؟



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیویتی

اور

## شہزادی بلقیس کا ہدھد

قارئین گرامر! — جس طرح اصحابِ فیل کا سفید ہاتھی —  
حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی — حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھیڑیا اور حضرت  
اسماعیل علیہ السلام کا دنبہ اچھی نسبت کے سبب جنت میں جائیں گے اسی طرح حضرت  
سلیمان علیہ السلام کی حیوٹی اور شہزادی بلقیس کا ہدھد بھی اچھی نسبت کے باعث  
جنت میں جائیں گے۔

اور جس طرح مذکورہ بالا جنتیوں کا ذکر پاک کو قرآن مجید کی زینت بنایا گیا،  
اسی طرح حیوٹی اور دنبہ کا تذکرہ بھی قرآن مجید کی زینت بنایا گیا ہے اور اس کا بیان  
بھی بڑا کھل کر کیا ہے۔

مثلاً — پارہ ۱۹ — سورۃ النمل — آیات ۱۷ تا ۲۲

پورا قصہ اس طرح ہے۔ — وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ — اور

ب حضرت داؤد علیہ السلام کے علم و عرفان کے وارث بنے تو حضرت سلیمان علیہ السلام  
نے پہلا خطبہ ارشاد فرمایا۔

وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مِنْتُمْ أَنْ تَقُولُوا مَا فِي كِبَرٍ شَيْءٌ  
إِنَّ هَذَا كَهُوَ أَفْضَلُ الْمُبِينِ

اور فرمایا۔ کہ اے لوگوں! میں پرندوں کی بولی سیکھائی گئی ہے۔

اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا اور یہی ظاہر فضلِ خداوندی ہے۔

تفسیر خازن العرفان — السید صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ جو کہ میرے استاذ

رامی بھی ہیں، مہتمم جامعہ نعیمیہ مراد آباد کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ ملک بھی عطا کیا گیا۔ اور

شارق و مغارب کا مالک بنایا گیا۔ اور پھر چالیس سال تک اس کے مالک بھی

ہے اور پھر تمام دنیا کی مملکت عطا فرمائی۔ اور جن و انس۔ شیطان۔ پرند و

پرند۔ درندے اور چوپائے اور سب چیزوں پر آپ کی حکومت تھی۔ اور اس

ساری دنیا کی حکومت کے ساتھ ہر شے کی زبان کو سمجھ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ بڑی

گری اور عجیب و غریب صنعتیں آپ کے دور میں بروئے کار آئیں!۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جَنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ۔

ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تختِ حکومت پر جمع اپنے لشکروں

کے بیٹھے سیر کو نکلے۔

حَتَّىٰ إِذَا تَوَاعَىٰ وَاذِلْمِ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَدْخُلُوا

مَسْجِدَكُمْ

یہاں تک کہ اس وادی

میں آگے جہاں چوڑٹیوں کی کثرت تھی۔ چوڑٹیوں کی سردار نے چوڑٹیوں

سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا میں اُڑتا ہوا آ رہا ہے اور وہ اسی وادی میں اترے گا تم اپنی اپنی کوچھڑیوں میں۔ اپنے اپنے گھروں، اپنے بیلوں میں چلی جاؤ۔ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر ہی تمہیں کچل دیں۔

چینوٹی کی یہ بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام مکرائے اور یہ آوازیں اور چینوٹی کی یہ بات آپ نے تین میل کے فاصلہ سے سن لی تھی۔  
حضرات گرامی! کیا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انجیل نبوت نہیں ہے کہ آپ نے چینوٹی کی بات ہو اپراڑتے ہوئے تخت پر تین میل کی دوری پر سن لی۔ اور آج جبکہ ہزاروں جدید سائنسی آلات ایجاد ہو چکے ہیں کوئی ایسا آکر موجود ہے جو کہ چینوٹی کی آواز ریکارڈ کر سکے۔ اسکو سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے!

لیکن اللہ کریم نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو معجزات کے طور پر ایسے کمالات دلایت کئے ہوتے ہیں جو ان کی نبوت کے شاہد ہوتے ہیں اور اسی طرح صحابہ کبار اور اولیائے عظام پر بھی ایسی عنایات کی بارش کی جاتی ہے تاکہ انبیائے کرام کے معجزات اور اولیائے عظام کی کرامات کا انکار کرنے والوں کے لئے اتمام حجت ہو سکے!۔  
جیسا کہ بہت سی کتابوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہاوند کی جنگ میں برسریکا رتھے کہ آپ کے کانوں نے یہ آواز سنی **يَا سَارِيَةَ الْجَمِيلِ**۔ کہ ساریہ پہاڑ کی جانب سے بچو!۔ اور یہ فاصلہ ۳۳ سو میل کا تھا۔ یہ الفاظ حضرت فاروق اعظم کی زبانِ پاک سے اس وقت نکلے جبکہ آپ مدینہ منورہ میں جمعہ المبارک خطبہ ارشاد

فسر رہے تھے —

خطبہ کے وقت آپ کی نظرِ ولایت اٹھی تو مدینہ پاک سے ۲۳ سو میل دور ہناوند کے میدان جنگ پر پڑی جہاں پر لشکرِ اسلام امیر حضرت ساریہ کی قیادت میں ایرانیوں کے خلاف برسرِ پیکار تھا۔ آپ نے دیکھا کہ دشمن کی فوج پہاڑ کی اوٹ سے لشکرِ اسلام پر حملہ کرنے ہی والی ہے تو آپ نے حضرت ساریہ کو آواز دے کر خبردار کر دیا اور پھر یہ کمالِ نظرِ ولایت حضرت عمر فاروقؓ ہے تو ادھر کمالِ قوتِ سماعت حضرت ساریہؓ کے طرف غور فرمائیے کہ کوئی نار برقی نہیں، نہ کوئی لاسلکی کا نظام اور آواز کٹا دھوت ہے مگر پھر بھی نگاہِ فاروقؓ نے دیکھ لیا اور حضرت ساریہؓ کے کانوں نے سن لیا۔

تفسیر کبیر - جلد ۶ - ص ۲۰۳ - چیونٹی نے کہا —

وَهَذَا غَيْرُ مُسْتَبَعَدًا — اور یہ کوئی بعید نہیں ! —  
فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَقَادِرٌ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ فِيهَا الْعُقْلَ وَالنُّطْقَ —  
کیونکہ — اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس نے چیونٹی میں عقل اور قوتِ گویائی

عطا کر دی ہو —

اور چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کیوں کہا کہ اپنی اپنی کھڈوں میں داخل

ہو جاؤ ! —

لَا تَهَاخَفْتِ عَلَى قَوْمِهَا — کیونکہ وہ چیونٹی اپنی قوم کی سردار

اور سربراہ تھی — ایلئے اسے اپنی قوم کا خوف پیدا ہوا اور وہ اپنی قوم کے سردار

اور سربراہ ہونے کے ناطے یہ ضروری سمجھتی تھی کہ اپنی قوم کو آنے والے خطرہ سے

بچانے کی کوشش کرے —

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں کوفہ کا گورنر بن کر وہاں گیا تو

لوگوں نے بڑا پرتیاک غیر مقدم کیا  
فَقَالَ سَلُوا عَمَّا شِئْتُمْ — تو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے

عوام سے کہا کہ مجھ سے جو پوچھنا چاہو تو پوچھ لو  
كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَاضِرٌ وَهُوَ غُلَامٌ —

اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی اس اجتماع میں حاضر تھے اور آپ  
ابھی نوجوانی کے عالم میں تھے

آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا سوال پوچھا  
اَكَاَنْتُ ذَكَرًا اَمْ اُنْثَى — کہ کیا حضرت سلیمان علیہ السلام  
والی چیونٹی مذکر تھی یا مونث؟

حضرت قتادہ — خاموش ہو گئے تو حضرت امام ابو حنیفہ نے خود ہی  
جواب دیا — كَاَنْتُ اُنْثَى —

کہ وہ چیونٹی مونث تھی

تو لوگوں نے پوچھا — مِنْ اَيْنَ عَرَفْتُ  
کہ آپ کو کیسے پتہ چلا — تو فرمایا کہ اگر وہ چیونٹی مذکر ہوتی تو قانت  
کے بجائے قال ہوتا لے —

کنز الایمان — سبحان اللہ — اس سے حضرت امام صاحب کی شان  
علم معلوم ہوتی ہے — چیونٹی کا نام مُنْذِرَةٌ تھا —

حضرت سلیمان علیہ السلام نے **وَادِي مَمْلُ** میں اتر کر ڈیرا لگا دیا —  
جن و انسان اور ملائکہ و چرند و پرند با ادب باللاحظہ حلقہ باندھ کر ارد گرد کھڑے  
ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب اپنے لشکر کی طرف نگاہ اٹھائی تو خوشی و مسرت

کے عالم میں پکار اٹھے ————— القرآن  
اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ شکر کروں تیرے احسانات  
کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے — اور میں وہ اچھا اور نیک کام کروں  
جو تجھے پسند آئے —————

وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ —

اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے قریب خاص  
کے سزاوار ہیں ————— (صالحین)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے شکر کو دیکھا تو هُدُ هُدُ پرندہ دکھائی نہ  
دیا۔ پنجابی میں اسے ”چکی راہا“ کہتے ہیں اور اس میں کمال یہ ہے کہ یہ پتہ  
چلا لیتا ہے کہ زمین کے کس خطہ میں پانی ہے! —————

وَكَانَ يَرَى الْمَاءَ مِنْ تَحْتِ الْأَرْضِ —————

تفسیر کبیر — جلد ۶ — ص ۴۰۳ — تفسیر نسفی جلد ۴ ص ۱۰۸ —

تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب هُدُ هُدُ نظر نہ آیا تو جلال اور غصہ  
میں فرمایا کہ هُدُ هُدُ میری اجازت کے بغیر کہاں اور کیوں غائب ہو گیا! —  
میں اسے اس غلطی پر سخت سزا دوں گا! —————

ہاں! اگر اس نے کوئی معقول جواب اپنی بی —

غیر حاضری کا دے دیا تو میں درگزر کروں گا! —————

حضرت سلیمان علیہ السلام ابھی یہ اعلان ہی کر رہے تھے کہ هُدُ هُدُ بھی فضائے

آسمان میں پرواز کرتا ہوا — اور چھپاتا ہوا حاضر مجلس ہو گیا —————

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ میری اجازت بغیر کیوں اور کہاں گیا تھا۔

ہدھد پرندہ نے جواب دیا — حضور! میں ملکِ سبا سے آ رہا ہوں اور ایک عجیب و غریب اور حیران کن خبر لایا ہوں — اور خبر سچی اور حقیقت پر مبنی ہے — کہ

وہاں ایک حین و جمیل شہزادی بلقیس ہے جو ملکہِ سبا کے لقب سے پکاری جاتی ہے۔ اس کا ملک بڑا ہی سرسبز و شاداب اور خوبصورت ہے! — اور وہ اور اس کی پوری قوم سورج کی پرستش کرتی ہے جو شیطان کے جال میں پھنس چکی ہے۔

وَلَمَّا عَرُشٌ عَظِيمَةٌ — اور وہ ایک بہت بڑے تخت کی مالک ہے! —

تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۴۰۴ — تفسیر نسفی جلد ۴ ص ۱۰۹ —

كَانَ ثَمَانِيْنَ ذِرَاعًا فِي ثَمَانِيْنَ ذِرَاعًا وَطُولُهُ فِي السَّمَاءِ  
ثَمَانِيْنَ ذِرَاعًا — اسی ہاتھ لبا — اسی ہاتھ

پوڑا اور اسی ہاتھ اونچا ہے وہ تخت —  
وَكَانَ مِنْ ذَهَبٍ رَفِيعَةٍ وَكَانَ مَرصِعًا بِأَنْوَاعِ الْجَوَاهِرِ وَتَوَامُهُ  
مِنْ يَاقُوتِ أَحْمَرَ — اور

وہ تخت سونے اور چاندی کا بنا ہوا ہے اور وہ لعل و جواہرات سے بڑا ہوا ہے۔  
اس کے پائے مرنج یا قوت کے ہیں — اور وہ بہت ہی خوبصورت اور چمکتے  
موتیوں سے آراستہ ہے! —

احبابِ کرام! — شہزادی بلقیس کے تخت کو قرآن پاک نے عظیم فرمایا ہے۔  
لیکن یہ یاد رہے کہ قرآن حکیم نے اور بھی کئی اشیا کو عظیم کہا ہے —

مثلاً۔ احسن القصص ص ۱۲۵ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔

خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو اور اپنے تخت کو عظیم فرمایا ہے۔

پارہ ۱۸۔ سورۃ المؤمنون۔ آیت ۸۶۔ (۱)۔ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ

السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔

(۲)۔ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔

(۳)۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

اور اپنے عرش کو ایسے عظیم کہا ہے۔ لَإِنَّهُ خَلَقَ عَظِيمًا۔ کہ

یہ ساری مخلوقات سے بڑا ہے۔

لَهُ أَرْبَعَةٌ أَرْكَانٌ وَكُلٌّ زَنْبٌ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّونَ قَائِمَةٌ مِنْ

يَاقُوتٍ أَحْمَرَ۔ کہ اس کے چار ستون اور تین سو ساٹھ سرخ

یاقوت کے پائے ہیں۔

وَمَسِيرَةٌ ثَمَانِيْنَ بِأَجْنَحَتِهِ الْمَلَائِكَةُ۔

اور اگر ایک تیز رفتار فرشتہ ایک پائے سے دوسرے پائے تک جانا

چاہے تو اسے انہی برس کا عرصہ درکار ہوگا!

(۴)۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خَلْقِ

کو عظیم فرمایا ہے!

وَإِنَّكَ لَعَلَى خَلْقِ الْعَظِيمِ۔ وَكَانَ خَلْقُهُ الْقُرْآنُ

وَلَمْ يَدْعُ حِينَ كَسَتْ رُبَاعِيَّتَهُ عَلَيْهِمُ۔

اور میدانِ احد میں آپ کے دندانِ مبارک بھی شہید کئے گئے مگر آپ نے

ہرگز ان کے لئے بددعا نہیں کی!

وَالْفِي ذَاتِ الشَّدَائِدِ اذْوَا —

یہاں تک کہ کفار و مشرکین مکہ نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں مگر آپ صبر و شکر کرتے رہے۔ طائف کے بازار میں آپ پر اتنے پتھر برسائے گئے کہ خون جاری ہو گیا۔ تو صاحبِ خلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ نے بددعا کے لیے عرض کی۔ تو آپ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا —

میں اس دھرم میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا۔ بلکہ ان کے حق میں یہ دعاء فرمائی —

الہی رسم فرما آج طائف کے مکینوں پر  
الہی پھول برس پتھروں والی زمینوں پر

اور

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں  
سلام اس پر کہ جس نے گایاں سُن کر دعائیں دیں  
(۵) اور پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دُنبہ کو بھی عظیم فرمایا۔

وَفَدَىٰ نَاهُ بَدِيحٍ عَظِيمٍ —

کیونکہ وہ تین ہزار تین سو ستائیس (۳۳۲۷) سال تک جنت میں پلتا رہا۔  
اور سیدِ افتخار اکس نے کہتا ہے کہ میدانِ کربلا میں وَفَدَىٰ نَاهُ بَدِيحٍ عَظِيمٍ  
یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام خاتونِ جنت حضرت فاطمہؓ  
کی گود میں پلتا رہا۔

(۶) اور پھر فرعون کے جادو کو عظیم کہا۔

وَجَاءَهُ بِسُحْرِ عَظِيمٍ — کہ  
وہ بہت بڑا جادو لے کر آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجز نما

عصا کے مقابلے میں

(۷) — اور پھر قیامت کے زلزلہ کو عظیم کہا: —

إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ — کہ

قیامت کا زلزلہ بہت بڑا ہے! —

(۸) — اور عورتوں کے مگر کو بھی عظیم فرمایا —

إِنَّ كَيْدَ كُنَّ عَظِيمٌ — وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ

(۹) — اور پھر شرک کو بھی عظیم فرمایا —

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ —

ہدھد کی گفتگو سن کر اور شہزادی بلقیس کی تعریف اور اس کے سنہرے

تخت کی توصیف سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام بہت ہی حیران ہوئے — اور

پھر آپ کو شہزادی بلقیس اور اس کے خوبصورت تخت کو دیکھنے کی تمنا پیدا ہوئی تو

آپ نے ایک خط شہزادی بلکہ سب کو لکھ کر ہدھد کے حوالے کیا اور فرمایا

میرا یہ خط انہیں دے آ — خط یہ تھا —

وَإِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ — وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خط کا مضمون یہ تھا — کنز الایمان — کہ از جانب بندہ خدا

سلیمان بن داؤد بسوئے نیکو سب بلقیس بسم اللہ الرحمن الرحیم — اس پر سلام

جو ہدایت قبول کرے — اس کے بعد مدعا یہ: —

لَا تَعْلَمُوا عَلَيَّ وَأَتُونِي مُسْلِمِينَ — کہ

تم مجھ پر بلندی نہ چاہو اور میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہو۔ اور آئینہ میں خط پر اپنی مہر لگا کر ہڈی پر زندہ کے پروں میں باندھ دیا۔

ہڈی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط لے کر پرواز کی  
 زہرت المجاسس جلد ۱ ص ۲۶ حضرت علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ  
 علیہ۔ لَمَّا ارْسَلَ سُلَيْمَانُ الْهُدُودَ اِلَى بَلْقِيسَ قَالَتْ الطِّيْرُ كَيْفَ  
 تَذْهَبُ وَاِحْدَاكَ کہ جب حضرت سلیمان

علیہ السلام نے ہڈی کو خط دے کر بلقیس شہزادی کی طرف بھیجا تو پرندوں نے  
 ہڈی سے کہا کہ تو اکیلا ملک سب میں کیسے جائے گا؟  
 تو۔ ہڈی نے پرندوں کو جواب دیا!

مَنْ كَانَ مَعَهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 جس کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نقش ہو تو وہ ہر بلا سے محفوظ رہتا ہے۔  
 فَمَنْ عَلٰی اَذْنَعِ الْاَبِ صَيَّادٍ

راستہ میں چار ہزار شکاریوں نے ہڈی کو پکڑنے کی اور اس پر تیر چلا کر  
 نشاۃ بنا کر گرانے کی کوشش کی مگر ہڈی محفوظ رہا۔

چنانچہ ہڈی وہ خط لے کر شہزادی بلقیس کے پاس پہنچا۔ اس وقت  
 شہزادی بلقیس کے ارد گرد اراکین سلطنت، وزراء و امراء دربار میں بیٹھے تھے  
 کہ ہڈی نے وہ خط شہزادی بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔ پہلے تو وہ  
 گھرائی مگر پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خط پر مہر دیکھ کر خوش ہوئی اور خط  
 پر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے الفاظ پڑھ کر اسے مزید طمانیت حاصل ہوئی اور  
 پھر اراکین سلطنت سے کہا۔

اے میرے سردار و وزیر و اور امیرو! —  
 اَلْقَى عَلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ —

کہ میری طرف ایک نہایت ہی عزت و تکریم والا خط آیا ہے جس میں  
 لکھا ہے کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور مطیع و فرمانبردار بن کر میرے حضور حاضر ہو جاؤ۔  
 کتاب کریم — اس لیے کہ خط بھیجنے والا ایک برگزیدہ

اور مکرم و محترم بادشاہ کی طرف سے تھا —

تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۲۰۷ — کنز الایمان۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ عِنْدِ مُلْكِ كَرِيمٍ —

تفسیر قادری جلد ۲ ص ۱۷۶ امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ — امام قسری  
 رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس خط کو بزرگی ایلے حاصل تھی کہ اس میں ملک گیر و  
 کی ہو س نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کیا گیا تھا اور اللہ کی طرف ہی  
 بلانے والا تھا —

پھر بتایا کہ یہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے۔ اور  
 پھر ملکہ سبمانے، ارکان سلطنت حکومت کے نمائندوں اور فوجی جنرلوں  
 کا ایک ہنگامی اجلاس بلا کر کہا کہ مجھے بتاؤ کہ اس خط کے جواب میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

تو سب نے متفقہ طور پر جواب دیا —

نَحْنُ أَوْلُوا قُوَّةً وَأَوْلُوا بِأَسِيٍّ شَدِيدٍ —

کہ ہم قوت رکھتے ہیں — طاقت پر ہمیں ناز ہے اور ہم سخت لڑائی لڑنے  
 والے جنگجو ہیں — مگر پھر بھی جو تمہارے زائے اور مرضی ہوگی وہی ہماری ہوگی؛  
 اب تم اپنا مشورہ دو جنگ کا یا صلح کا؟

شہزادی بلقیس اپنے ارکانِ حکومت کی باتیں سن کر سمجھی کہ یہ لوگ جنگ کرنے اور لڑنے مرنے پر آمادہ ہیں تو اسے یہ بات پسند نہ آئی تو پھر انہیں جنگ و جدال کی خرابیوں اور لڑائیوں اور قتل و غارت گری کی تباہ کاریوں کے متعلق فرمایا —  
 إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعْرَافَهُمْ  
 أَهْلِبَاءَ أَذِلَّةٍ — کہ

بیشک تم لوگ میرے وفادار ساتھی ہو۔ بہادر ہو۔ قوت والے بھی ہو۔ شجاع بھی اور جنگجو بھی ہو۔ میری عزت و آبرو کی خاطر اپنی جانیں نثار کرنے والے بھی ہو مگر یہ یاد رہے کہ جب یہ دنیا کے بادشاہ فاتح کی حیثیت سے کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ اور وہاں فتنہ و فساد کا طوفان کھڑا کر دیتے ہیں اور اس بستی کے معزز لوگوں کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں۔  
 اور مال و اسباب لوٹ لیتے ہیں۔

وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ

اور وہ ایسا کرتے ہی رہتے ہیں جیسا کہ آج ال سعود کے شہزادے شاہ قہد نے ایک مسلمان حکومت کو تباہ و برباد کرنے کے لیے امریکہ کی عیاشی فرج اوود دہری عیسائی اور کافروں، مشرکوں کی سلطنت کے اوباش گماشتوں کو اپنی شہزادگی کی گری بچانے کی خاطر بلوا کر عرب کے ریگستان کو مسلمان کے خون سے رنگین کرنے میں مصروف ہے۔

مگر افسوس کہ "الکفر بِلْتةٍ وَاحِدَةٍ" کی عملی تفسیر تو ظاہر ہو گئی، مگر ابھی تک المسلم بِلْتةٍ وَاحِدَةٍ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ تیس کا فرد مشرک یعنی یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں ایک عراق کا بہادر صدام حسین۔

قرآن حکیم کا کیا خوبصورت حُسن اتفاق ہے کہ ادھر شہزادی بلقیس نے اپنے  
سرواروں سے کہا ————— **يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ! ك**  
اے میرے درباریو! ————— **أَفْتُونِي فِي أَمْرِي**۔

مجھے اس کام کے بارے بارے اپنی رائے پیش کرو! — اور  
ادھر حضرت سلیمان نے بھی اپنے درباریوں سے بھی یہی فرمایا تھا  
**يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ** کہ

اے میرے درباریو لشکریوں اور جرنیلوں تم میں سے کون ہے جو شہزادی  
بلقیس کا تخت ہمارے پاس لائے۔

ایک جن نے کہا کہ میں لاتا ہوں ————— تیرے اٹھنے سے پہلے —  
فرمایا۔ مجھے اس سے بھی جلدی چاہیے ————— تو ایک علم والے  
یعنی برخیا آصف نے کہا ————— حضور وہ تخت میں لاتا ہوں ————— آپ  
کی آنکھ بھینکنے سے پہلے —————

پس سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ تخت پاس موجود ہے —  
حالانکہ آصف برخیا جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر بھی تھا اور فقیر بھی وہاں  
سے اٹھا بھی نہیں — غائب بھی نہیں ہوا اور ماتھ بھی باہر نہیں نکالے —  
مگر پھر بھی تخت لے آیا ————— **هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي** —

حصولِ قصہ یہ ہے کہ ملکہ سبا شہزادی بلقیس نے کہا —

**رَبِّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** ہ

کہ — اے رب — آج تک تو میں اپنی جان پر ظلم کرتی رہی کہ سورج کی پوجا کرتی رہی  
اور اب میں حضرت سلیمان کے ساتھ ایک رب پر ایمان لاتی ہوں اور حلقہ رگوشِ اسلام  
ہوتی ہوں —

تفسیر کبیر طبر ۶ ص ۲۰۳۔ تفسیر کنز الایمان الحنفی حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ وادی نمل میں سے گزرے تو چیونٹیوں کی سردار نے چیونٹیوں سے کہا کہ اپنی اپنی کھڑوں میں داخل ہو جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمان اور ان کا لشکر یہیں کچل ڈالے۔

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ — بے خبری میں —  
كَانَهَا عَرَفَتْ أَنَّ النَّبِيَّ مَعْصُومٌ فَلَا يَقَعُ مِنْهُ هَذِهِ الْحَيَوَانَاتُ

الاعلیٰ سبیل السہو — کہ وہ چیونٹی

جانتی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہیں اور ہر خطا سے معصوم ہیں۔ اور صاحب عدل ہیں اور جبر اور زیادتی آپ کے شایان شان نہیں ہے۔

ایسے وہ گزریں اور خبری میں چیونٹیاں کچلی جائیں۔  
وَهَذَا تَنْبِيْهُ عَظِيْمٌ عَلَىٰ وُجُوْبِ الْجَنَامِ لِعِصْمَةِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ — اور چیونٹی

کا یہ کہنا بختہ دلیل ہے اس بات کی کہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔

سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ چونکہ اس چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور تمام انبیاء علیہم السلام کو بھی معصوم عن الخطا کہا ہے اس لیے اس کی یہی اچھی نسبت اسے جنت میں لے جائے گی۔ اور ہد ہد کے خط لے جانے کی اچھی نسبت کے باعث ملکہ سباء شہزادی بلقیس حلقہ بگوش اسلام ہوئی ایسے وہ ہد ہد بھی جنت میں جائے گا۔ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ امام غزالی اور علامہ صفوری نے یہ سچ کہا ہے۔

کہ  
 ”نسبت اچھی ہو تو جنت میں جانا مشکل نہیں ہے۔“  
 جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی چوٹی اور بلقیس شہزادی کا ہڈ ہڈ  
 اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزیر اعظم جب بے نظیر بھٹو موٹی تو علمائے  
 کرام نے بخاری شریف کی اس حدیث پاک کے پیش نظر فتویٰ دے دیا کہ نبی  
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”جس قوم کی سربراہ ایک عورت ہو وہ قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی“  
 تو سپینز پارٹی کے جاہل اور تنخواہ دار مولویوں اور گمراہ قسم کے عوام نے شہزادی  
 بلقیس کی سربراہی کو دلیل بنا کر پیش کرتے رہے!

مگر وہ سیم زدہ مولوی اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ جب شہزادی بلقیس ملک  
 سبکی سربراہ تھی اس وقت تو وہ کافر تھی

مسلمان ہونے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں آنے کے  
 بعد کوئی ملا ثابت کرے کہ وہ پھر بھی کسی ملک کی سربراہ رہی ہو! —  
 مثلاً — بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۳۷: —

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی کہ

انَّ اَهْلَ فَارِسٍ قَدْ مَلَكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتٌ كِسْوَى — کہ  
 فارس والوں نے کسریٰ کی بیٹی کو یعنی ایک عورت کو فارس کی سربراہ  
 بنا لیا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —  
 كُنْ يَفِيحُ قَوْمٌ وَلَوْ اَمَرَهُمْ امْرَاةٌ — کہ یہ قوم

کبھی فلاح و ترقی نہیں کر سکتی جس تو نے عورت کو اپنا سربراہ بنالیا۔

اور زبان نبوت سے نکلی ہوئی بات سچ اور حقیقت پر مبنی ثابت ہوئی کہ جب تک پاکستان کے بے علم۔ جاہل اور عیاش لوگوں نے بے نظر صاحبہ کو ملک کی وزیراعظم بنائے رکھا ملک پر نحوست و بیہوشی کے سیاہ بادل ہی چھائے رہے اور ملک کی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی کے تمام راستے بند ہی رہے !

اور ————— اب بنگلہ دیش میں بھی ایسا ہی ہونے والا ہے کہ عالیہ الیکشن میں **خالدہ ضیاء** کی پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گئی ہے اور وہ بنگلہ دیش کی سربراہ یعنی وزیراعظم بننے والی ہیں۔

اور اس لعنت کے متعلق جب بنگالی مسلمانوں سے پوچھا جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بخاری شریف کی یہی حدیث پاک انہیں سنائی جاتی ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث پاک کی موجودگی میں اور پاکستان کے بڑے بڑے علماء کرام کے ہوتے ہوئے جب بے نظر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیراعظم بن سکتی ہے تو خالدہ ضیاء بنگلہ دیش کی سربراہ کیوں نہیں بن سکتی گویا کہ پاکستان کے اوباش اور بازاری قسم کے لوگوں کی لعنت بنگلہ دیش کے لئے بھی دلیل بن گئی۔ اور اس لعنت کا دروازہ کھولنے والی اسلام

کی ٹھیکیدار جماعت اسلامی ہے۔

اسی لئے کہ صدر ایوب مرحوم اور محترمہ فاطمہ جناح کے درمیان صدارت کا الیکشن ہوا تو اسی جماعت نے عورت کی سربراہی کو جائز قرار دیتے ہوئے۔ محمد علی جناح مرحوم کی ہمیشہ محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کر کے ان کو میدان سیاست میں شکست دلائی اور درپردہ ان کی رسوائی کا باعث بنی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## وَدُلُّدَلُّ عَلٰی عَلَیْهِ السَّلَام

کتاب۔ حسن القصص صفہ جناب ابوالحاجد امام غزالی رحمۃ اللہ  
 علیہ قارئین کرام۔ جس طرت اصحاب فیل کا ہاتھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام  
 کا بھیڑیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی۔ حضرت اسمعیل  
 علیہ السلام کا دنبہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی اور شہزادی سے  
 بلقیس کا پرندہ ہڈ ہڈ آدمی کی جنس کے علاوہ اچھی نسبت کے سبب جنت میں  
 جائیں گے۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کا دل بھی اچھی نسبت  
 کے باعث جنت میں جائے گا۔

حضرات گرامی۔ اسلام کی عظمت، دین کی رکھوالی اور ناکوب  
 رسالت کی خاطر اسلام اور کفر کے درمیان جتنی بھی جنگیں ہوئیں، ہر جنگ میں  
 ذوالفقار، حیدر، کفر و باطل کے سر چھپتی دکھائی دیتی ہے اور یہ  
 بھی یاد رہے کہ جس اسپ تازی پر سوار ہو کر شیر خدا میدان جہاد میں جا کر توحید

رسالت کے پرچم کو کفر و شرک کی مضبوط دیواروں پر لہرایا کرتے تھے۔ اس گھوڑے  
کا لقب دُلّ تھا۔

مدارج النبوت — اردو — ص ۲۰۱

جنگِ احد میں نطلو بن ابی طلحہ جو کہ لشکرِ کفار کا علمبردار تھا اس کے مقابلے  
میں حضرت علی علیہ السلام آئے۔ شیرِ خدائے اس کے سر پر ذوالفقار  
ماری جو اس کافر کا دماغ چاٹتی اور دل چیرتی ہوئی اُسے دو نخت کر گئی۔  
ص ۲۱۱۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس شجاعت اور جواں  
مردی کے باعث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّهُ مِنِّي وَ أَنَا مِنْهُ  
”علیٰ مجھ سے ہے اور میں علیٰ سے ہوں۔“

حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی۔ اَنَا مِنْكُمْ  
کہ میں ان دونوں میں سے ہوں۔

حق و باطل کے درمیان تلواریں ٹکرائی تھیں اور میدانِ جنگ سے شعلے اٹھ رہے  
تھے کہ غیب سے آواز آئی!

لَا فَتْنِي إِلَّا عَلِيٌّ — لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ —

علیٰ کے علاوہ اور کوئی جوان نہیں۔ اور سوائے ذوالفقار کے اور

کوئی تلوار نہیں ہے۔

اسی لئے کہ جس تلوار سے شیرِ خدائے کفر و باطل کی دیواروں کو پاش پاش  
کیا کرتے تھے کسی غیبی آواز نے اس تلوار کا نام ”ذوالفقارِ حیدری“ رکھ دیا۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

اے علی ! جانتے ہو یہ کس کی آواز تھی؟

عرض کی نہیں !

فرمایا — آسمان کے فشتہ رضوان کی آواز تھی۔

ص ۲۱۲ - شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ احد کی جنگ میں مجھ پر تلواروں

کے سولہ وار ہوئے۔ بارہ میں نے روکے اور چار پر پی گرتا رہا۔

لیکن کوئی حسین و جمیل آدمی میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھا دیتا تھا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا!

اے علیؑ جانتے ہو وہ کون تھا؟

عرض کی — اس کی شکل و صورت وجیہ کلبی سے ملتی جلتی تھی۔

فرمایا — جب رائیل علیہ السلام تھے۔

اقبال مرحوم نے پسح کہا۔

تیری خاک میں شر اگر تو خیالِ فکر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

کون علیؑ؟ جس کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک

کو دیکھتے ہوئے قضا ہو جائے تو ڈوبا ہوا سوز واپس آجائے!

کون علیؑ؟ جن کو دیکھنا عین عبادت ہے۔

النَّظَرُ إِلَى عَلِيٍّ عِبَادَةٌ

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

اور اس کی ولادت خانہ کعبہ میں ہو اور شہادت مسجد میں!

اللہ کے گھر میں جسکی ولادت ہو جائے نہ کیوں نہ وہ قبلہ اربابِ ارادت ہو جائے۔

اس کی اپنی عبادت کا کمال کیا ہوگا  
جس کو دیکھنا بھی عین عبادت ہو جائے

اور

کے رامیتسرنہ شد این سعادت  
بکعبہ ولادت مسجد شہادت

شیر خد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں حکمت و علم اور دانائی کا سرچشمہ۔  
حق و ہدایت کا مرکز۔ لطف و کرم کا پیکر۔ طہارت و نقاست کا مجسمہ۔ فقر و غنا  
اور درویشی کا منبع اور حقیقت و معرفت کے بحر بیکراں تھے وہاں وہ بہادری و  
شجاعت کے کوہ گراں اور وفاداری و جان شاری کی چٹان بھی تھے۔  
بخاری شریف۔ جلد اول ص ۵۲۵۔ مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۷۹۔ ترمذی  
شریف جلد ص ۲۱۳۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۳۔

تاریخ اسلام میں جنگ خیبر کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اسی  
سے لگایا جا سکتا ہے کہ کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اسلام کا جھنڈا  
لے کر خیبر کی فتح کے لئے گئے مگر کسی کو بھی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

آخر ایک دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
”لَا تُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ عَدَا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ يَدَيْهِ۔“  
کہ کل میں اسلام کا جھنڈا اپنے اس غلام کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ  
تعالیٰ فتح دے گا۔

اور۔۔۔۔۔ وہ شخص ایسا ہے۔

يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔۔۔۔۔ کہ جس سے اللہ اور اس کا رسول

محبت کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے۔“  
 زبان نبوتؐ سے یہ مژدہ جانفزا رسن کر ہر ایک کی تمنا تھی کہ اسلام کا  
 جھنڈا اُسے عطا ہو! ————— لیکن صبح ہوئی تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا: —————

اَیْنَ عَلِیُّ ابْنِ اَبِی طَالِبٍ! ————— کہ  
 علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ —————  
 جواب ملا ————— ان کی تو آنکھیں دکھتی ہیں! —————  
 حکم ہوا ————— انہیں بلا کر لاؤ! —————

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حاضر خدمت ہو گئے کہ ان کی آنکھیں آشوبِ چشم کی  
 وجہ سے کھل نہیں رہی اور بہت زیادہ تکلیف میں ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے اپنا لعابِ دہن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی آنکھوں پر لگایا۔  
 بس یہ لعابِ دہن مصطفویؐ کا اعجاز کہ حضرت علیؑ کی دکھتی آنکھیں تاروں  
 کی طرح چمکنے لگیں اور آشوبِ چشم جاتا رہا۔ —————

پھر والی کو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا جھنڈا حضرت علیؑ کو عطا کیا۔  
 ذوالفقارِ حیدری کمر سے باندھی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ بس پھر شکر  
 اسلام لے کر خیبر کی طرف روانہ ہو گئے۔ دل میں عشقِ رسولؐ تھا، سینہ میں دین  
 کی تڑپ۔ ہاتھوں میں اسلام کا جھنڈا اور دماغ میں شہادت کا شوق۔  
 علیؑ نے جھنڈا ہوا میں لہرایا تو فضائے آسمانی نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔  
 احبابِ کرام! ————— یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جھنڈا حضرت علیؑ کو عطا کیا وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنها کی چادر مبارک سے تیار کیا تھا، جیسا کہ  
 انسان العیون - المعروف کسیرۃ حلبیہ - جلد ۲ ص ۲۳۳ عن برہان الدین  
 حلبی رحمۃ اللہ علیہ

وَكَانَتْ زَائِدَةً رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَاءُ مِنْ  
 بَنِي لَعْلَشَةَ تُدْعَى الْعِقَابُ — اور اس جھنڈے کا نام عقاب تھا۔  
 وَلَعَلَّ السَّوَادِ وَكَانَ كِتَابَةً فِي ذَلِكَ الْعِلْمِ لِوَأَبِيضٍ مَكْتُوبًا  
 لِأَلِ اللَّهِ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

رنگ اس جھنڈے کا سیاہ تھا اور اس پر سفید رنگ سے کلمہ شریف لکھا ہوا  
 تھا۔ — يُقَالُ لَهُ الْعِقَابُ — اسے عقاب کہتے تھے!

اس مسلمہ حقیقت کے بعد اگر شیعہ حضرات، حضرت علیؑ اور حضرت عائشہ  
 صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مابین زمانہ نبوت کے وقت یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے بعد کوئی اختلاف یا عداوت تھی تو ایسے حضرات کی عقل و ہوش پر سوائے  
 افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے!

اگر دونوں میں کوئی عداوت اور نفرت ہوتی تو حضرت علیؑ علیہ السلام،  
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چادر مبارک سے تیار کیا ہوا اسلام کا جھنڈا کبھی نہ  
 پکڑتے!

دوسری بات جو اس حدیث پاک سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ  
 وہ بے ادب اور گستاخ لوگ یہ کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا  
 ہوگا۔ ان کا یہ مقام نبوت اور علم رسالت پر ایک دھبہ ہے۔ ایسے کریم المرسلین  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ — بخدا! — کہ کل میں جھنڈا اسے دو لگا جو خیر فتح

کر کے آئے گا اور پھر ایسا ہی ہوا۔ تو اور علم غیب کے کہتے ہیں۔! —  
پس ثابت ہوا۔۔۔ کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم —

## عالم الغیب میں —

اور پھر شیر خدا نے خیبر کی زمین پر اسلام کا علم گاڑ دیا۔ خیبر کے قلعہ  
قموص کا کمانڈر اور مشہور زمانہ یہودی شہ زور پہلوان مرحب جس کی بہادری  
اور جنگی حکمت کی داستانیں پوری دنیا کے کفر و شرک میں ضرب المثل تھیں حضرت  
علی علیہ السلام کے مقابلہ میں آیا۔ پورا جسم لوہے میں غرق۔ سر پر دو من لوہے  
کا خود پہنے اور ہاتھ میں بھاری بھر کم فولادی گرز تھا۔  
شیر خدا نے یہ رجز پڑھا اور مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔ سمعتی امی حیدر

کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہوا ہے!

بس پھر دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ ایک اسلام کو مٹانے کے

لئے اور دوسری اسلام کو بچانے کے لئے۔

مرحب نے بڑی ہوشیاری سے وار کئے جنہیں حضرت علی نے بڑی

جو انمردی سے روکا۔

مرحب نے گرز ہوا میں لہرائی۔ شیر خدا نے پکڑ لی۔ اور زور دار

جھٹکا دیا۔ گرز زمین پر گر گئی!

حضرت علی علیہ السلام کے **وَلَدُلُ** نے اپنے دونوں اگلے کھڑاٹھائے

اور مرحب کے کندھوں پر مارے۔ اور ساتھ حضرت علیؑ نے ذوالفقار حیدری کو

یہودی مرحب کے سر پر لہرایا۔ اس نے حیدر کی شمشیر کو ڈھال پر روکا۔ مگر ذوالفقار

کی دھار ڈھال کے دو ٹکڑے کر رہی ہوئی، مرحب کے بدن اور گھوڑے کو چیرتی ہوئی

زمین پر آئی — تو زمین پکار اٹھی —

یا اللہ مجھے علی کی تلوار سے بچالے —  
 جنگ کے دوران ایک ایسا وقت بھی آیا کہ اللہ تعالیٰ کے شیر نے  
 جوش میں آکر قلعہ کی دیوار کو زور سے ہلایا — کہ زلزلہ آگیا —  
 اور درختوں کو چالیس گز کے فاصلے پر پھینک دیا — فتح و نصرت  
 نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قدم چومے — اور اسلام کا پرچم  
 یثرب کے قلعہ پر لہا دیا گیا —

سلامہ اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے کہ —

کبھی تنہائی کوہ و دامنِ عشق  
 کبھی سوز و سرورِ انجمنِ عشق

کبھی سرمایہ محراب و منبر  
 کبھی مولا علیؑ خیر شکنِ عشق



تاریخ الخلفاء ص ۱۱۸ - ریاض النضرہ جلد جلد ۲ ص ۲۱۷ - موضوعات

کبیر ص ۳۶ - ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

حَمَلٌ عَلَىٰ بَابٍ نَجِيفًا جَمَعَ بَعْدَهُ عَلَيْهِ سِتُونَ

رَجُلًا لَمْ يَحْمِلْهُ

”ساٹھ آدمی بھی اس دروازہ کو نہ اٹھا سکے!“

آبتاؤں تجھے نادان میں شانِ حیدر

اس جہان سے اونچا ہے جہانِ حیدر

آج بھی جنگ میں اعزازِ کمالِ جرات

مردِ میدان کو ملتا ہے نشانِ حیدر

یوں تو عہدِ رسالت میں اسلام و کفر کی کوئی جنگ ایسی نہیں جس

میں حضرت علی شہیدِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہادری و شجاعت کے

جوہر دکھا کر اسد اللہ الغالب کا تمغہ حاصل نہ کیا ہو۔ مگر

غزوہ خندق - میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس

بہادری اور جواں مردی، جان نثاری و شجاعت کا مظاہرہ کیا اس پر

زمین ولے تو کیا۔ آسمان والے فرشتے بھی داد و تحسین

کے پھول برسائے بغیر نہ رہ سکے!۔

کفر و باطل مکمل اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تیس ہزار

جری، آزمودہ کار، لڑاکا، بہادر اور جنگجو جوان لے کر اسلام کے خلاف

ایک فیصلہ کن لڑائی، سامانِ حرب کی کثرت سے سرشار، اسلام اور اس کو

ملنے والوں کو اس بار صغیر مہستی سے باکل نیست و نابود کر دینے کا ارادہ

لے کر آیا تھا۔

اور اس لشکرِ کفار میں دنیائے کفر کا ایک مشہور شہسوار عمرو بن  
ابن وڈ بھی شامل تھا۔ جو کہ ایک ہزار سواروں کے  
برابر مانا جاتا تھا۔

باطل کے لاؤشکر اور سامانِ حرب کو دیکھ مٹھی بھر مسلمانوں کے  
دل دہل گئے۔

اور پھر وہی ابن وڈ اپنے گھوڑے کو اڑھ لگا کر اور خندق پھانڈ کر لشکرِ  
اسلام کے سامنے آن پہنچا۔ اور ہرے  
ہی تکبر و غرور سے آواز بلند پکارا !

هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ

کہ کوئی ہے مسلمان جو مقابلہ کرنے کو تیار ہے۔

شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لشکرِ اسلام کی طرف  
نگاہ اٹھائی، تمام مسلمان دم بخود تھے

اس کافر متکبر نے پھر اپنے الفاظ دہرائے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لشکرِ اسلام کے مجاہدوں کی پھر نظر دوڑائی  
اور سب دم بخود دکھائی دیئے، کسی میں حوصلہ و ہمت نظر نہ آیا !

پھر جب ابن وڈ نے تیسری بار دعوتِ مبارزت دی  
تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دل دل پورے جوش سے زمین پر اپنے ستم  
مارنے لگا اور اس کے قدموں کی ٹھوکروں سے زمین چنگاریاں بھوٹنے لگیں۔  
اس کے ساتھ ہی خونِ حیدر بھی جوش میں آگیا۔ وہ لشکر کی صف سے

باہر آئے، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر ان کے قدم چومے  
اور ————— اجازت کے طلب گار ہوئے —————

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے ساتھ، شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ  
عزہ و اجازت مرحمت فرمائی ————— ذوالفقارِ حیدری عطا فرمائی  
اور اپنا عمدہ مبارک حضرت علی المرتضیٰ کے سر مبارک پر رکھ کر فرمایا —————  
علیؑ ————— جاؤ! —————

اس کافر کو تیرے سپرد کیا ————— اور —————  
تجھے ————— اللہ جل شانہ کے حوالے! —————

اور ————— پھر —————  
پئے تعظیم جھک کر اور ہنّادی کی رضائے کر  
چلا میدان میں شیرِ خدا نامِ خدا لے کر  
نہ سینہ پر زرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا  
فقط تلوار تھی تلوار ہی مردوں کا گناہ تھا  
اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے اسپ تازی — یعنی  
دُلْدُل کو اشارہ دے کر اس کی راسوں کو ڈھیلا کیا تو وہ بھی عُقَاب  
کی طرح کفر پر پھینٹنے کے لئے میدانِ کارزار میں آگیا —————  
اور پھر ————— دو تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں اور شعلے اُگلنے  
لگیں ————— ایک حق و اسلام کی تباہی کے لئے اور دوسری اِگی  
پشتِ پناہی اور حفاظت کے لئے! —————

اپنے دُڈ کے پاس ————— پٹہ ————— بانا ————— بانک اور کان تھی۔

نسبت باعث جنت

اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس صرف ذوالفقارِ حمیری۔ نگاہِ مصطفیٰ  
اور۔ قوتِ ایمان تھی۔

فولادی تلواروں کی جھنکار۔۔۔ زہراؤد شمشیروں کا ہنگامہ بجلی کی کرک اور چمک اور آہنی ڈھالوں کی کھڑکھڑاہٹ سے خندق بھی لرز رہی تھی۔۔۔ عین اس وقت جبکہ دونوں جنگجو اپنی اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔۔۔ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھائی۔۔۔ اور اسلام و کفر کے میدان میں دونوں جرنیوں کے انداز سپہ گری کو دیکھا۔۔۔ اور فرمایا!۔۔۔

بَرَزَ الْإِيْمَانُ كَلْبُهُ مَعَ الْكُفْرِ كَلْبُهُ۔۔۔ کہ  
”آج مکمل ایمان، مکمل کفر سے لڑ رہا ہے۔۔۔ مکمل ایمان  
علی المرتضیٰؑ اور۔۔۔ مکمل کفر ابنتِ وُد۔۔۔

وہ ہوش میں تھا۔۔۔ اور۔۔۔ یہ ہوش میں!۔۔۔ وہ غصہ میں تھر تھرا رہا تھا۔۔۔ اور۔۔۔ یہ حوصلہ سے مسکرا رہا تھا۔۔۔ آخر کار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نعرہ بیکیر بلند کرتے ہوئے ایسی ضربِ حمیری لگائی کہ وہ روک نہ سکا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا اپنے اس مردود کے سینے پر چڑھ کر اس کا سر کاٹ کر دوبارہ نعرہ بیکیر بلند کیا جس فضائے آسمانی گونج اٹھی۔۔۔ اور۔۔۔

اس طرح غزوة خندق میں شہیرِ خدا اور ان کے دُلّٰل کی جانثاری اور  
جاں سپاری سے اسلام کو کفر پر۔۔۔ توحید کو شرک پر۔۔۔  
حق کو باطل پر۔۔۔ اور نیکی کو بدی پر۔۔۔ اور انسانیت کو بربریت پر۔۔۔

مکمل اور فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی۔  
اور حضرت علی علیہ السلام کو اس شجاعت کے صلہ میں دربارِ مصطفیٰ سے یہ انعام

ملا!

ضَرَبَةُ عَلِيٍّ يَوْمَ الْخُنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ - کہ  
”غزوہ خندق میں علی علیہ السلام کی جنگ تمام مسلمانوں کے اعمال سے  
افضل ہے۔“

مدارج النبوت۔ جلد ۲ ص ۲۲۲

لِمَا رَزَقَ عَلِيٌّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ يَوْمَ الْخُنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ  
أَعْمَالِ أُمَّتِي !

تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۳۰۱

جنگ اور فتح کے بعد نبیؐ نے علیؑ سے پوچھا کہ جب تم ابنِ وڑ سے لڑ  
رہے تھے تو کیا محسوس کر رہے تھے؟

جواب دیا: آتَا

لَوْ كَانَ أَهْلُ الْعَرَبِ فِي جَانِبِ الْأَخِرِ لَقَدَّمْتُ عَلَيْهِمْ -  
کہ اگر تمام عرب کے بہادر ایک طرف ہوتے تو میں اکیلا ہی ان کے لئے  
کافی تھا۔ اور میں ان پر غالب آجاتا۔ اور

ایسا ہوتا بھی کیوں نہ!

اسی لئے کہ شیرِ خدا کی شان تو یہ ہے۔ کہ

شاه مرواں شیرِ یزداں قوت پروردگار  
لَا فَتْحَ إِلَّا عَلَيَّ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ

نسبت باعث جنت

ان تمام مسلمہ حقائق کے پیش نظر سید افتخار الحسن زبیدی کہتا ہے  
کہ جنگ بدر سے لیکر جنگ احد۔ حنین۔ خندق اور دوسرے غزوات  
میں جس دُلدُل پر سوار ہو کر حق و اسلام کی عظمت کے لئے ساری زندگی  
کفر و باطل کے ساتھ نبرد آزار ہے۔

اور آپ کا دُلدُل بھی ہر میدان۔۔۔ ہر جنگ اور ہر لڑائی میں  
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پورا پورا ساتھ دیتا رہا، اسی اچھی نسبت کے سبب حضرت  
علی علیہ السلام کا دُلدُل بھی جنت میں جائے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے صح فرمایا ہے۔  
کہ۔۔۔ "نسبت اچھی ہو تو جنت میں جانا مشکل نہیں۔"

الغرض  
حضرت علی کی جانبازی۔۔۔ شیر خدای کی مردانگی اور اسد اللہ

الغالب کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ  
میدان جنگ میں بڑے بڑے بہادروں نامور شہسواروں  
اور جنگجوؤں کے مقابلہ میں بے خوف و خطر نکل آتے تھے اور قوت ارادی  
کا یہ عالم تھا کہ موت پر اپنا قبضہ سمجھتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آجنگ کسی مؤرخ۔ کسی تاریخ دان اور کسی واقعہ نگار  
نے شیر خدای کی قوت و طاقت کے متعلق صحیح طور پر کچھ نہیں لکھا۔۔۔ آخر کار  
ان کے جنگی کارناموں اور ان کی اسلامی فتوحات کو دیکھ کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ

شاہ مرداں، شیر زیداں، قوت پروردگار  
لَا فِتْنَةَ إِلَّا عَبَسِي لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْقِبَارِ

قارئین کرام!

مذکورہ بالا حقائق کے ہوتے ہوئے یہ کتنے افسوس کی بات ہے اور کتنی کسم  
ظرفی ہے کہ خارجی لوگ اس مرد مجاہد، مولائے کائنات، فاتح خیبر اور دامادِ  
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کو نام نہاد خلافت سمجھتے ہیں لہ  
اور ان کی جرأت و شجاعت کو ایک دم و گمان تصور کرتے ہیں اور سب  
سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ

یہ بے ادب و گستاخ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والدِ گرامی حضرت  
ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعوذ باللہ کافر اور جہنمی مانتے ہیں۔  
ان گستاخ لوگوں کے ایسے بیہودہ سوالات کا ایک ہی جواب ہے کہ  
”جیسے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا اعتراف نہیں  
ہزار سجدے کرے کوئی گناہ معاف نہیں  
بدن پر حج کا احرام اور دل میں بغضِ علیؑ  
یہ کعبہ پاک کے پھیرے توہیں طواف نہیں



# لَا فَتَىٰ إِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ

## کاعزاز خصوصی

مدارج النبوت — شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ —  
 ”جنگ بدر کی ذلت آمیز اور عبرت ناک شکست کا بدلہ لینے کی  
 غرض سے مشرکین مکہ نے میدان احد میں ایک عظیم لشکر کے ساتھ  
 پرے جمائے۔“

حضرات محترم! یاد رہے کہ اسی جنگ میں رسول اکرم صلی اللہ کے دندان  
 مبارک شہید ہوئے اور اسی لڑائی میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے — اور  
 اسلام و کفر کے اسی تصادم میں حضرت علی علیہ السلام کو  
 ”لَا فَتَىٰ إِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ“ کا تمغہ  
 جرات اور شجاعت کا خصوصی اعزاز بھی عطا ہوا۔

اصل واقعہ کچھ یوں ہے کہ جنگ احد میں طلحہ بن ابی طلحہ جو کہ لشکر کفار کا  
 علمبردار تھا کے مقابلہ میں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے  
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے سر پر تلوار ماری جو اس کافر کا سر  
 دل اور دماغ چیرتی ہوئی نکل گئی۔

لیکن شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ نے اسے جان سے نہیں مارا —  
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کافر کو جان سے نہ مارنے کا سبب پوچھا

تو حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا کہ گرتے وقت اس کی شرمگاہ کھل گئی تھی اور میری شجاعت نے یہ پسند نہ کیا کہ میں اسے اس حالت میں قتل کروں۔

ص ۲۱۱ اردو ترجمہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شجاعت اور جوان

مردی کے باعث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّهُ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ

کہ — علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں —

حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی!

أَنَا مِنْكُمْ

کہ — میں تم دونوں میں سے ہوں —

عین اس وقت جب کہ نطلو بن نطلو کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ

اپنی شجاعت۔ جوان مردی اور شمشیر زنی کے جوہر دکھا رہے تھے کہ غیب سے

ایک آواز آئی

لَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ لَّا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْقَوَارِ

کہ — سوائے علی کے اور کوئی جوان نہیں اور سوائے علی کی

تلوار کے اور کوئی تلوار نہیں ہے! —

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آواز سن کر فرمایا!

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے ہو کہ یہ کس کی آواز تھی؟

عرض کی — نہیں!

فرمایا! — آسمان کے فرشتہ رضوان کی آواز تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اُحد کی جنگ میں مجھ پر تلواروں

نسبت باعث جنت

کے سولہ وار ہوئے۔

بارہ نہیں نے روک لئے اور چار پر میں گرتا رہا لیکن کوئی حسین و جمیل آدمی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھاتا رہا۔

آقائے دو عالم صل اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جانتے ہو وہ کون تھا؟  
عرض کی — اتنا جانتا ہوں کہ اس کی شکل و صورت حیرت انگیز  
سے ملتی جلتی تھی۔

فرمایا — حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

اور — یہ بھی سچ ہے کہ حضرت علی کعبہ میں پیدا ہوئے اور یہ بھی فرمان  
مصطفیٰ سے کہ

النَّظَرُ إِلَى عَلِيٍّ عِبَادَةٌ — کہ  
”علیؑ کو دیکھنا بھی عبادت ہے“

تو پھر یہ بھی صحیح ہے — کہ صر

اللہ کے گھر میں جس کی ولادت ہو جائے  
کیوں نہ وہ قبلہٴ اہل ولایت ہو جائے  
اس کی اپنی عبادت کا کمال کیا ہوگا؟  
جس کو دیکھنا بھی عین عبادت ہو جائے



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## نَاقَةُ مُحَمَّدٍ

قارئین کرام! —

جس طرح اچھی نسبت کے سبب، اصحابِ فیل کا ہاتھی — حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی — حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھیرڑیا — حضرت سلیمان علیہ السلام کی چوڑھی اور ملکہ سبا شہزادی بلقیس کا ہدیہ جنت میں جائیں گے —

اسی طرح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ بھی اچھی نسبت کے باعث جنت میں جائے گی —

حضراتِ گرامی! —

اگرچہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سواریوں پر سواری کی ہے اور ہر سواری قابلِ تکریم ہے۔ قابلِ تعظیم اور قابلِ ادب و احترام ہے۔ لیکن وہ ناقہ جس پر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سواری فرمایا کرتے تھے اس کی شان و شوکت، عظمت اور اس کی عزت و تکریم کچھ اور ہی ہے — اور اس ناقہ میں جو کمالات تھے وہ اور کسی سواری میں نہیں تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آقائے



تو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے دُکُل پر بیٹھے بیٹھے ہی زمین  
پر سے ایک مشت خاک اٹھائی اور شکرِ کفار کے منہ کی طرف ماری —

اور فرمایا —

فَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ —

وہ سب مغلوب ہو گئے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی اعجاز نبوت ہے کہ کائنات  
ارضی و سماوی کی ہر چیز آپ سے کلام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ کہیں شجر و حجر آپ پر  
درود و سلام کے پھول بچھا کر کرتے نظر آتے ہیں اور کہیں جانور آپ کے ہم کلامی  
کا شرف حاصل کرتے نظر آتے ہیں — اور

کہیں جنگل کے خوشخوار درندے آپ کے ساتھ محو گفتگو نظر آتے ہیں اور یہی  
ہیں، بلکہ چاند۔ سورج اور ستارے بھی آپ کے حکم کی تعمیل کرنے کو اپنی سعادت  
مندی سمجھتے ہیں! —

چاند بھٹ جاتا ہے — سورج واپس لوٹ آتا ہے — ستارے

بھک جاتے ہیں —

زرقانی۔ جلد ۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳ امام محمد بن عبد الباقی۔ تربت المجالس

جلد ۲ ص ۹۸-۹۹ علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ۔ خصائص الکبریٰ جلد ۱

ص ۴۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ سیرت حلبیہ۔ علامہ حلبی رحمۃ اللہ

علیہ۔ المواہب اللدنیہ —

إِنَّ كُلَّ دَابَّةٍ كَانَتْ لِقُرْشٍ نَطَقَتْ —

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت قریش مکہ کے

تمام جانور بول اٹھے تھے۔“

وَقَالَتْ قَدْ حَمَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور کہنے لگے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبی

آمنہ رضی اللہ عنہا کے لہٹن پاک میں آگیا ہے۔“

وَرَبُّ الْكَعْبَةِ

”اور رب کعبہ کی قسم!“

وَهُوَ أَمَانُ الدُّنْيَا وَسِرَاجٌ أَهْلُهَا

اور وہ دنیا کے لئے امن و سلامتی کا ابدی پیغام لے کر آیا ہے

اور وہ تاریک راتوں میں روشنی کا مینار بن کر آیا ہے!“

مدارج النبوت — ترجمہ اردو جلد ۲ ص ۱۰۲۸۔ سیرت حلبیہ جلد ۲

ص ۲۳ علامہ علی بن محمد سرہان الدین

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ خیبر کے بعد

أَصَابَ حِمَارًا أَسْوَدًا

”ایک سیاہ رنگ کا گدھا ملا۔“

فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پوچھا!

مَا اسْمُكَ؟

تیرا نام کیا ہے؟

قَالَ مَيْزِيدُ بْنُ شِهَابٍ!

کہا میرا نام میزید بن شہاب ہے!

أَخْرَجَ اللَّهُ مِنْ نَسْلِ جَدِّي سِتِينَ حِمَارًا كُفْرًا  
لَا يُرْكَبُ مِمَّا لَمْ يَأْتِ بِهِ -

اللہ تعالیٰ نے میری نسل میں ساٹھ گدھے ایسے پیدا کئے ہیں  
جن پر سوائے نبی کے کسی اور نے سواری نہیں کی!

اور اب میری نسل میں کوئی گدھا نہیں رہا۔

وَلَمْ يَبْقَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ غَيْرِكَ -

اور اب آپ کے علاوہ نبیوں میں سے کوئی نبی باقی نہیں رہا۔ اور آپ

مجھ پر سواری فرماویں تاکہ میری نسل کی رسم پوری ہو جائے۔

میرا یہودی مالک جب بھی مجھ پر سوار ہونے کی کوشش کرتا تو میں اسے سوار

ہونے کی ہرگز اجازت نہ دیتا۔

وہ مجھے بڑی طرح مارتا۔ میرے پیٹ پر ڈنڈے برساتا۔ میری پشت پر

بے پناہ کورے برساتا تھا۔

فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ يَعْفُورُ

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج سے تیرا نام یعفور ہے

یعنی حکم کی تعمیل کرنے والا۔“

اور اس یعفور گدھے کا کمال یہ تھا کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی صحابی کو

بلانے کی ضرورت پیش آتی تو آپ یعفور کو حکم فرماتے کہ فلاں صحابی کو بلا لاؤ۔ تو

یعفور گلیوں اور بازاروں اور راستوں سے گزرتا ہوا اس صحابی کے دروازے

پر پہنچ جاتا۔

فَيَقْرَعُهُ بِرَأْسِهِ - اپنے سر سے دروازہ کو کھٹکھٹاتا۔

نسبت باعثِ جنت

جب گھر والا دروازے سے باہر آتا

فَاءَ مَا إِلَيْهِ

تو اشارہ کرتا کہ نبی اکرمؐ تجھے بلا رہے ہیں

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پاک کے بعد یعفور یہ صدمہ برداشت

نہ کر سکا اور ایک گنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا

الْقَى نَفْسَهُ فِي بَيْتٍ

سید افتخار الحسن زیدی کا کہتا ہے کہ دیکھو یعفور گدھا تسلیم کرتا ہے

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب دفتر انبیاء میں کوئی نبی باقی نہیں رہا یعنی

آپ خاتم النبیین ہیں

مگر افسوس کہ یہ مرزائی نہیں مانتے تو صاف بات ہے کہ ان سے وہ گدھا

ہی بہت اچھا ہے! اور یہ انسان ہو کر بھی گدھے سے بدتر!

ہماری بعض کتابوں میں اس یعفور گدھے کو دراز گوش بھی لکھا ہے

کہتے ہیں کہ یعفور گدھے زیادہ لمبے تھے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تجھے اپنی مادہ کی خواہش ہے

عرض کی ہرگز نہیں!

تمام سواریوں افضل ناقہ

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سواریوں سے افضل ناقہ تھی جس کا نام

قصوا ہے۔ قاموس میں یہی بتایا گیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر

کثرت سے سواری فرماتے تھے، سفر و حضر میں اسی ناقہ کو یہ سعادت بھی حاصل تھی

کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر اس پر سواری کے دوران وحی بھی نازل ہوا کرتی تھی کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی دوسری سواری وحی کے بوجھ کو برداشت نہ کر سکتی تھی۔

صلح حدیبیہ کے وقت بھی آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی خوش بخت ناقہ پر سوار تھے اور ہجرت کا سفر بھی آپ نے اسی مبارک ناقہ پر کیا تھا۔

نزہت المجالس جلد ۲ ص ۲۲۸۔ علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

” ایک دن ایک اعرابی یہ ناقہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔“

معارج النبوت ط ۹۰۲-۹۰۳۔ ملامعین الدین کا شفی رحمۃ اللہ علیہ

فَلَمَّا رَأَيْتِ النَّاقَةَ إِلَى النَّبِيِّ قَالَتْ أَسَلَامٌ عَلَيْكَ

يَا خَيْرَ الْبَشَرِ۔ أَسَلَامٌ عَلَيْكَ يَا زَيْنُ الْقِيَامَةِ

أَسَلَامٌ عَلَيْكَ يَا شَافِعَ الْأُحْمِ۔ أَسَلَامٌ عَلَيْكَ يَا

رَسُولَ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دریافت فرمایا۔ تو

اس نے عرض کی۔ کہ میرا مالک مجھے رات کو جنگل میں چرنے کیلئے پھوڑا

آیا کرتا تھا اور رات کو جنگل کے درندے میرے گرد جمع ہو جاتے اور کہتے!

لَا تُؤْذُوهُ فَإِنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ کہ

”اُسے کوئی ایذا نہ دو کیونکہ یہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے۔“

نزہت المجالس کے الفاظ یہ ہیں

لَا تَقْرُبُوهُ فَإِنَّهَا لِمَا لِحَمْدِ

”اس کے نزدیک مت جاؤ کیونکہ یہ محمد کریم کے لئے ہے۔“

نسبت باعثِ جنت

فَكُنْتُ أُخْرِجُ أَرْعَى فَيُنَادِي النَّبَاتُ إِلَىٰ رَأِي فَإِنَّكَ لِمُحَمَّدٍ  
 ”اور جب میں جنگل میں چرتی تو چراگاہ کی نباتات مجھے کہتی کہ میری  
 طرف آؤ اور ہمیں چرو، کیونکہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص ہے“  
 یا رسول اللہ اس دن سے میں آپ کے ہجر و فراق میں رو رہی  
 ہوں۔ آج اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا ہے کہ آپ کے  
 زیارت سے فیضیاب ہوئی ہوں۔“

میری ایک درخواست ہے يَا مَسِيحُ اللّٰهُ!  
 فرمایا کہو:

عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے میرے لئے یہ اجازت منظور  
 ہو جائے کہ میں جنت میں آپ کی سواری کے کام آسکوں

دوسری درخواست یہ ہے کہ  
 آپ کے وصال پاک سے قبل مجھے موت نصیب ہو جائے تاکہ آپ کے  
 دنیا سے پردہ پوشی کے بعد مجھ پر کوئی دوسرا شخص سواری نہ کر سکے!  
 سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیری دونوں درخواستیں منظور ہیں  
 اور اسی طرح ہوگا جس طرح تو چاہتی ہے۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت اپنی صاحبزادی حضرت  
 فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

کہ بیٹی یہ بات یاد رکھنا کہ میرے بعد اس ناقہ پر کوئی دوسرا سواری ہرگز نہ کرے۔  
 تم خود اس بات کی نگرانی کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس نے کھانا پینا پھوڑ دیا تھا اور حضور اکرم

علیہ السلام کے غمِ فرقت میں گم کُسم رہنے لگی  
ایک رات حضرت خاتونِ جنتؑ اس کے قریب سے گزری تو اس نے  
سیدہ شہزادی کو نین کو دیکھ کر پکاری !

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!  
مَا شَبَّاعٌ لِي عَلَفْتُ وَلَا شَرَابٌ مِنْهُ تُوَفِّي رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!

کہ۔ جب سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصالِ پاک  
ہوا ہے میں نے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے۔

اور اے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری دلہندہ۔۔۔ آج میں آپ  
کے والدِ گرامی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہونے کے لئے تیار  
ہوں۔۔۔ اگر آپ نے کوئی پیغام دینا ہے تو ان کے حضور پہنچا دوں گی۔  
خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنا دستِ شفقت  
اس کے سر پر پھیرا، بس اسی دورانِ اکی روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔  
خاتونِ جنت نے کفن تیار کروایا۔ اور گڑھا کھود کر اسے دفن کروا دیا۔  
مگر۔۔۔ تین دن کے بعد جب اس گڑھے کو کھودا گیا تو وہ ناقہ رسولِ غائب  
تھی یہ اس کی کرامت تھی۔۔۔ کہ

فَانَّمَا لَمْ تَنْطِقِ إِلَّا لَهَا وَلَا بِشَيْهَا۔۔۔ کہ  
اس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والدِ گرامی کے علاوہ اور کسی سے

کلام نہیں کیا۔۔۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو چکا ہے۔۔۔ اور اب مکہ

مکہ میں ظاہری طور پر کوئی یار و مددگار نہیں  
 اس لئے ایک رات مشرکین مکہ اور اسلام کے دشمن اور سید و جہان کے  
 مخالف انہیں قتل کرنے کے ارادہ سے حجرہ شریف کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں، ذریت  
 بند تھا۔ اور والی کائنات علیہ السلام بستر نبوت پر آرام فرما رہے تھے کہ فرستادہ

خدا یعنی حضرت جبریل علیہ السلام نے دستک دی! —————  
 نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا —————

کون ہے؟ —————

جواب ملا جبریل ہوں! —————

پھر پوچھا۔ کیوں آئے ہو؟ —————

عرض کی — بتانا ہوں! —————

دردازہ کھولا! —————

جبریل علیہ السلام اندر داخل ہوا —————

تا ورات کے اندھیرے میں کیوں آئے ہو! —————

جواب دیا — خدا تعالیٰ کی طرف سے سلام لے کر اور ایک انتہائی ضروری

پیغام لے کر حاضر ہوں —————

فرمایا — جلدی سے پیغام سناؤ! —————

عرض کی! —————

اِنَّ اللّٰهَ يَامُرُكَ الْهَيْجَةَ! ————— کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم فرمایا ہے کہ اٹھو اور مکہ نکرہ کی مقدس

بستی کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو جائیے! —————

فرشتہ ہجرت کا پیغام دے کر چلا گیا۔ تو مرکزِ کائنات نے حرکت کی۔  
عرش نے جھک کر دیکھا۔ فرشتوں نے درود پڑھا۔ حوروں  
نے سلامی دی۔ شجر و حجر ادا کس ہو گئے! —————  
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر دیکھا۔ ننگی تلواریں چمک رہی تھیں،  
نیرنگ تانے ہوئے اور تیر کمانوں میں ڈال چلے کھینچے حجرہ نبوتِ مشرکین مکہ نے  
اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ —————

عرض کی۔ اللہ پاک مکان پوری طرح دشمن کے زرعے میں ہے۔  
اور۔ ننگی تلواریں رات کے اندھیرے میں چمک رہی ہیں۔ کیسے نکلوں؟  
جواب آیا۔ سورہ یسین کی تلاوت کرتے ہوئے کفارِ مکہ اور مشرکین  
مکہ کے قریب سے بیخوف نکل جاؤ آپ کسی کو نظر نہیں آئیں گے۔!  
رسولِ خدا نے دروازہ کھولا۔ اور سورہ یسین کی تلاوت کرتے  
ہوئے دشمنوں کی ننگی تلواروں کے سایہ میں نکل گئے۔ —————

مشرکین آپ کے قدموں کی چاپ تو سنتے تھے مگر ان کو دکھائی کچھ نہ دیتا  
تھا۔ وہ انتہائی حیران و پریشان نظر آ رہے تھے۔ ————— ایسے کہ  
اللہ کریم نے ان مشرکین کے آگے پیچھے کاغذ کی طرح باریک دیواریں کھڑی کر دی تھیں  
فَصُمُّوْا لَّا يَبْصُرُوْنَ كَاٰنْهِيَآ اَنْ كِيْ اَنْكُهٗوْنَ پَرِجْھَا گِیَا تھَا۔  
حفیظ جانندھری مرحوم نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ —————

وہ دراتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا  
تلاوت سورہ یسین کی کرتا ہوا نکلا  
کھینچی ہی راہ گئیں خون ریز خون آشام شمشیریں  
کسی نے کھینچ دی ہوں جب طرح کاغذ کی تصویریں

شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم — حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے — اور فرمایا!

علیؑ — میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ طیبہ کی طرف اسی وقت روانہ ہو رہا ہوں اور مشرکین مکہ نے میرے قتل کے ارادہ سے میرے مکان کا محاصرہ کر رکھا ہے!

آج رات میرے بستر پر تم سو جاؤ! —  
شیر خدا مجھ گئے کہ آج امتحان سخت ہے —  
اس لئے کہ آج رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سونا گویا دشمنوں کی تلواروں کے سایہ میں سونا تھا —

اور یہ موت و ہلاکت سے دست بردست جنگ تھی!

عشق و محبت کی آزمائش اور قربانی و جانثاری کا امتحان تھا — اور  
مکہ مکرمہ کے مشہور قبیلوں کے سربراہ اور شمشیر زنوں سے مقابلہ تھا!  
ہر لمحہ جان جانے کا خطرہ اور ہر گھڑی موت کا انتظار کرنا تھا —  
کیونکہ کافر آج اٹل ارادہ سے آئے تھے اور آج وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے — حق و اسلام کا خاتمہ کرنے آئے تھے — توحید و رسالت کی شمع کو ہمیشہ کے لئے بجھانے کے ارادہ سے آئے تھے — اور  
نیکی و شرافت کے چراغ بجھانے آئے تھے!

مگر یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغیر  
کسی تامل کے اپنے آقا ﷺ علیہ السلام کے بستر پر سونا منظور کر لیا —  
اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بعد سوچنا ایمان کی توہین ہے — اور پھر علیؑ

کو تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں ایمانِ کُل کی سند دے دی تھی!

تعجب ہے کہ کفارِ مکہ کو نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کا پتہ چلا اور نہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آنے کا!

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا

اے ابو بکر! میں اللہ کے حکم کے تحت مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ جا رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی حکم ہے کہ میں آپ کو بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤں

اور آج اگر تم نے میرا ساتھ دیا تو جنت میں بھی آپ میرے ساتھ ہوں گے!

تفسیر امام حن عسکری ص ۲۱۲

وَأَمْرُكَ تَسْتَضِيحُ أَبَا بَكْرٍ

مجبوب اکیلے نہ جانا ابو بکرؓ کو بھی ساتھ لے کر جانا۔ اس لئے کہ

آج رات اگر ابو بکرؓ نے تمہارا ساتھ دیا۔ تو

كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ

پھر جنت میں تمہارا رفیق ہوگا۔ مزید فرمایا۔

لِأَبِي بَكْرٍ أَرْضِيَتْ أَنْ تَكُونَ مَعِيَ

اے ابو بکر! کیا تو راضی ہے۔ آج رات میرے ساتھ چلنے کو۔

عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَمَا لَوْ عِشْتُ أَنَا عُمَرَ الدُّنْيَا

اگر میں تمام آپ کی محبت میں سخت عذاب میں مبتلا رہوں تو پھر بھی

مجھے آپ کی محبت میں منظور ہے —————  
بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۱۵ — تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۴۳۷ مشکوٰۃ شریف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —————  
رَحِمَ اللهُ أَبَا بَكْرٍ زَوْجِنِي بِنْتَهُ وَاعْتَقَ بِلَالًا  
وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ الْهِجْرَةِ ————— کہ  
اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنی بیٹی  
میرے نکاح میں دے دی —————

حضرت بلال کو آزاد کروایا اور مجھے کندھوں پر اٹھا کر ہجرت کی  
رات مدینہ منورہ لے گیا —————  
شیعہ حضرات کی کتابوں کے حوالہ جات

حلمہ حیدری — ملا باپڑل ایرانی جلد ۱ ص ۴۸-۴۹ - حیات القلوب ص ۱۱۲  
باقر مجلسی جلد ۲ ص ۳۲۱ اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام کی ص ۲۱۲  
الغرض — حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بغیر سوچے سمجھے حضرت علی  
کرم اللہ وجہہ کی طرح نبی علیہ السلام کے ساتھ جانے کی حامی بھری —————  
حالانکہ وہ جانتے تھے کہ آج رات نبی علیہ السلام کے ساتھ جانا گویا موت  
کو دعوت دینا ہے۔ ایسے کہ یہ کوئی تفریحی اور کوئی تجارتی سفر نہیں ہے بلکہ،  
زندگی اور موت کا سودا ہے! —————  
اور کفارِ مکہ کی خون آشام شمشیروں سے کھیلنا اور آقا سے پہلے اپنی جان  
قربان کرنے کا فیصلہ ہے! —————

## غارِ ثور سے مدینہ منورہ کی راہ پر

غارِ ثور سے نکلے تو مدینہ منورہ کی راہ پر چلنے لگے۔ ایک محبت اور دوسرا محبوب۔

ایک طالب اور دوسرا مطلوب ،

ایک غلام اور دوسرا آقا ،

اور ایک صادق اور دوسرا صدیق !

حضرت گرامی ! آئیے ذرا پیچھے پلٹ کر دیکھیں کہ کفار مکہ کے

تلواروں اور قریشی بہادروں کی فولادی اور آبدار شمشیروں کا کیا بنا؟

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے بسترِ نبوت سے اٹھ کر نکل آئے اور

حضرت علی کرم اللہ وجہہ یعنی چادر تان کر حضور علیہ السلام کے بستر پر جا کر لیٹ گئے۔

مشرکین مکہ ساری رات اسی انتظار میں رہے کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کس وقت گھر سے باہر آئیں اور کب آپ کا کام تمام کر دیا جائے۔

رات گزرتی جا رہی تھی اور بالآخر گزر گئی۔

پوہ پھٹنے لگی۔

اور لو پھیلنے لگی۔

تو اب ابو جہل نے رات بھر کے انتظار سے تنگ آ کر پھلانگ لگائی۔ اور

حجرہ نبوت میں پہنچ گیا !

تلوار کا دار کرنے ہی والا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے چادر کا پلہ سر کا یا۔

ابو جہل ٹھٹک کر رہ گیا۔ وہ حیران و پریشان ہو گیا تھا یہ معاملہ اس کی

بجھ سے بالا تھا۔ کہ وہ بسترِ نبوت پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حضرت علی

کرم اللہ وجہہ کو دیکھ کر عالم حیرت میں گم تھا !

ابو جہل نے پوچھا! —

علیؑ — محمدؐ کہاں ہے؟ —

حضرت علیؑ نے مسکرا کر جواب دیا —

ساری رات پہرہ تم نے دیا ہے — اور پوچھ مجھ سے رہو! —

محمدؐ اور ابو بکرؓ تو اس وقت مدینہ منورہ میں پہنچے ولے ہوں گے!

اور — پھر مدینہ آئی گیا — مدینہ والوں کو نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم کی آمد اطلاع بھی بل چکی تھی — انہوں نے راستوں کو صاف

سحق کر کے شہر لوئیں سجایا ہوا تھا کہ کوئی بڑی ہی عظیم ہتھی آ رہی ہے جس کے

استقبال کے لئے یہ تیاریاں ہیں — اسمیں بھی شک نہیں کہ واقعی دو

عالم کے سردار آج مدینہ والوں پر احسان کر کے ان کے مہمان بن رہے تھے

اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے بلکہ تاقیامت مدینہ منورہ میں رہنے کے لئے —

آج مدینہ والوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا — ہر گلی و بازار

کو انتہائی شاندار طریقہ سے سجایا گیا تھا — حسین و جمیل محرابیں بنائی گئیں تھیں۔

پورے شہر میں چہل پہل تھی، لوگ خوشی و مسرت میں جھوم رہے تھے۔ ہر

ایک نے اپنے مکان کو دوہا بنا رکھا تھا —

اور — ہر ایک کی تمنا تھی کہ رسولِ اکرم علیہ السلام اس کے گھر کو رونق

بخشیں اور انہیں اپنی خدمت کا موقع دیں —

سارا مدینہ — نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جگمگا رہا تھا — لوگ باادب

قطاریں باندھیں کھڑے تھے — یہی نہیں بلکہ —

مسلم شریف جلد ۲ — باب الحجرت ص ۱۹۷ —

فَصَعَدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ البُيُوتِ -

”مرد اور خواتین مکانوں کی پھتوں پر چڑھ کر شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ  
کا راستہ دیکھ رہے تھے۔“

وَتَفَرَّقَ غِلْمَانٌ وَالْخَدَمُ فِي الطَّرِيقِ يَا دُونَ يَا مُحَمَّدٌ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) -

”اور چھوٹے چھوٹے لڑکے اور خادم ایک بہت بڑے اور عظیم الشان  
جلوس کی شکل میں گلیوں اور بازاروں اور راستوں میں گھوم  
رہے تھے اور یہ نعرے لگا رہے تھے یا محمد - یا رسول اللہ - صلی اللہ  
عليه وسلم۔“

اور ساتھ ہی یہ ایمان افروز نغمے الپ رہے تھے —————

### مدینہ میں استقبال

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا  
مِنْ ثَنِيَاتِ الْوَدَاعِي  
وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا  
مَا دَاعَ بِلَدِّهِ دَاعِي

اور کہیں معصوم ننھی ننھی بچیاں تھی جو دم بجاتی تھیں اور حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اشارے کر کے گاتی تھیں کہ — ع

ہم ہیں لڑکیاں بنجار کے عالی گھرانے کی

خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

اور لو وہ آگے۔ ناقہ پر سوار۔ صدیق اکبر ہمراہی۔ مدینہ پاک میں بہار



کی طرف لکھا تھا۔۔۔ وہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے پاس محفوظ تھا۔

قارئین کرام!

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آدمی کی جنس کے علاوہ آٹھ نواشیہ ایسی ہیں جو کہ جنت میں جائیں گی۔

لیکن سوچنے کی بات اور غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ آخر یہ حیوانات نہ نمازی۔ نہ حاجی۔ نہ عالم و عامل اور نہ مکلف بالشرع یعنی اصحاب کہف کا کتا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دُنبہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھیڑیا اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ یعنی اونٹنی۔

پھر یہ کہ ان کے جنت میں جانے کا سبب کیا ہے؟ تو میں دو سال تک غور و فکر اور تحقیق کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ کسی اچھی نسبت کے سبب یہ جانور جنت میں جائیں گے اور پھر ان کی نسبت کو میں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے۔

” نسبت اچھے ہو تو جنت میں سے جانا کوئی مشکل نہیں

اور پھر کوئی ایک اچھی نسبت کے باعث لیکن سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کئی نسبتوں کے سبب جنت میں جائے گی۔

اول:۔۔۔ جب ناقہ نے نبی پاکؐ کو دیکھا تو بول اٹھی، السلام علیک یا خیر البشر۔۔۔ دوم:۔۔۔ اس پر سواری فرماتے تو

وحی نازل ہوتی تھی جبکہ دیگر کسی سواری پر وحی نازل نہ ہوئی۔

سوم: ————— ہجرت کے سفر اور مدینہ منورہ پہنچ کر نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا۔

نَاقَتِي مَأْمُورٌ مِنَ اللَّهِ

میری ناقہ اللہ کے حکم کے تحت چلتی ہے۔

چہارم: ————— یہ جانتی تھی کہ تبع حمیری کا خط حضرت ابوالیوب انصاری کے پاس ہے۔

تبع حمیری اور اس کا خط

حضرت محترم ————— تبع حمیری کا ذکر قرآن مجید میں دو بار آیا ہے۔

ایک ————— سورة الدخان ————— آیت ۳۷

أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ

إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ

ترجمہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔ ”کیا وہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم“

ان سے پہلے تھے۔ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا، کیونکہ وہ مجرم آدمی تھے۔“

دوم ————— سورة ق۔ پارہ ۲۶ ————— آیت ۱۳

وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ قَوْمٌ مُتَّبِعُونَ

اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم“

تفسیر حسینی ————— قادری فخر العلماء مولوی فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ

لکھتے ہیں کہ تبع حمیری بن کا بادشاہ تھا اور صاحب ایمان تھا —  
 اور ان کی قوم تھی جو نہایت ہی طاقتور۔ قوی اور کثیر التعداد تھی —  
 تفسیر نسفی جلد ۲ ص ۹۹۔

وَهُوَ تَبِعٌ حُمَيْرِيٌّ كَانَ مُؤْمِنًا وَقَوْمُهُ كَافِرِينَ  
 کہ تبع حمیری خود تو صاحب ایمان تھا لیکن اس کی قوم کافر تھی —  
 تفسیر کبیر جلد ۷ ص ۲۵۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —  
 لَا تَسْبُوا تَبَعًا لِأَنَّهُ كَانَ أَسْلَمَ — کہ  
 ”تبع کو گالی نہ دو کیونکہ وہ مسلمان تھا“

اسی لئے — ذَمَّ اللَّهُ قَوْمَهُ وَلَمْ يَذُمَّهُ  
 اللہ کریم نے اس کی قوم کی مذمت کی ہے، تبع کی نہیں۔  
 وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كَانَ تَبِعٌ رَهْلاً صَالِحاً۔

کہ۔ تبع ایک نیک آدمی تھا —

تفسیر روح البیان۔ جلد ۴۔ ص ۶۰۸۔  
 وَتَبِعٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَتَخَلَّى خَلِيفَةً فِي الْإِسْلَامِ كَمَا  
 تبع جاہلیت کے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا جیسے کہ اسلام میں خلیفہ

اسعد الحمیری — مرد مومن و صالح بودہ و بعیسی علیہ السلام ایمان  
 آوردہ و چوں حدیث و صفات رسول صل اللہ علیہ وسلم شنید از اہل کتاب برسات  
 ولے ایمان آورد و گفت —

کہ — اسعد الحمیری مرد مومن اور صالح انسان تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 پر ایمان رکھتا تھا مگر جب اس نے اہل کتاب سے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کی صفات اور ان کے معجزات و کمالات کو سنا تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا۔

اور اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں یوں اپنی عقیدت کے پھول پچھا کر کرنا ہے۔

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ أَنَّ

رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ بَارِي النَّسَمِ

کہ — میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ وہ اللہ جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔

فَلَوْ مَدَّ عُنُقِي إِلَى عُمَرِ

كُنْتُ وَزِيرًا لَهُ وَأَبْنُ عَمِّ

• اور — اگر میری عمر نے ان کی عمر تک وفا کی یعنی اگر میں ان کی ولادت تک زندہ رہتا تو میں ان کا وزیر بنوں گا۔ اور ان کی محبت میں اتنا کم ہو جاؤں گا کہ گویا میں انہیں میں سے ہوں۔

علامہ حبلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام کے ظہور اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے نو سو سال پہلے کی ایک زندہ حقیقت اور ایمان افروز کہانی ہے کہ وہ چار ہزار علماء و حکماء کو ساتھ لے کر اور ایک عظیم لشکر لے کر مکہ مکرمہ میں آیا، لیکن کسی نے اس کی عزت نہ کی۔

تبیح حمیسری نے ذریعوں سے پوچھا کہ میں جہاں بھی گیا ہوں لوگوں نے میرا احترام کیا۔ میرے استقبال کے لیے عوام نے راستے سجائے۔ پہری تخت چھائے اور میری عزت افزائی کی مگر یہاں کے لوگوں نے نہ میرا شانہ استقبال کیا اور نہ ہی میری عزت افزائی کی۔

آخر بات کیا ہے؟

اور ایسا کیوں ہوا؟

گفت ایساں را خانہ خدا ہست کہ آن را کعبہ گویند۔

وزیروں نے جواب دیا کہ ان لوگوں کے ماننے ایک خانہ خدا ہے اور اسے یہ

کعبہ کہتے ہیں۔ اس کعبہ کے مقابلہ میں یہ لوگ کسی اور کی عزت نہیں کرتے!۔

یہ سن کر تبع جمیری کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور اس نے خانہ کعبہ کو

ڈھانے کا ارادہ کر لیا۔

لیکن ابھی اس نے اس کی نیت ہی کی تھی کہ

رب العزت بدر دسر مبتلا کرد۔

کہ۔ رب تعالیٰ نے اسے دردِ سر میں مبتلا کر دیا۔

تبع جمیری کے ساتھ آنے والے علماء نے دعائیں کیں۔ حکماء نے دوائیں

دییں اور وزراء نے حوصلہ دیا۔ مگر سب بے سود اس کے سر کا درد کم نہ ہوا۔

اور کوئی دُعا با اثر نہ ثابت ہوئی اور نہ ہی کوئی علاج کارگر ہوا۔

بالآخر۔۔۔ تمام لشکریوں۔۔۔ وزیروں۔۔۔ علماء اور حکماء نے اللہ تعالیٰ

سے معافی مانگنے اور توبہ کرنے کی درخواست کی اور سب سے درت بردار

ہونے کی التجاہ کی!

تبع جمیری نے ایسا کیا اور خانہ کعبہ کی دیوار سے لپٹ کر اور اللہ تعالیٰ

کے گھر کے دروازہ سے چھٹ کر اور رورور کر معافی کی درخواست کی تو فوراً اسے

شفا حاصل ہو گئی۔

پس کعبۃ اللہ را جامہ پوشد۔

خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا

أَوَّلُ مَنْ كَسَا الْكَعْبَةَ أَسْعَدُ الْحُمَيْرِيُّ — کہ

جس نے سب سے پہلے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا وہ اسعد الحمیری ہے۔  
توبہ کرنے اور خداوند کریم سے معافی مانگنے کے بعد وہ یعنی تیج حمیری

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا

ان دنوں وہاں کوئی شہر — کوئی آبادی اور کوئی بستی آباد نہ تھی۔ صرف  
ایک پانی کا چشمہ تھا۔

شکر کو وہاں ٹھہرایا

علماء نے — در کتب خواندہ بودند کہ آن زمین شرب (طیبہ) مہاجر رسول خدا  
نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم است۔

چونکہ علماء نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ یہ خطہ زمین مبارک آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہے۔ اسلئے انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ ہم یہاں سے نہیں  
جائیں گے تا وقتیکہ آخری رسول خدا کی زیارت سے مشرف باذن ہو جائیں۔

علماء نے تیج کو بھی یہ ایمان افروز خبر سنائی تو اس کے ایمان کے گلشن میں  
اور بھی تازہ بہار آگئی — چار سو مکانات تعمیر کروائے اور محبوب خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری سن کر اس نے کئی لونڈیاں خرید کر آزاد کیں اور ایک سال  
تک خود بھی خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں قیام پذیر رہا۔

اور پھر اس نے محبت و عقیدت کے بھرپور جذبات میں امام الانبیاء صلی  
اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک خط لکھا اور علماء کے حوالے کیا اور تاکید کی کہ نسل در  
نسل میرا یہ خط آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا جائے —

چنانچہ تبع جمیری کا وہ خط مبارک مدینہ منورہ میں حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس موجود تھا جس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے مہلک نتائج کے بیان پر اگر ٹھہری! —

### خط کا مضمون

تبع جمیری کے خط کا مضمون یہ تھا —

” اے پیغمبر آخر الزماں! — اے برگزیدہ خداوند جہاں —  
 اے بروز شمارِ مجرباں — من کہ تبعم تو ایمان آوردم و بر ملت  
 تو ام — و بر ملت پدر تو ابراهیم خلیل اللہ علیہ السلام — مرا  
 فراموش ناکنی و مراد روز قیامت شفیع باش — “

نزہت المجالس — جلد ۲ — ص ۹۲

وَكُتِبَ كِتَابًا يَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَنْتُ  
 بِكَ وَبِرَقِيبِكَ وَأَنَا عَلَى دِينِكَ — فَأَشْفَعُ لِي  
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِنِّي مِنْ أُمَّتِكَ الْأُولَى —  
 ” اے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر اور آپ کے  
 رب پر ایمان لایا۔ قیامت کے دن مجھے بھول نہ جائیے گا اور  
 روزِ محشر میری شفاعت ضرور فرمادیں گے۔ “

جذب القلوب (اردو) ص ۳۵۷ — حجتہ اللہ علی العالمین علامہ یوسف

النہجانی ص ۱۳۹

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبید کو دیکھا تو فرمایا —

أَمَنْتُ أَبُو عَلِيٍّ وَمَعَكَ كِتَابٌ — کہ

نبت باعثِ جنت

تو ابو لعلی ہے اور تیج حمیری کا خط تیرے ہی پاس ہے ؟

جواب ملا \_\_\_\_\_ جی ہاں !

فَلَمَّا قُرِئَ قَالَ مَرْحَبًا \_\_\_\_\_

جب وہ خط پڑھا گیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا فرمایا۔  
بے ادب اور گستاخ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کو علم غیب نہیں تھا \_\_\_\_\_ مگر

سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ نبی پاک تو ہے ایک طرف نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فاقہ یعنی ڈاچی کو بھی علم تھا کہ تیج حمیری کا رسولِ خدا  
کی ولادت سے نو سال پہلے کا لکھا ہوا خط مدینہ پاک میں حضرت ابو الیوب  
انصاری کے پاس محفوظ ہے۔



## فضائل مدینہ منورہ

مدینہ منورہ — عرشِ اعظم سے بھی افضل  
 مکہ پاک و شہرِ عجیب ہے  
 پر مٹھری جھوک مدینہ — ٹھارم سینہ  
 مکہ مرکز ہے بے نیازیاں دا  
 اتے مدینہ جا ہے کل مسکیناں — ٹھارم سینہ

ہے شام کا وقت اور دُور ہوں میں اب تک بھی مدینہ سے یارب  
 یہ وقت ہے وہ جب ہر طائر نزدیکِ نشیمن ہوتا ہے

نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا  
 مزہ جو مدینہ کی گلیوں میں دیکھا

واہ واہ مکے مدینے دیا شان واہ واہ  
 بے جلال اودھرتے جمال ایدھر  
 اودھر ہوں سجدتے سلام ایدھر  
 اودھر کالا غلاف تے بلال ایدھر

اودھر چار مہلے نے گرد کیے  
چار یار سوہنے بالکال ایہر  
اودھر مالک ہے کل خزانیاں دا  
دنڈن والا ہے بے مثال ایہر



مسلم شریف جلد ۱ - ص ۲۲۲ - مشکوٰۃ شریف ص ۲۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی نے فرمایا ہے  
عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدُخُلُهَا  
الطَّاعُونَ وَلَا الدَّجَالُ

”مدینہ منورہ کے دروازوں پر فرشتے مقرر ہیں — طاعون کے  
بیماری اور دجال مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکیں گے۔“  
سید افتخار الحسن کہتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو کعبۃ اللہ کا طواف کر کے  
مکہ مکرمہ سے ہی واپس آجاتے ہیں اور مدینہ منورہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کے روضہ انور پر جانے کو شکر سمجھتے ہیں وہ ایسے لوگ تو نہیں جو طاعون  
زدہ ہوں یا پھر ان کا شمار دجال لعین کے ساتھیوں میں سے ہے۔

کنز العمال - جلد ۶ - ص ۲۳۸

غَبَارُ الْمَدِينَةِ شِفَاءٌ مِّنَ الْجَذَامِ —  
يَبْرَأُ الْجَذَامَ — يُطْفِئُ الْجَذَامَ —  
”مدینہ منورہ کی خاک پاک میں ہر قسم کے کورڑھ و جذام  
کے واسطے شفاء رکھی ہے۔“

مدارج النبوت فارسی۔ جلد ۲۔ ص ۱۳۰۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ

کہ

علیہ

”بعد ازاں خبیث را بردار آوردند روئے مبارک و بے بر  
جانب مدینہ مطہرہ باشد و از کعبہ منخرف بود۔۔۔ کہ  
در مشرکین مکہ نے بعد ازاں حضرت خبیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تختہ  
دار پر لے آئے کہ اس وقت ان کا منہ مبارک مدینہ مطہرہ کی طرف  
تھا اور کعبہ کی طرف سے چہرہ مبارک پھرا ہوا تھا۔“

کفار مکہ نے پوچھا تو فرمایا۔۔۔

مرا اذیچہ ضرر۔۔۔ حق تعالیٰ فرمودہ است

فَاٰتِيْمًا تَوَلَّوْا فَاثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔۔۔ کہ

مجھے اس کا کوئی نقصان نہیں ہے ایسے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا  
ہے کہ جس طرف بھی پھرو گے اللہ کریم ادھر ہی ہوں گے۔  
و مدینۃ العظیم قبلہ حقیقی اوست کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم در آن

جا است

”اور میرے لئے حقیقی قبلہ مدینہ منورہ ہی ہے۔۔۔ کیونکہ  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں مدینہ مطہرہ میں آرام فرمائیں۔“



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حَمْدُ عَزِزِ عَلَیْهِ السَّلَام

گرامی قدر حضرات — جس طرح آدمیوں کی جنس کے علاوہ  
اصحابِ کہف کا کتا — اصحابِ نیل کا ہاتھی — حضرت یونس علیہ  
السلام کی مچھلی — حضرت اسمعیل علیہ السلام کا اونٹنہ اور حضرت نبی اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم کی ناقہ یعنی اونٹنی مبارک اچھی نسبت کے سبب جنت میں جائیں گے  
اسی طرح اچھی نسبت کے باعث حضرت عزیر علیہ السلام کا گدھا بھی جنت  
میں جائے گا

قرآن پاک — سورۃ البقرہ — پارہ — ۳ —  
اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى  
عُرُوشِهَا

تفسیر کبیر — جلد ۲ — ص ۳۲۱ — تفسیر خازن — جلد ۱ — ص ۲۰۳ — تفسیر  
روح المعانی — جز ۳ — ص ۳۲۲ اور ترجمہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ —  
ان بَحَّتْ نَصْرًا نَضْرَبَ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ — کہ  
بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ و برباد کر دیا — یہی اسرائیل کو قتل کیا —  
اور قیدی بنایا تو اس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام ایک دراز گوش یعنی گدھے پر

سوار ہو کر وہاں سے گزرے! —  
 دیکھا کہ سارا شہر تباہ ہو چکا ہے۔ پھٹیں گری پڑیں تھیں — دیواریں  
 ہی کھڑی ہیں اور کوئی انسان نظر نہیں آتا۔ ابرٹے ہوئے بیت المقدس کو دیکھ  
 کر حضرت عزیر علیہ السلام نے بڑے تعجب سے کہا! —  
 کہ — اللہ کریم اس مبارک بستی کو جو کہ اُجڑ چکی ہے اور برباد ہو چکی  
 ہے۔ اب کیسے آباد کرے گا اور کیوں کر اسے زندہ کرے گا۔ —

میرا اپنا ایک شعر سنئے! —

نہ کر برباد میسرا دل نہ پھر آباد یہ ہوگا!  
 اُجڑ جائے بستی اگر تو پھر بستی ہے مُشکل سے!

حضرت عزیر علیہ السلام کے یہ کہنے پر کہ اب یہ بستی جو کہ اُجڑی  
 ہوئی اور برباد پڑی ہے اور برباد شدہ شہر کو اللہ کریم کس طرح زندہ کرے گا۔  
 اور اس کی بوسیدہ دیواروں اور ٹوٹی پھوٹی پھٹوں کو کیسے نئی حیات عطا کرے گا۔  
 اپنی قدرت اور دسترس دکھانے کے لئے اور اپنے کارخانہ قدرت کی کار سازی  
 اور ہر شے پر قادر ہونے کا مظاہرہ کروانے کی خاطر حضرت عزیر علیہ السلام کی رُوح  
 قبض کر لی اور ساتھ ہی ان کے حمار کو بھی موت کی نیند سُلا دیا۔ —

دو چار سال کے لئے نہیں۔ بلکہ پورے ایک سو سال یعنی پوری ایک

مکمل صدی تک ان پر موت کو طاری رکھا۔

فَأَمَّا نَسَفَ اللَّهُ مَائَةَ عَامٍ!  
 فَلَمَّا تَامَ نَزَعَ اللَّهُ رُوحَهُ

اور جب ان کی رُوح قبض کی گئی تو صبح کا وقت تھا اور جب سو سال کے بعد

انہیں زندہ کیا گیا تو — آفتاب غروب ہو رہا تھا! —  
حضراتِ محترم

اعجازِ نبوت اور کمالِ رسالت ملاحظہ ہو کہ کھلے میدان میں حضرت عزیر علیہ السلام  
اور ان کا دراز گوش مرے پڑے ہیں — مگر کسی کو نظر نہیں آتے۔

کیونکہ

وَقَدْ مَنَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى مِنَ السَّبَّاحِ وَالظَّيْرِ وَمَنَعَ  
الْعُيُونُ أَنْ تَرَاهُ

اللہ کریم نے درندوں — پرندوں کو ان کے بدن مبارک کو کھانے  
روک دیا تھا اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا تاکہ کوئی آنکھ ان  
کو دیکھ نہ سکے! —  
جب برس گزر گئے تو

أَرْسَلَ اللَّهُ تَعَالَى مَلِكًا إِلَى مَلِكٍ مِنْ مُلُوكِ فَارِسٍ —  
اللہ تعالیٰ نے فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو وہاں کا  
حکمران بنا دیا۔

يُقَالُ لَهُ يُونِثُكٌ

جسے یونٹک کے نام سے پکارا جاتا ہے اور

اس نے پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت طریقے سے بیت المقدس کو تعمیر و آباد کیا،  
باغ باغیچے لگائے اور ان کو پھولوں سے سجایا اور در و دیواروں پر نقش و نگار  
بنوائے اور جو بنی اسرائیل زندہ بچ گئے تھے انہیں دوبارہ وہاں پر آباد کیا۔  
ایک سو سال کے بعد اللہ کریم نے حضرت عزیر علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کر کے  
فرمایا!

کَمَلِیَّتِ

کتنی دیر آپ ٹھہرے؟

جواب دیا — ایک دن یا آدھا دن!

فرمایا نہیں — سو سال کے بعد اٹھے ہو!

پھر — آپ کے حمار کو بھی آپ کے سامنے زندہ کیا

اور پھر فرمایا!

اپنے کھانے پینے کی اشیاء کو دیکھ لو — نہ گلی ہیں اور نہ کسٹری

ہیں اور نہ ہی ان کی رنگت بدلی ہے اور نہ ہی بدلہ دار ہوئیں ہیں —

بلکہ وہی مزا — وہی لذت اور وہی تروتازہ پن

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ ایسا ہوتا بھی کیوں نہ — کسی بدنہیب

کے ستوہ نہیں تھے اور نہ ہی کسی بد عقیدہ کی کھجوریں تھیں جو دو تین دن بعد فریج میں

رکھنے کے باوجود گل سڑ جاتی ہیں اور ان میں سے بدلہ آنے لگتی ہے۔ بلکہ وہ تو

اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ رسول علیہ السلام کی اشیاء تھیں وہ کیسے کس جانتیں

جب کہ ان کی نسبت اچھی تھی۔ یعنی

اللہ کریم کے ایک برگزیدہ پیغمبر کے ساتھ! —

اور پھر خداوند تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کے سامنے ان کے حمار کو زندہ کیا۔

ٹہریاں جو بوسیدہ ہو چکی تھیں اور گوشت جو گل سڑ کر ختم ہو چکا تھا۔ ایک ایک

کر کے تمام اعضاء جڑتے چلتے گئے۔ اور بالا آخر پورے کا پورا حمار حضرت عزیر علیہ

السلام کے سامنے زندہ ہو کر منہ نہانے لگا۔

وہ۔ اللہ کریم کی قدرتِ کاملہ اور مردوں کو زندہ کرنے کی عظیم صفت کو دیکھ

کر پکار اٹھے \_\_\_\_\_ کہ

أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

”میں نے جان لیا ہے کہ اللہ کریم ہر شے پر قادر ہے۔“

یعنی۔۔۔ وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔۔۔

بادِ خزاں کو بادِ بہاری میں بدل سکتا ہے

سوکھے ہوئے درختوں کو ہرا بھرا کر سکتا ہے

پتھروں کی چٹانوں سے پانی کے چشمے جاری کر سکتا ہے اور جسمانی و روحانی

بیماریوں سے نجات دلا کر اپنے بندوں کو آرام و راحت کا سامان مہیا کر سکتا ہے!

آزکار۔۔۔ حضرت عزیر علیہ السلام، اللہ کی قدرتِ کاملہ کا نظارہ کر

کے اٹھے \_\_\_\_\_ اور

كَلِمَ حِمَارَهُ حَتَّىٰ أَتَىٰ مَحَلَّتَهُ فَأَتَكَرَ النَّاسُ -

اپنے حمار پر سوار ہوئے اور اپنے محلے میں آگے لیکن لوگ آپ کو

پہچان نہ سکے \_\_\_\_\_

فَأَنَّى الْعَجُوزُ عُنِيًا مُّقْعَدَةٌ

آپ ایک اندھی بوڑھی عورت سے ملے، جو کہ اپنی ٹانگوں سے معذور

تھی \_\_\_\_\_

حضرت عزیر علیہ السلام نے اس بزرگ بڑھیا سے پوچھا! \_\_\_\_\_

هَذَا مَنْزِلُ عَزِيرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ -؟

کیا یہ عزیر علیہ السلام کا مکان ہے؟۔۔۔

فَقَالَتْ نَعَمْ - اس نے جواب دیا۔۔۔ ہاں!

وَبَكْتٌ — اور پھر وہ زار و قطار رونے لگی! — اور

کہنے لگی کہ اتنی مدت گزر گئی ہے کہ ہم نے عزیر علیہ السلام کو نہیں دیکھا!

فَقَالَ أَنَا عَزِيرٌ —

کہا — میں ہی عزیر ہوں!

فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ عَزِيرًا فَقَدْنَا مِنْ مِائَةِ سَنَةٍ

بڑھیا نے تعجب سے کہا سبحان اللہ عزیر تو ہم سے سو سال پہلے گم ہوا ہے۔

فرمایا — میں ہی عزیر ہوں خدا تعالیٰ نے مجھے سو سال موت کی

نیمند سلائے رکھا اور پھر مجھے زندہ کیا ہے! —

بڑھیا نے کہا!

إِنَّ عَزِيرًا كَانَ رَجُلًا مُسْتَجَابَةً الدَّعْوَةِ —

عزیر علیہ السلام ایک مستجاب الدعوة آدمی ہیں اور ان کی دعا سے

ہر مرض والا مریض شفا یاب ہو جاتا ہے اور ہر مصیبت اور بلا ٹل جایا کرتی ہے۔

فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَبْرُقَ بَصَرِي

حَتَّىٰ أَرَاكَ إِنْ كُنْتَ عَزِيرًا

اور — اگر تو عزیر ہے تو دعا کر کہ اللہ کریم میری آنکھوں کو

بینائی لوٹا دے تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں اور تجھے پہچان سکوں! —

فَدَعَا رَبَّهُ وَمَسَمَّ بِبَيْدٍ عَلَىٰ عَيْنَيْهَا —

پس حضرت عزیر علیہ السلام نے اس اس بڑھیا کے لئے دعا فرمائی۔

اور اپنا دست اس بڑھیا کی آنکھوں پر پھیرا تو وہ فوراً ہی روشن ہو گئیں اور اس

کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی اور ٹانگوں کی معذوری بھی جاتی رہی —

فَنظَرْتُ وَقَالَتْ إِنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ عَزْرِيٌّ۔ بڑھیا نے انہیں دیکھا تو پکار اٹھی کہ تم تو واقعی حضرت عزیر علیہ السلام ہو۔

پھر وہ بڑھیا بنی اسرائیل کے پاس گئی اور انہیں لے آئی اور ایک گروہ سے کہا۔ کہ حضرت عزیر علیہ السلام دوبارہ آگئے ہیں۔ یہ دیکھو ان کی دعا سے مجھے مینائی مل گئی ہے۔ اور میری ٹانگیں بھی درست ہو گئی ہیں۔

وَقَالَ ابْنُهُ كَانَ لِأَبِي شَامَةٌ سُودَاءُ مِثْلَ الْهَلَالِ بَيْنَ كَتْفَيْهِ۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے فرزند نے کہا کہ میرے باپ کے کندھوں کے درمیان سیاہ بالوں کا ایک ہلال کی طرح کا ایک ہالہ بھی موجود تھا۔ فَكُشِفَ۔ جب وہ کھولا گیا تو وہ ہالہ موجود تھا۔ پھر سب نے اس کی تصدیق و تائید کر دی کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام ہی ہیں۔

قارئین کرام!۔ یاد رہے کہ ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے یعنی ہر نبی کی ہر دعا قبول ہوتی ہے اور چونکہ حضرت عزیر علیہ السلام میں یہ صفت کثرت سے پائی جاتی تھی اور پھر ایک سو سال تک مردہ رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے حمار کو زندہ کیا گیا۔ اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے کھانے پینے کی اشیاء کو بھی تروتازہ رکھا گیا کیونکہ ان اشیاء کی اور آپ کے حمار کی نسبت اچھی تھی اسیلئے حضرت عزیر علیہ السلام کا گدھا بھی اچھی نسبت کے باعث جنت میں جائے گا۔

لہذا سید افتخار الحسن زیدی فرماتا ہے کہ نسبت اچھی ہو تو جنت کا ملنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ حضرت عزیر علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر اور آپ کی ہر دعا قبول ہوتی دیکھ کر یہودیوں نے کہہ دیا عزیر علیہ السلام ابن اللہ۔ کہ حضرت عزیر علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں!۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دُعَاةُ الْاَنْبِیَاءِ

انبیاء علیہم السلام کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ شانِ نبوت کے خلاف ہے کہ نبی دعا کرے اور خدا تعالیٰ ان کی دعا قبول نہ کرے!

جیسا کہ قرآن مجید، فسانِ حمید میں ہے

پارہ ۲ - سورۃ البقرہ - آیت ۱۸۶

اٰجِنِبْ دَعْوَةَ الْمَلٰٓئِکِ اِذَا دَعَاۤنِ -

فرمایا اللہ کریم نے کہ میں دعا کرنے والے کی دعا اور پکارنے والے کی پکار

کو قبول کرتا ہوں جب بھی دعا کرے اور مجھے پکارے۔

یہ تو عوام کے لئے مشروط و مشرودہ جانفرا ہے۔ اور اگر نبی دعا کرے

تو کیا خدا تعالیٰ قبول نہ کرے گا۔

مشکوٰۃ شریف ص۔۔۔۔۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا تَدْعُوْا مَسْتَجَابَةً

”ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا —————

۲: — رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ — کہ  
اے اللہ کریم خانہ کعبہ میں نے تعمیر کر دیا ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو آپ مبعوث فرماویں۔“

اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —————

”أَنَا دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ  
میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں پیدا کیا گیا ہوں۔“

پارہ ۳ — سورۃ آل عمران — آیت ۳۷

۳: — هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ

”حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک بیٹے کے لئے اپنے رب  
تعالیٰ سے دعا کی۔“

تو قبول ہوئی اور انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی گئی!  
حالانکہ دونوں میاں بیوی اس قابل ہی نہیں تھے کہ بچہ پیدا کر سکیں!  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی ایک فرزندِ ارجمند کے لئے

۴: — رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ —

دعا نے شرف قبول پایا اور حضرت اسماعیل علیہ کی خوشخبری دی گئی،  
حالانکہ آپ ایک سو سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور زوجہ محترمہ ۹۰ سال کی ہو چکی تھیں۔  
حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا شفاءِ بیماری کے لئے تھی۔

پارہ ۱۱ — سورۃ الانبیاء —

۵: — وَالْيُوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ —

کہ اے میرے رب کریم بیماروں کو شفاء عطا فرما دے۔

۶۔ فَاسْتَجِبْنَا لَهُ —————

ہم نے دعا قبول کرتے ہوئے اپنے برگزیدہ رسول کو شفاء عطا فرمادی

پارہ ۲۳۔ سورۃ ص —————

۷۔ وَادْكُرْ عَبْدًا نَاكِوْتُبٍ اِذْ نَادَى رَبَّهُ —————

پارہ ۱۷۔ سورۃ الانبیاء —————

۸۔ وَذَكَرْنَا اِذْ نَادَى رَبَّهُ —————

ذکر یا علیہ السلام کی بیٹے کے لئے دعا۔

۹۔ فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَهَبْنَا لَهُ نَحْسِي —————

ہم نے دعا قبول کرتے ہوئے ذکر یا علیہ السلام کو ان کے بیٹے  
یعنی علیہ السلام کی خوشخبری دی۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## آئینِ وفا

اجبابِ کرام!

معاف رکھنا بات دور نہکل گئی — میں بیان کر رہا تھا کہ واقعات

کربلا کے المناک ذکر میں ہر منزل پر آئینےِ وفا کا جذبہ نظر آتا ہے —

ملاحظہ ہو — کوفہ کے بے وفا مسلمانوں نے یزیدیت کے

خلاف ایک محاذ قائم کرنے کے لئے نواسیہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ

عنه کو کئی خطوط ارسال کئے کہ یہاں تشریف لے آؤ —

تو امام مظلوم نے حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے حضرت مسلم بن عقیل رضی

اللہ تعالیٰ عنه کو بوجہ چھوٹے چھوٹے دو معصوم شہزادوں محمد اور ابراہیم کے کوفہ

بھیج دیا

اور حضرت مسلم بن عقیلؓ کو فہ پہنچے اور ادھر محبتِ اہل بیت، عاشقِ رسولؐ

اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلام نعمان بن بشیر کی جگہ یزید کی

طرف سے ابنِ زیاد کوفہ کا گورنر بن کر کوفہ میں آنے وارد ہوا۔

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنه تو ستر سال کے بوڑھے اور محبتِ اہل بیت

حضرت ہانیؓ کے مکان میں قیام پذیر ہو گئے اور ابنِ زیاد کوفہ کی گورنری کے تحت

پر بیٹھ گیا اور  
پھر اس ظالم نے اعلان کر دیا کہ جس گھر سے مسلم بن عقیلؓ اور حضرت حسینؓ  
علیہ السلام کی آواز سنائی دی، اس گھر کو سمار کر دیا جائے گا۔ اور  
جس زبان نے حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا اقرار ہوا وہ زبان  
بھی کاٹ دی جائے گی۔ اور جو ہاتھ حسین علیہ السلام کی بیعت کے  
لئے اٹھیں گے، انہیں توڑ دیا جائے گا۔

زیاد کی اس خوفناک تقریر کے بعد کوفہ میں سناٹا چھا گیا اور کوفہ والوں  
نے خلافت حقہ اسلامیہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور وفا کی مقدس چادر کو بھاڑ کر گھروں  
میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

مگر عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور رسم و قاپردل و جان سے نثار  
ہونے والے حضرت مانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ کر لیا کہ جان جاتی ہے تو جائے  
مگر ایمان نہ جائے۔

جلاؤ اور زیندہ کے گماشتے ابن زیاد کو پتہ چلا کہ مسلم بن عقیل، ہانی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مکان میں پناہ گزین تھے اس نے اپنے ہرکارے بھیج کر حضرت  
مانیؓ کو اپنے دربار میں بلایا۔

اور پھر کوفہ کے دغا باز اور بد بشرست و بے وفا لوگوں ہی نہیں بلکہ آسمانوں  
کے معزز و مکرم فرشتوں نے بھی دیکھا کہ حضرت ہانیؓ پابجولاں ابن زیاد کے سامنے  
کھڑے ہیں!

دربار سپہ گہ اسکوٹ طاری تھا اور دربار میں ہر آدمی دم سادھے کھڑا تھا کہ ظالم  
ابن زیاد نے مہر سکوت توڑا۔ اور کرک کر بولا۔ کہ۔ اونٹنک حرام!

کیا تو نے میرا گل کا اعلان نہیں سنا تھا کہ جس نے مسلم بن عقیل کو نپاہ  
دی اُسے قتل کر دیا جائے گا! \_\_\_\_\_

حضرت ہانیؓ نے بڑی متانت سے جواب دیا! \_\_\_\_\_

ہاں سنا تھا! \_\_\_\_\_

ابن زیاد نے گرج کر کہا \_\_\_\_\_

تو پھر تو نے خلیفہ زید کے باغی کو میرے حوالے کیوں نہ کیا؟ \_\_\_\_\_

حضرت ہانیؓ نے بڑے حوصلہ اور پامردی سے جواب دیا! \_\_\_\_\_

میں زید کو خلیفہ ہی تسلیم نہیں کرتا! \_\_\_\_\_

ابن زیاد \_\_\_\_\_ غصہ میں

تو پھر تمہارا خلیفہ کون ہے؟ \_\_\_\_\_

حضرت ہانیؓ \_\_\_\_\_ جوش میں،

حسین ابن علیؓ! \_\_\_\_\_

ابن زیاد \_\_\_\_\_ بھنبھلا کر

یہ کیوں؟ \_\_\_\_\_

حضرت ہانیؓ \_\_\_\_\_

کہ \_\_\_\_\_ حسین مجسمہ حق ہیں اور زید پیکر باطل \_\_\_\_\_

ابن زیاد \_\_\_\_\_ تمہاری گردن مار دی جائے گی! \_\_\_\_\_

حضرت ہانیؓ \_\_\_\_\_

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں

دفا کی آگ دبی ہے ابھی بجھی تو نہیں

اور — جفا کی تیغ سے گردن و فاسقوں کے  
 کٹی ہے برسرِ میدان مگر جھٹکی تو نہیں!  
 ابن زیاد — اب بھی اگر مسلم کو میرے حوالے کر دو — تو  
 تمہاری جان بچ سکتی ہے  
 حضرت ہانیؓ

یہ سنکر حضرت ہانیؓ نے بیسباکانہ فرمایا  
 ارے او ظالم انسان تجھے یہ کس نے بہکایا  
 کہ ہانی جان کے بدلے تجھے ایمان دے دیگا  
 تیری شمشیر سے ڈر کر وہ اپنی آن دے دیگا  
 نہیں ہرگز نہیں میں ہاشمی مہماں نہیں دوں گا  
 میں اپنی جان دے دوں گا مگر ایمان نہیں دوں گا  
 اور پھر ابن زیاد، حضرت ہانیؓ کی اس حق گوئی سے آگ بگولا ہو گیا اور  
 غصے میں آکر اپنا عصا حضرت ہانیؓ کے سر پر پوری قوت سے دے مارا۔  
 اس فقیر اہل بیت کا سر پھٹ گیا اور اس وفا کے گلشن کے ایک  
 پہکتے ہوئے پھول پر موت کی خنزاں کا جھونکا آگیا۔  
 خون کا فوارہ بہہ نکلا اور پھر تلوار سے ان کا سر قلم کر کے تن سے جدا

کر دیا گیا اور —  
 حضرت ہانیؓ کی روح مبارک بہشت بریں کی طرف پرواز کر گئی اور  
 رسم وفا کے اس پیکر نے اپنا مقام و مقصد حاصل کر لیا!  
 مسلمانوں! یہ ہے رسم وفا کی پاسبانی اور —

یہ ہے آئینِ وفا پر جان کی قربانی

سیدِ افتخارِ احسن کا یہ پیغام ہے کہ

مسلمانو! تم بھی وفا سیکھو اور وفا کرو! —

اجابِ کرام — غور کرو کہ حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خاندانِ نبوت میں سے نہیں تھے — اہلِ بیت میں شامل نہ تھے اور ان کا تعلقِ عمرتِ رسول سے بھی نہیں تھا، صرف محبتِ اہلِ بیت تھے۔ خاندانِ نبوت سے عقیدت رکھتے تھے اور یزید بدعواش کی غیر اسلامی قیادت کے مخالف تھے، اسی عقیدت و محبت کی بنا پر رجمِ وفا کو نبھاتے ہوئے اور اپنی وفا کا ثبوت دیتے ہوئے جفا کی تیغ سے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر گئے —

اور پھر حضرت حُرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی — اہلِ سادات میں سے نہ تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے ان کا دور کا بھی رشتہ نہ تھا — بلکہ — انہوں نے نواسۂ رسول کے مقدس قافلہ کو راستہ میں روکا تھا اور امام پاک کے نورانی ساتھیوں کے ارد گرد گھیرا ڈال کر کربلا کے خونِ میدان تک لایا تھا —

لیکن — جب میدان میں نیکی و بدی کی فوجیں — اسلام اور کفر کے لشکر اور حق و باطل کے سپاہی آمنے سامنے ہوئے تو لشکرِ یزید میں سے سب سے پہلے لڑنے کے لئے یہی حضرت حُرّ نکلے —

راکبِ دوشِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایمان افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس سے لشکرِ اعداء میں ایک سکوت طاری ہو گیا۔ کسی کو جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی، مگر — منظومِ کربلا کی اس پر تاثیر تقریر نے حُرّ کی آنکھوں سے غفلت کے تمام

پر دے اٹھا دیئے۔

اور پھر — اس نے محبت بھری نظروں اور عقیدت سے بھرپور نگاہوں سے

حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھا — تو

نواسہ رسولؐ کی پیشانی میں جلوہ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آیا تو جیسا آگے

گردن جھکا دی اور پھر رسم وقار کو ادا کرنے کے لئے دوڑ کر دامنِ حینیت سے لپٹ

گیا۔ — حضرت امام حسین نے پوچھا! —

سُحْرُ — کیا ہوا۔ اور۔ کیوں آئے ہو؟

عرض کی — اقا! صر

بھکاری بن کے یا حضرت تیس کے قدموں میں آیا ہوں

میں آنسو شرمساری کے پھٹے دامن سے لایا ہوں

یا امام برحق — میں قصور دار ہوں کہ آپ کو گھیر کر یہاں لایا ہوں!

گنہگار ہوں کہ آپ کو اس بیابان میں اتارا اور شہ زندہ ہوں کہ میں نے آپ

کو اس شہادت گاہ تک لانے کی جسارت کی اور آپ سے بغاوت کر کے آپ

کو اس آفت میں مبتلا کر دیا۔

مگر اے جگر گوشہ بتولؑ اب میں اس نافرمانی و بغاوت کی سیاہی کو مٹانا

چاہتا ہوں اور محبت و عقیدت کی شمع روشن کرنا چاہتا ہوں۔ اس ظلمت و عداوت

کا خاتمہ کر کے عقیدت کے چراغ جلاتا چاہتا ہوں، اپنی غلطی کا خمیازہ بھگتنا چاہتا

ہوں تاکہ آخرت کے عذاب سے بچ سکوں۔

اور چونکہ آپ کی امامت میں نماز پڑھ چکا ہوں لہذا اپنے عقدری ہونے کا

حق ادا کرنا چاہتا ہوں۔

اور جفا کے اندھیروں میں وفا کی قندیل کی روشنی پھیلانا مسلمانوں کو

بتانا چاہتا ہوں کہ

جہنم سے نکلنے ہیں یوں رسم وفا والے!

اسی لئے ————— یا امام علیہ السلام! عطر

بنام سید عالم میری بگڑھی بنا دینا

بصدقہ سیدہ زہرا جہنم سے بچا لینا

حضرت امام علیہ السلام نے حُرّ کے سر پر دستِ امامت پھیرا اور اس کو

مبارزت کی اجازت مرحمت فرمادی

شوقِ شہادت میں جھومتے ہوئے حضرت حُرّ میدانِ کارزار میں پہنچ گئے۔

اور ع

پہنچ کر شکرِ باطل میں پھر شمشیر کو تولنا

ہزاروں دشمنوں کے سامنے للکار کر بولا

کہ — میرے عہدِ جفا کے ساتھ ہو شیار ہو جاؤ

مجھ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ

میں ساقی کوثر کی چوکھٹ پر سے تمہاری جفا کے مقابلہ میں وفا کا پیالہ

پی کر آیا ہوں

اور — نگاہِ لطفِ ساقی نے مری فطرت بدل ڈالی!

ذرا سی دیر میں بدبخت کے قسمت بدل ڈالی!

اور پھر کئی یزید کے وحشی درندوں کو موت کے گھاٹ اتار کر دربارِ امامت

میں اپنی جان قربان کر دی اور اس طرح حضرت حُرّ نے وفا کے دامن پر اپنے خون کی

نسبت باعث جنت

سرخی سے ایسا نقش و نگار کیا کہ آسمانوں کے فرشتے بھی تحسین و آفرین کے تحفے بھیجتے رہیں گے

سید افتخار الحسن زبیدی کا پیغام ہے ————— کہ  
مسلمانو! تم بھی وفا سیکھو اور مقتدیو! وفا کرو!  
اور — پھر حضرت بی بی شہربانو بھی تو ایران کے شہنشاہ کے  
بیٹی اور نوشیرواں عادل کی پوتی تھی ————— اور

جس کی سادات سے کوئی نسبت نہ تھی — مگر پھر بھی ایک وفا شعار شریک  
حیات ہونے کے ناطے سے میدان کربلا کے حق و باطل کے خونین معرکہ میں اپنے بچوں  
عون و محمد کو نثار کر کے مسلمان عورتوں کو ایک وفا دار بیوی ہونے کی راہ بتا گئی۔

نواسہ رسول بی بی شہربانو کے خیمہ میں گئے اور فرمایا:!

شہربانو! میں جانتا ہوں کہ تم نوشیرواں عادل کی پوتی اور ایران کے  
ایک نامور شہنشاہ کی بیٹی ہو۔ اور سنہری تخت پر لیٹنے والی اور پھولوں کی سیج  
پر سونے والی۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے والی ایران کی مشہور  
شہزادی ہو۔ — مگر

میرے گھر میں آکر تو مٹی کے پیالوں میں گم ہو گئی اور ریشمی لباس کو ٹھکرا کر  
تم نے ٹاٹ کی چادر میں اپنی شرم و حیا کے موتیوں کو چھپایا ہے۔

جنگ کا تقارہ بکنے والا ہے اور آج میرے پاس سوائے موت کے

اور کچھ نہیں ہے ————— اس لئے

بہتر ہے کہ تم اپنے بچوں کو ساتھ لیکر ایران چلی جاؤ میں سفر کا انتظام کر دیتا

ہوں

وفا شعار سوری نے مظلوم کر بلا کے قدم چوم لیے اور دست بدستہ عرض کی!  
یا امام دیر سے وارث اگر میں آج مصیبت کے وقت آپ کو چھوڑ گئی تو پھر  
قیامت تک مسلمان خواتین مجھے طعنہ دیں گی کہ آخر بیگانی تھی جو کہ مشکل اور آڑے  
وقت میں اپنے شوہر کا ساتھ چھوڑ گئی۔

اور — اگر آج میں واپس ایران چلی گئی تو کل قیامت کے روز آپ  
کے نانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ اور سید المرسلین امام الانبیا  
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دے سکوں گی۔  
اور آپ کے والد گرامی شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ کے پاس  
کیا منہ لے کر جاؤں گی اور جناب سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کیسے  
آنکھیں چار کر سکوں گی۔

اور اے میرے مالک و آقا حسینؑ۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں نوشیرواں عادل  
کی پوتی اور شہنشاہ ایران کی بیٹی ہوں۔  
اور — یہ بھی درست ہے کہ ایران کے تخت و تاج اور خوبصورت  
محللات میں رہنے والی شہزادی ہوں۔

مگر — یا حسین رضی اللہ عنہ! صر  
ہیں ہے مجھ کو کوئی ناز کسری کے گھرانے پر  
مجھے تو خسر ہے آقا تمہارے آستانے پر  
زہے قسمت محمد مصطفیٰ کے گھر کی لونڈی ہوں  
مجھے بزور نہ سمجھو مرتضیٰ کے در کی لونڈی ہوں  
بوقت امتحان سے یہ گود خود ویران کر دوں گی  
بنی کے دین کی خاطر نیچے قسربان کر دوں گی

مگر جھکنے نہ دوں گی عظمت اسلام کا پرچم  
 سدا اونچا رہے گا مصطفیٰ کے نام کا پرچم  
 سید افتخار احسن زیدی کہتا ہے کہ بی بی شہربانو تیرے قدموں  
 پہ نثار — تیری اطاعت و فرمانبرداری پر قربان اور تیری وفا پر فدا —  
 تیرے لئے ایران کا تخت و تاج کہاں اور پھر مدینہ منورہ کا حجرہ کہاں —  
 ریشمی بستری کہاں — اطلس و مخواب کا لباس کہاں اور پھر کھجور کی چٹائی اور بوریادھا  
 کی چادر کہاں —

اور تیرے لئے سونے و چاندی کے برتن کہاں اور پھر مٹی کے پیالے اور  
 آنچورے کہاں اور تیری فطرت میں پہلا سا جو روح جفا کہاں اور پھر  
 اپنے دین پناہ حسین سے تیری عادت میں محبت — عقیدت اور حکم وفا  
 کہاں —

صاحبزادہ سید افتخار احسن زیدی کی گزارش  
 مسلمانو! تم بھی وفا سیکھو! اور وفا کرو!  
 راکبِ دوشِ رسول — اپنی وفادار بیوی سے گفتگو کرنے کے بعد اپنے  
 وفادار ساتھیوں کے خیمہ میں گئے — اور فرمایا! —

بہادر ساتھیو! اسلام کے پیالے سے وفادارو  
 جہان کفر میں حق و صداقت کے مددگارو  
 تمہیں معلوم ہے شب کی سحر ہوگی تو کیا ہوگا  
 چلو مانو وہی ہوگا جو منظورِ خدا ہوگا  
 اٹھو اور اپنا سامان سفر باندھو چلے جاؤ

اندھیری شب کا عالم ہے جدھر چاہو چلے جاؤ  
 نہ شرماؤ تمہیں اپنی خوشی سے پھوڑتا ہوں میں  
 جو بندھن ہے میری بیعت کا وہ بھی توڑتا ہوں میں  
 میری قافلہ سالاری میں جو حق و صداقت کا پرچم بلند رکھنے کے لئے اور  
 اسلام کے علم کو سر بلند رکھنے کی خاطر تم نے جس خلوص و جذبہ سے میرے ساتھ  
 آئے ہو، میں تمہاری اطاعت گزاری اور فرمانبرداری پر فخر کرتا ہوں اور —  
 تمہیں سے اجازت دیتا ہوں کہ رات کے اندھیرے میں اس خونِ میدان  
 سے نکل جاؤ۔۔۔۔۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہارے بچے

یتیم ہوں — اور تمہاری بیویاں بیوہ ہوں —

ایسے — کہ آج حسینؑ کے پاس موت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔  
 میں تمہاری اس عقیدت و وفا کا صلہ تمہیں کل قیامت کے دن جنت کے باغات کی  
 صورت میں دوں گا۔

وفا شعار — ساتھیوں نے امام برحق کی دل ہلا دینے والی تقریر سنی تو تڑپ  
 گئے۔ قدموں کو بوسہ دیا اور گردنیں جھکا دیں اور شوقِ شہادت میں پکار اٹھے  
 یا آقا حسین — آج اگر ہم نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا — تو کل  
 قیامت کے دن خدا کی رحمت ہمیں پھوڑ دے گی اور مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی  
 شفاعت ہم سے منہ موڑ لے گی۔

ایسے — اے حضرت فاطمہؑ کے نختِ جگر — آقا حسین — اب ہمیں

نہ کچھ پینے کی حاجت ہے نہ کھانے کی تمنا ہے  
 تیرے سر کی قسم اب سر کٹانے کی تمنا ہے

اے میرے امام برحق کے وفادار ساتھیو! تمہاری وفاداری کا نام قیامت جاری رہے گا۔ اور تم نے جو رسم و رواج کی شمع میدان کربلا کے پتے ہوئے صحرا میں اپنے خون سے روشن کی ہے۔ اس کی روشنی دنیائے اسلام کے مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔

سید افتخار الحسن عرض گزار ہے ————— کہ

مسلمانوں تم بھی وفا کرنا سیکھو اور وفا کرو۔

بابا نانک ————— جو سکھ دھرم کے بانی اور جنہوں نے توجیر باری تعالیٰ کے مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ نسل انسانی کو مساوات کا سبق بھی دیا — اور ان کے دل و دماغ پر اسلامی تعلیمات کا اثر غالب تھا اور ان کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھتے تھے —

مثلاً ————— ”جنم ساکھی بالا“ ص ۳۲ بابا نانک فرماتے ہیں —————

ہن ڈٹھا نور محمدی ہن ڈٹھا نبی رسول  
نانک قدرت دیکھ کے خودی گئی سب بھول

لکھیا وجہ کتاب دے اول ایک خدائے  
دو جا نور محمدی جو خاصہ پارہ کسائے

لکھیا وجہ کتاب دے اول ایک خدائے

دو جا نور محمدی جس چانن کیتا آئے

کہتے ہیں کہ میں ایک دن دوران سیر و سیاحت ایک جنگل سے گزرا، تو میں نے دیکھا ایک سوکھے درخت کو آگ لگی ہوئی ہے اور وہ جل رہا ہے، مگر کئی پرندے اور جانور اس جلنے والے درخت پر ادا اس و نمگین بیٹھے ہیں۔ میں حیران ہوا

اور ان پرندوں سے کہا —————  
 آگ لگی اس برچھ کو جلن لگے سب پات  
 تم کیوں جلتے ہو پچھو جب پنکھ تمہارا ساتھ  
 کہ — اس سوکھے ہوئے درخت کو آگ لگ چکی ہے اور یہ جل رہا ہے  
 مگر جب اللہ بھگوان اور واہگرو نے تمہیں پر عطا کر رکھے ہیں۔ تو تم اڑ کیوں نہیں جاتے  
 اور جانیں کیوں نہیں بچاتے! —————

تو ان پرندوں نے باباجی کو جواب دیا —————  
 کہ — باباناںک جی — اڑنے کے لئے ہمارے پر بھی ہیں۔  
 اور ہم اڑ کر اپنی جان بھی بچا سکتے — مگر ہم اڑ کر نہیں جائیں گے —  
 باباجی نے پوچھا۔ آخر ایسا کیوں؟ —————  
 تو پرندے بولے ————— کہ

پھل کھایا اس برچھ کا اور بیٹھ لیٹے پات  
 پٹھ ہمارا جیوناں جے جلیں نہ اس کے ساتھ  
 کہ — اس درخت کا ہم نے پھل کھایا ہے اور اسکی ہری بھری شانوں  
 پر ہم چھپاتے رہے ہیں اور اس کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں ہم سکون حاصل  
 کرتے رہے ہیں — ایلے اب ہماری وقا کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی اس کے  
 ساتھ ہی جل جائیں —————

اقبال مرحوم بھی باباناںک کو خراج عقیدت یوں پیش کرتا ہے۔!

پھر اٹھی آخر صد توحید کی پنجاب سے  
 ہند کو اک مرد کا مسل نے جگایا خواب سے

سید افتخار احسن زیدی — انتہائی افسوس سے کہتا ہے۔  
 کہ کتنے نے اولیاء اللہ سے وفا کی اور اچھی نسبت حاصل کر لی اور جنت کا حقدار  
 بن گیا۔ — امام پاک حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں  
 نے وفا کی اور اچھی نسبت پائی جس کی وجہ سے فرشتوں کے لیے <sup>باعث</sup> بھی رشک بن  
 گئے اور پرندوں نے وفا کی تو کبوتروں کی صورت میں خانہ کعبہ اور گنبد خضریٰ میں  
 غمگینوں غمگینوں کرنے کی سعادت پا گئے۔ —

مگر آج — سید شبیر حسین زیدی انجم نے ٹھیک کہا ہے۔ کہ  
 ص — سمجھ نہیں آوندی میں کس گل تے ہستاں یا فر رو دات  
 اک دل میرا تے غم نے لکھاں میں کدھر کدھر ہو دات  
 رُل گئے پیار دے سچے موتی اجڑا یلغ و فدا دات  
 یار تہن میں کتھوں لبھاں پیار دیاں خوشبودا دات  
 اور آخر میں ایک میرا اپنا قطعہ بھی سنئے جسے میں نے مراد آباد میں  
 جگر مراد آبادی کی صدارت میں ہونے والے ایک مشاعرہ میں پڑھا تھا۔ کہ  
 ص — جب تھا بچپن تو تھے ہر روز وفا کے وعدے  
 جو بن آیا ہے تو آئینے وفا بھولے گئے  
 میں نے آنکھوں سے زلمے کا تغیر دیکھا  
 کفر کہتا ہے مسلمان خدا بھول گئے

مطلب یہ ہے کہ آئین وفا پر کار بند رہنا ایک عبادت — اور رسم وفا  
 پر عمل پیرا رہنا ایک ریاضت ہے جس کے سبب انسانوں میں دوستی کے تارے  
 کی چمک بڑھتی رہتی ہے اور محبت کے شہد کی مٹھاس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

## آئینِ وفا پر پابندی عینِ عبادت ہے

اور یہی خُدا پرستی ہے۔ جو آئینِ وفا کو بھول گیا، وہ خُدا کو بھی بھول گیا اور جس نے رسمِ وفا کو ٹھکرا دیا۔ اُس نے نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پامال کر دیا۔

اسی لئے کہ دوستی کا بھرم رکھنے والے اور عقیدت کا اظہار و دعویٰ کرنے والے اگر رسمِ وفا کے موتیوں کی مالا اپنے گلے میں نہیں رکھتے تو دوستی منافقت کا روپ دھار لیتی ہے اور عقیدت کے دعویٰ کے بعد اگر کوئی شخص وفا کے دامن کی ٹھنڈی ہوا اپنے سچن — اپنے دوست یا اپنے امام و پیشوا کو نہیں دے سکتا تو پھر ایسی عقیدت اور ایسی محبت کا نٹول کا ہار بن کر ہمیشہ اس دوست کے گلے کو زخمی کرتی رہتی ہے۔

عارف کھڑی شریف حضرت میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو کہتے ہیں کہ

”پیار کرنے والے لوگ اور عشق و محبت کے متوالے انسان تو محبوب و معشوق کی ہر خفگی کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں اور اسکی ہر سختی کو شادہ دلی سے برداشت کرتے ہیں اور معشوق کی ہر رازگی کو بھی وسعتِ قلبی سے ہنس کر ٹال دیتے ہیں۔“

مثلاً۔ معشوق، عاشق کو غصہ سے بھڑک دیتا ہے۔ کہ

دیندے بھڑک جواب پیارے پھیر نہ آویں ایتھے  
جے آیوں تے قتل کراں گے اسی کتھے توں کتھے



ع۔ بے توں سردے پیر بنا کے مگر سجن دے چلیوں

تاں فیر پکڑ دلا سا دیسی سمجھیں سنگ رلیوں

لیکن وہ لوگ جو محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر ذرا سی ناراضگی پر ملنا جلنا ترک کر دیتے ہیں تو ایسے لوگ محبت کے آئینے اور وفا کی رسم سے ناواقف ہوتے ہیں

اور ان کی محبت کا دعویٰ جھوٹا ہوتا ہے۔ ان کی عقیدت ریت کی دیوار ثابت ہوتی ہے اور ان کا ہاتھ پاؤں چومنا ایک دھوکہ ہوتا ہے۔

آخر میں صاحبزادہ سید اختر الحسن زیدی، اپنے مسلمان بھائیوں کو پیغام دیتا ہے کہ۔۔۔ تم بھی وفا کرنا سیکھو اور دوستوں سے وفا کرو!۔۔۔

اور اگر کسی وجہ سے محبت و محبوب کے درمیان کوئی نزاع پیدا ہو جائے اور عاشق و معشوق کے مابین کوئی اختلاف کی گالی گھٹا چھا جائے تو عاشق کو چاہیے کہ

رسم وفا نہیں بنھاسکتا تو نہ سہی۔۔۔ آئین محبت سے تو دستبردار نہ ہو اور محب کو دوستوں کی تہمت سے کنارہ کشی اختیار نہیں کر لینا چاہیے۔۔۔

اسی لئے۔۔۔ کہ

ع۔ چنگی مندی سجنوں دلوں سے واری ہو جانندی

پر دل تے داغ لیاندے نائیں پکی پریت جنہاندی

احبابِ کرام!

رسم وفا اور۔۔۔ آئین وفا کی تفصیل کے بعد حضرت بابا وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وفا دے وفائی کا نظریہ لکھنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جو انہوں نے آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے بیان کیا ہے۔۔۔

وہ لکھتے ہیں کہ۔۔۔ اس دنیا میں "رن یعنی عورت" سے

بڑھکر اور کوئی جنس بے وفا نہیں ہے! —————

تخت ہزارہ کا ایک خوبصورت جوان رانجھا جب — بھائیوں، بھرجائیوں  
اور رشتہ داروں سے ناراض ہو کر ہیر سیال کے شہر جھنگ کی طرف روانہ  
ہونے لگتا ہے تو اس کی ایک بھرجائی اس کا راستہ روک لیتی ہے تو وہ صیدو  
عز رانجھا — اپنی بھابی پننگہ سے کہتا ہے —

ص — تسال پیر — ولی — غوث — قطب مارے

نکراں نال سمجھے برما ریونی

وارث زن دی ذات بے وفا ہوندی

پوری نال نہ کسے اتاریونی

اور — پھر — تخت ہزارے واجٹ رانجھا جوگی بن کے جھنگ شہر  
میں گداگری کرتا پھرتا اور بھیک دربدر مانگتا پھرتا ہے۔ اسی دوران وہ ہیر  
کی نند (ننان) سہتی نال متھالا لیسندا اے — تے بڑے ہی پیارے انداز  
میں اسے کہتا کہ —————

ص — بنی باجھ شفاعت نہ کسے کرنی

رب باجھ کوئی بخشہار نائیں

کوئی نسئیں سردار سادات جیہا

تے حضرت شاہ علی جیہا ہور دربار نائیں

تے — فقر ہو کے صبر نہ کرے جیہا

جئے فقر دے دا او روادار نائیں

عدل باجھ سردار سے رکھ اچھل

تے زن گدھی ہے جو وفادار نائیں

سے پھل نہ دینے والا درخت

باہجھ عشق دے موت شہید نائیں  
 تیغ صبر دی باہجھ تھیار نائیں  
 باہجھوں بھر دے ذوق تے شوق نائیں  
 وارث رن تلوار فقیر گھوڑا  
 چارے تھوک ایہہ کیسے دے یار نائیں!

سید افتخار الحسن زبیدی کہتا ہے کہ — پاکستانی عوام کو —  
 سید پیر وارث شاہ رحمۃ اللہ کے ان اشعار پر پوری طرح غور و فکر کر کے فیصلہ کرنا  
 چاہیے کہ کیا ایک عورت ملک و قوم، تعمیر و ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے سود مند  
 ہو سکتی ہے کہ نہیں! —  
 حضراتِ محترم!

پیر وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عورت کے متعلق بے وفائی کا نظریہ حق اور  
 سچ — لیکن سید افتخار الحسن زبیدی — وارث شاہ کے اس نظریہ سے  
 گھوڑا سا اختلاف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر —

رن یعنی عورت — اتنی ہی بے وفا ہوتی تو گجرات کی سوہنی کہارن  
 بلخ بخارہ کے شہزادہ عزت بیگ کے عشق میں رسم آئین وفا کو نبھاتی ہوئی ،  
 دریائے چناب کی طوفانی لہروں میں غرق نہ ہو جاتی —

سوہنی یونس دا واسطہ پان لگ پی

مینوں کچھ کے کندھے تے نے چلو  
 کرو پھیو کج امداد میری

اور۔ پیر وارث شاہ کے نزدیک اگر عورت مجاہدے وفائی کا مجسمہ ہوتی ہے تو پھر بھنبھور شہر کے حکمران آدم جام کی بیٹی سستی اور پیکر مکران کے خان پنوں کی محبت میں فنا ہو کر اور پھر آئینے وفا پر عمل کرتی ہوئی تپتے ہوئے مارو تھقل کے ریگستان اور آتش فشاں ریت کے ٹیلوں میں پنوں کے شتر کا کھوج تلاش کرتی ہوئی گرم اور دہکتے ہوئے صحرا میں گم نہ ہو جاتی

دنیاے اسلام کے عظیم شاعر جناب سردار حسین سردار نے اس درونک منظر کو یوں بیان کیا ہے کہ

سستی کھوج شتر تے بہہ کے دیندی خان پنوں نون طعناں

انج لچپال کر نیدے ناہیں جیویں توں کیتی اے خاناں

توں نہ ہوندوں سستی انج نہ رلدی میرا یا نکیا ڈھول جواناں

سردار پنوں ہن آکے دیکھیں میرا رل گیا سوٹ شہاناں

قارئینے کرام!

صاحبزادہ سید افتخار احسن کہتا ہے کہ اگرچہ سستی اور سوہنی عشق و محبت کے گھرانہ کی دونوں بہنیں تھیں اور دونوں ہی آئینے وفا سے واقف اور دونوں ہی آئینے وفا سے آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ ہی دونوں وفاداری اور جانثاری کے جذبہ سے سرشار تھیں

لیکن — دونوں کا نوشتہ تقدیر جدا جدا تھا!

درا ان کے نوشتہ تقدیر کو دیکھے کہ سستی اپنے محبوب کو تلاش کرتی ہوئی تپتے ہوئے ریگستان کی دہکتی ہوئی ریت میں پانی کے ایک قطرہ کو ترستی ہوئی مر گئی۔ اور

سوہنی اپنے محبوب کو ملنے کی خاطر بھیرے ہوئے دریائے چناب کے پانی میں  
ڈوب گئی۔

سستی گرم بگولوں کے جھکڑوں میں پھنس کر دن کے وقت جھلس گئی،  
جبکہ سوہنی کو کالی رات کی خوفناک ناگن نے ڈس لیا۔

اور سستی بیابان، ریگستان کے تپتے ہوئے ٹیلوں میں گم ہو گئی۔ جبکہ

سوہنی دریا کی طوفانی موجوں میں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گئی۔

اور دونوں نے نمازِ عشق پڑھی۔ سستی نے ریت پر تمبھم کیا۔ اور۔

سوہنی نے پانی سے مکمل غسل و وضو!۔

اور دونوں کے امام تھے۔ سستی نے حضرت ایسا علیہ السلام کے

دہائی دی اور سوہنی نے حضرت خضر علیہ السلام کو پکارا۔

اور۔۔۔ دونوں ہی دھوکا کھا گئیں۔

سستی شتر بانوں کی ٹیلیوں کا۔ اور سوہنی کچے گھڑے کا۔

اور سستی نے شتر بانوں کی ٹیلیوں کو جس کاررواں اور بیابان سے اٹھنے

والے گرد و غبار کے ہر بگولے کو غبارِ قافلہ سمجھ لیا۔ اور۔

سوہنی نے کچے گھڑے کو محبوب تک پہنچنے کا وسیلہ جان لیا۔

اور سستی کے لیے یہ کہنا ٹھیک ہے۔

۷۔۔۔ تھا بیابان کا بگولا جو اٹھا اور بیٹ گیا

دور سے جس کو غبارِ کاررواں سمجھا تھا میں

اور۔ سوہنی کی روح کو ایصالِ ثواب کے لئے اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ۔

۷۔۔۔ کچے کچ کیتا کچا نے ٹھہلی کچے چاہڑیا توڑنے پور میرا

اگے جان تے موت نہیں جان ویدی پچھارہ گیا بھان دور میرا

صاحبزادہ میڈیا افتخار احسن — اپنے مسلمان بھائیوں سے ایک بار پھر لازوال پیغام کے ساتھ درخواست کرتا ہے کہ کسی امام کے مقتدیو! — اپنے امام سے وفا کرو — اور اے کسی پیر کے مریدو۔ اپنے پیر سے وفا کرو — اور اے کسی استاد کے شاگردو اپنے استاد سے وفا کرو۔ اور اے اپنے نبیؐ کے اُمتیو اپنے نبیؐ سے وفا کرو اور اے اپنے خدا کے بندو اپنے خدا سے وفا کرو! —

اور اے پاکستان کے پتھر دل سرمایہ دارو اور دولتمند زر پرستو — اور لاکھوں، کروڑوں روپے کی کوٹھیوں میں عیاشی کرنے والو — مغزوریل مالکو — کسی غریب کی بھونپڑی کو ڈھانا بند کر دو — اور اے کپڑے کے بڑے بڑے تاجرو اور اپنے بیوی بچوں کو امپورٹڈ ریشمی لباس پہنانے والو۔ سنگدل انسانو — بیوہ عورتوں اور یتیم بچیوں کے ننگے سروں کو بھی ڈھانپنے کے لئے اپنی بلوں کے ہزاروں تھانوں میں سے دو چار گز کپڑا اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کی، دینے کی بھی عادت بناؤ۔

اور اپنے خوبصورت بنگلوں کو بجلی کے ققمقموں سے روشن کرنے والو۔ امیرو دولت مندو! — کسی مفلس و فقیر کی کٹییا میں ٹمٹاتے ہوئے تیل کے چراغ کو اپنی سرمایہ داری کی وحشیانہ پھونکوں سے بجھانا چھوڑ دو! —

۵۔ کیا بلیں اسی لئے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں

کہ دخترانِ وطن تار تار کو ترسیں

اور — کیا چمن کو اسیلئے مالی نے خون سے سینچا تھا

کہ اس کی اپنی نگاہیں بہا کو ترسیں

علامہ اقبال مرحوم بھی خدا کے حضور یہی فریاد کرتا ہے —————  
 ع ————— کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ

دنیا ہے تیری منتظر روزِ مکافات

اور ————— تو تادرو عادل ہے مگر تیرے جہاں میں

ہیں تلخ بہت بندہٴ مزدور کے اوقات

اور ————— یہ علم — یہ حکمت — یہ تدبیر — یہ حکومت

پیتے ہیں ہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

اور سید افتخار الحسن! اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ بھی کہتا ہے۔ اپنے

خوبصورت بنگلوں — اپنے خوشنما باغات اور اپنے بلند و بالا پلازوں کی طرف

سے ذرا توجہ ہٹا کر اپنی آخری آرامگاہ قبر کا تصور بھی کبھی کر لیا کرو — اور اس

دنیا کے مسافر خانہ میں ہمیشہ زندہ رہنے کی بجائے آخرت کے شہرِ خوشاں میں روزِ

قیامت تک تہِ خاک لیٹنے پر بھی کبھی غور و فکر کر لیا کرو! —————

علامہ اقبال مرحوم نے یہی کہا ہے ————— کہ

کیا عشق ایک زندگیِ مستعار کا

کیا عشق پائیدار ہے ناپائیدار کا

اور دن میں کم از کم ایک دفعہ تو موت کے فرشتہ کو بھی یاد کر لیا کرو۔ کیونکہ

موت برحق ہے اور ملک الموت کا آنا بھی سچ ہے۔

سید ہاشم شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب کہا ہے ————— کہ

ع ————— سدا نہ تاج سراں تے رہند تے سدا نہ تاج شہانہ

ہاشم شاہ ایتھے دل نہ لاویں ایہہ جگت مسافر خانہ

نسبت باعث بخت

مولوی جان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دنیائے فانی کی مذمت کرتے ہوئے اور ملک الموت کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کیا ہی اچھا لکھا ہے۔ کہ  
ی۔ یار تیرے لدھی بھار جانڈے اکدن توں بھی بھار لدھا وناں اے  
ملک الموت جدوں گھیرا آن پایا پھیر کے نہ تینوں چھڑا ناں اے

اور

ی۔ یار تیرے لدھی پار جانڈے یاراں جانڈیاں دی تینوں سازنا میں  
ملک الموت لنگھائے نے پور لکھاں تے توں غافلہ ہویوں پتیارنا میں  
میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دنیا کی بے ثباتی اور زندگی کی بے  
یقینی اور زندگی کے فانی ہونے کا یوں ذکر کرتے ہیں

سدانہ لاٹ چراغاں والی سدانہ سوز پتنگاں

سدانہ چھو پے پامحٹ رہنارل بل سنگاں

اور۔ سنگدے ساتھی لدھے جاون انساں دی ساتھ لداناں

ہمتھ نہ آوے پھیر محمد جاں ایہ وقت وہاناں

اور۔ لکھ ہزار بہار حسن دی اندر خاک سمائی

لاپریت محمد بخش جاگ وچہ رہے کہانی

اور۔ مان نہ کریئے روپ گھنے دا وارث کون حسن دا

سدانہ رہن شاغاں ہریاں سدانہ پھیل چسمن دا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# رحمتِ دو عالم

## کی دعائیں

دوسرے انبیاء کرام سے ہمارے رحمتِ دو عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی  
کی حیثیت ایک علیحدہ اور مثالی ہے۔ اس لیے ہر دعا آپ پر درود شریف پڑھنے کے  
سبب قبول ہوتی ہے۔  
مثلاً

۶: — ترمذی شریف - جلد ۱ - ص ۶۳ - حضرت عمر فاروق رضی

اللہ عنہ نے فرمایا

اِنَّ الدُّعَا لَتُؤَقِّفُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ -

”گوئی دعا دربارِ خداوندی تک نہیں پہنچتی اور زمین و آسمان کے درمیان  
معلق رہتی ہے۔“

حَتّٰی تَصِلَ عَلٰی نَبِيِّكَ

کہ جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے۔

— ترمذی شریف - جلد ۲ ص ۲۰۹ - مشکوٰۃ شریف ص ۵۵

حضرت ابن عباس و عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں — کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے حلقہ بگوش

اسلام ہونے کی دعا کی!

اللَّهُمَّ اعْرِضِ الْإِسْلَامَ بَابِي جَهْلِي بْنِ هِشَامِ أَوْ يَمِينِ بْنِ الْمُخْتَابِ

اور پھر وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجہ میں حلقہ بگوش اسلام اور نبی پاک علیہ السلام کے غلام بن کر اسلام کے سدا بہار گاشن میں ایک تازہ پھول بن کر اور دین مبین کے مضبوط قلعہ کی حفاظت کے لئے ایک بہادر سپاہی

کی طرح اور ایک سرفروش جبریل کی طرح اپنے دورِ خلافت میں کاپرچم لے کر

اور بہادر مجاہدوں کا ایک معمولی سا دستہ لے کر مدینہ منورہ سے نکلا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اللہ کریم کی بچھائی ہوئی زمین کے آدھے حصہ پر چھا گیا۔

حضرت ابوہریرہ کی والدہ کے لئے مسلمان ہونے کی دعا فرمائی اور وہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا اثر انہوں نے اس طرح دیکھا کہ ابوہریرہ دعا کے بعد اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وہ گھر پہنچے تو دروازے کو اندر بند پایا۔ سو کہ ایک غیر معمولی بات تھی۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دروازے پر دستک دی تو

اندر سے میری والدہ نے کہا۔

ابوہریرہ! ذرا انتظار کرو! میں غسل سے فارغ ہو کر دروازہ کھولتی ہوں۔

انہوں نے دروازہ کھولا اور بڑی پیار بھری نظروں سے دیکھا کہ اندر آجانے کا حکم دیا۔

اور مجھے کہا!۔ ابوہریرہ مجھے مسلمان بناؤ۔ یہ سن کر میری حالت خوشی کے مارے

بے حال ہو گئی اور میری والدہ نے مسلمان ہونے کا اقرار کر لیا۔

یہ اثر تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا کہ فوری طور پر شرف قبولیت پا گئی۔

۸: — جیسا کہ — مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۰۱ — مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۵

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ماں کفر منجوس راستوں میں بھٹکتی پھرتی تھی

مگر میری دلی آرزو تھی کہ میری والدہ بھی اسلام کے گلشن کی ایک مہکتی ہوئی کلی بن جائے اور اہل ایمان کے دل و دماغ کو مہکانے لگے !  
چنانچہ — ایک دن میں نے اپنی یہی آرزو دربارِ رسالت میں پیش کر دی جبکہ میری یہ حالت تھی کہ میں زور رہا تھا

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی تو انتہائی محبت سے دریافت فرمایا

ابوہریرہؓ — کیوں روتے ہو؟

میں نے عرض کی — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کافرہ ہے اور — میں آپ کا غلام! —

میں نے بہت کوشش کی ہے اور بہت دعائیں کیں ہیں مگر سب ناکام ہو گئیں اور میری ماں کے دل پر لگا ہوا کفر کا تالا ٹوٹنے میں نہیں آتا — اور اس کی آنکھوں پر پڑے ہوئے شرک کے سیاہ پردے نہیں اٹھ سکے۔

اب آپ میرا آخری سہارا ہیں اور میں اس امید پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی دعا سے میری ماں کے کفر و شرک کے اندھیروں میں ایمان و اسلام کی شمع جل اٹھے گی اور جہنم کی آگ سے بچ جائے گی۔

ایسے — اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ یٰھدِیْ اُمَّ سَہْرَیْرَۃً

آپ دعا فرمائیے کہ ابوہریرہؓ کی ماں کو ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں میں روشنی دہرائے

کی قذیل روشن ہو جائے۔

بس پھر کیا تھا۔ میری درخواست پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا

کے لئے دست مبارک اٹھائے اور ان الفاظ میں دعا فرمائی۔  
 اللَّهُمَّ اهْدِ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

کہ اے اللہ کریم ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں کو ہدایت فرما۔ کفر و شرک

کے اندھیروں سے نکال کر دین و ایمان کی روشنی میں لے آ۔

اس کے دل و دماغ سے لات و منات کی مجت نکال کر خدا و رسول

کی الفت عطا کر دے۔

اور پھر ایسا ہوا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر آئے تو ماں

کی تقدیر ہی بدل چکی تھی!

اور اس کا دامن، دین و ایمان کے پھولوں سے بھر چکا تھا۔

۹: دھیہ کلبی کے لئے ایمان لانے کی دعا فرمائی جو کہ قبول

ہوئی اور وہ بھی کفر کی تاریکیوں سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آگیا! ۱۳۲

جیسا کہ۔ تفسیر روح البیان جلد ۱ ص ۱۲۴ اور درۃ الناجین۔

علامہ اسمعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور علامہ عثمان بن حسن بن احمد

رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

إِنَّ دَحِيَّةَ كَلْبِي كَانَ مَدِيًّا كَافِرًا مِنَ الْعَرَبِ۔

دھیہ کلبی کفر کے ایک ناپاک گروہ کا سردار تھا۔

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجِيبَ إِسْلَامِهِ۔

اور۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام لانے کی خواہش رکھتے تھے

کیونکہ وہ سات سو آدمیوں کا سردار تھا۔ ایسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمنا تھی کہ اگر یہ اسلام لے آئے تو اس کی ساری جماعت بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائے گی۔

وَكَانَ مِنْ أَجْمَلِ النَّاسِ وَجْهًا -

اور وہ اتنا حسین و جمیل انسان تھا کہ جب وہ کبھی شہر میں نکلتا تو شہر کی خواتین

اسے دیکھنے کے لئے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ جاتیں یا دروازوں سے باہر آجاتیں۔

ایک دن حسن اتفاق یہ ہوا کہ ادھر سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے تھے اور

دوسری طرف سے وحیہ کلبی آ رہا تھا۔ حسین و جمیل تو تھا ہی۔ محنت بھری نظروں

سے جب نگاہ رسالت نے دیکھا تو معاً بارگاہِ خداوندی میں عرض پرداز ہوئی۔

یا اللہ پاک! ایسی خوبصورت صورتیں بھی دوزخ میں لے جائیں گے!۔

آواز آئی محبوبؐ۔ کیا چاہتے ہو؟۔

حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایمان لانے کی آرزو کر دی۔ اور

عرض کی:

اللَّهُمَّ ارْزُقِ الْإِسْلَامَ دَحِيَّةَ الْكَلْبِيِّ - کہ

اے اللہ دحیہ کلبی کو اسلام کی دولت سے بہرہ ور فرما دے۔

زبانِ نبوت نے نکلی ہوئی دعائے قبولیت کے دروازے کھول دیئے۔

اگلی صبح ہوئی تو نماز کے بعد والی دو جہانِ متصلے سے اٹھنے ہی والے تھے۔

کہ حضرت جبیر بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر خدمت ہوئے۔

اور عرض کی۔ یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قَدَفْتُ نُورَ الْإِيمَانِ فِي قَلْبِ دَحِيَّةِ الْكَلْبِيِّ!

کہ اللہ کریم نے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے !  
 محبوب آپ کی دعا قبول ہو چکی ہے اور آپ کی خواہش کو شرف قبولیت  
 بخشے ہوئے ہم نے دجیہ کلبی کے دل میں تاریکی کو دور کر کے نور ایمان کی شمع  
 روشن کر دی ہے اور وہ تھوڑی دیر بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والا ہے !  
 فَلَمَّا دَخَلَ دَحِيَّةَ الْكَلْبِيِّ الْمَسْجِدَ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ بُرْدًا عَنْ ظَهْرِهِ وَكَبَّطَ عَلَى الْأَرْضِ وَأَشَارَ إِلَى رِجَائِهِ -  
 پھر جب دجیہ کلبی مسجد نبوی میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اپنے کندھے پر رکھی ہوئی مبارک بندھن والی چادر اتار کر فرش پر بچھا دی اور اسے  
 اشارے چادر پر بیٹھ جانے کے لئے فرمایا۔

دشمن آجائے تو چادر بھی بچھا دیتے ہیں !  
 لیکن جب دجیہ کلبی نے صاحبِ خلقِ عظیم کا یہ حسنِ اخلاق دیکھا۔ تو  
 بکی ————— وہ رونے لگا۔

اور — رَفَعَ رِدَاءَهُ قَبْلَهُ وَمَسَمَّ عَلَى رَأْسِهِ وَعَيْنَيْهِ  
 چادر مبارک کو اٹھایا — اسے بوسہ دیا اور سر اور آنکھوں پر لگایا۔  
 اس نے کہا !

حضور مجھے نور ایمان سے سرفراز فرما دیں !

آپ نے فرمایا !

قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

اس نے کلمہ شریف پڑھا۔

پھر وہ زار و قطار رونے لگا۔

شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔

اب کیوں روتے ہو؟

وجہ کلبی نے عرض کی! سرکار! میں بڑے بڑے کبیرہ گناہ کرتا رہا ہوں

اور اب تک شتر لڑکیاں اپنے ان ہاتھوں سے زندہ دفن کر چکا ہوں!

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حیران ہو گئے۔

جب ریل علیہ السلام اسی عالم میں تشریف لائے اور آپ کے سلام بھیجتے

ہوئے فرمایا!

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قُلْ لِدَحِيَّةَ الْكَلْبِيِّ

وَعِزَّتِي وَجِدَانِي

وجہ کلبی سے فرمادیں کہ مجھے اپنے جاہ و جلال کی قسم ہے کہ جب

اس نے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اقرار کیا تھا اور اسلام کی دولت

سے مالا مال ہوا اور ایمان کے خزانہ سے بھر پور ہوا تو ہم نے

عَفَرْتُ لَكَ كُفْرَكَ سِتِّينَ سَنَةً -

تمہارے ساٹھ سال تک کے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

فَبَكَى النَّبِيُّ وَأَصْحَابُهُ

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رونے لگے۔

آواز آئی۔۔۔ جبیب روتے کیوں ہو؟

عرض کی۔۔۔ یا اللہ!

ایک دفعہ کلمہ شریف پڑھنے والے کے اپنے ساٹھ سال کے گناہ

معاف فرمادیئے۔۔۔ مگر میری وہ اُمت جو تیری توحید اور میری رسالت کی گواہی

صبح و شام کثرت سے دیتی ہے، اسے آپ کس طرح نہ بخشیں گے —

جواب آیا —

ہاں! بخش دوں گا۔

اور حضرت وحیۃ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت و تکریم اور ان کے حسن و جمال کی شان تو دیکھو کہ — اسلام کے دامن میں آنے کے بعد — اور کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر دین و ایمان کی روشنی حاصل کرنے کے بعد اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے اثر کے بعد خداوند کریم کی طرف سے یہ انعام بھی ملا —

كَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَأْتِي ابْنَتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَلَى صُورَةٍ كَحَيْثُ لِحْيَتِهِ —

”اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام، وحیہ کلبی کے حسن و جمال کی بنا پر نبی کریم علیہ السلام پر اس کی صورت پاک میں آتے رہے!“

پارشش کے لئے دعا

۱۰ — بخاری شریف جلد اول ص ۵۰۶ — مسلم شریف جلد اول ص ۲۹۲

مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۶

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قحط پڑ گیا — حضور علیہ السلام جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی نے عرض گزارا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مویشی ہلاک ہونے شروع ہو گئے ہیں، اور بچے بھوک سے مرنے لگے ہیں —

فَادْعُ اللَّهَ لَنَا - !

بارش کے لئے اللہ سے دعا کریں۔ !

فَرَفَعَ يَدَيْهِ !

پس امت کے غمخوار نے دعا کے لئے اپنے دستِ مبارک اٹھائے اور

عرض کی !

اللَّهُمَّ اسْقِنَا !

یا اللہ کریم ہم پر اپنی رحمت کی بارش برسا دے۔ اور یہ الفاظ آپ

نے تین بار دہرائے

آسمان شیشہ کی طرح صاف تھا یعنی بادل کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ان کے منہ سے نکلنا تھا کہ مشرق و

مغرب، شمال و جنوب سے کالی گھٹائیں اٹرنا شروع ہو گئیں اور پھر دیکھتے دیکھتے

موسلا دھار بارش ہو گئی اور یہ بارشیں آئندہ جمعہ تک ہوتی رہیں اور پورے

عرب کی سرزمین جل تھل ہو گئی اور قحط دور ہو گیا

یہاں تک کہ اگلے جمعہ کو اسی اعرابی اور دیگر بہت سے مسلمانوں نے قحط سے

ہو کر عرض کی !

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مکانات گرنے لگے ہیں اور مال و متاع

غرق اور تباہ ہو رہا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ بارش تھم جائے

آپ نے دعا فرمائی !

اللَّهُمَّ حَوِّ إِلَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا

کہ یا اللہ! ہم پر بارش کا سلسلہ ختم کر دیں۔

نسبت باعث جنت

پتہ چلا کہ ساری کائنات کا نظام امام الانبیاء صل اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور زبان پاک اور دعاؤں میں ہے۔

پارٹس نہ برسنے کا سبب

دوسرے انبیاء کرام کی طرح حضرت ہود علیہ السلام بھی عاد قوم کی طرف نبی بن کر تشریف لائے اور قوم کو دعوت توحید و رسالت دی اور حکم دیا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ پارہ ۱۲ سورہ ہود۔

مَا لَكُمْ مِنَ الْإِلٰهِ غَيْرَ

کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی الہ نہیں ہے۔ اور اسے

میری قوم میں نے جو تمہیں توحید و رسالت کا درس دیا ہے اور تمہیں نیکی کا راستہ بتایا ہے اور تمہیں پتھروں کی پرستش کرنے کی بجائے ایک وحدہ لا شریک الہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں تم سے اس کا کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔

إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِيْ۔

بلکہ اس کا اجر میں اپنے اس رب سے لوں گا جس نے مجھے پیدا کیا۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔

کیا تمہیں عقل نہیں ہے کہ

میری تبلیغ اور میری دعوت کو سمجھ کر ایک اللہ کی عبادت کرنی شروع کر دو۔

مگر واقعی قوم بے عقل ثابت ہوئی اور اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔ تو

اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب اور رسالت کو جھٹلانے کے باعث تین

سال تک بارش بند کر دی۔ اور ان کی عورتوں کو باجمہر کر دیا۔

تو حضرت ہود علیہ السلام نے پھر اپنی قوم پر رحم کھاتے ہوئے اور قوم کو تین

سال تک بارش بند ہونے کے باعث ان پر جو قحط کا عذاب آن پڑا تھا۔ اسے دور کرنے کے لئے اور خشک سالی کی مصیبت کو ٹالنے کے لئے اور بارش برسانے کیلئے

پھر اپنی قوم سے فرمایا:

وَلِقَوْمٍ اسْتَغْفِرُوا لَكُمْ ثُمَّ تُوَلُّوا إِلَيْهِ يُرْسِلُ السَّمَاءَ  
عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَنَزَّلَ مِنْهُ أَلْفَ مَوْجَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ  
مُجْرِمِينَ! اور فرمایا کہ

کہ میری قوم اپنے رب تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر توبہ و استغفار  
کرو تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مولد دھار بارش برسا دے گا اور  
ساتھ ہی تمہارے عورتوں کے بانجھ پن کو دور کر کے اور تمہیں کثرت  
سے لڑکے عطا کر کے تمہاری قوت میں اضافہ فرما دے گا۔!

اور تم مجرم بن کر اپنے منہ راہِ راست سے نہ موڑ لو۔  
مگر۔ وہ قوم اتنی سرکش اور نافرمان تھی کہ حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ  
اور دعوتِ حق کے باوجود اپنے کفر پر ڈٹی رہی اور حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ  
دہمیاں قسم کی بحث کرتے رہے!

اور پھر جب اس قوم کے راہِ راست پر آنے اور رشد و ہدایت کی روشنی  
پانے کی کوئی امید نہ رہی تو پھر اللہ کی طرف سے ان پر ایک دردناک عذاب  
لایا گیا جس سے ان کا نام و نشان مٹ گیا۔

لیکن۔۔۔ اس دردناک عذاب سے خداوند کریم نے اپنی رحمت  
کے سبب حضرت ہود علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے افراد کو نجات دیدی۔  
قارئینِ کرام! اور ہر دارِ انِ اسلام آج محرم کی ۲۷ تاریخ اور سالوں



حَبَسَ عَنْهُمْ الْمَطَرُ ————— کہ

جس قوم میں بے حیائی پھیل جائے۔ اس قوم پر طاعون کی بیماری مسلط کر دی جاتی ہے۔ اور جو قوم کم تولنا شروع کر دے۔ اس قوم پر قحط اور جوہرِ سلطانے بادشاہ کا قہر و غضب اور ظالم حکمران مسلط کر دیا جاتا ہے اور جو قوم زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس قوم پر بارش بند کر دی جاتی ہے۔  
برادرانے اسلام!

غور کرو اور سوچو کہ کہیں یہ تمام خرابیاں ہم میں تو پیدا نہیں ہو گئیں۔  
علاج بس

توبہ و استغفار۔!

## حَسَنُ جَمَالٍ كَيْلَتُهُ دَعَا

مدارج النبوت ————— جلد اول ص ۴۳۸ ————— بیہقی

بیہقی از انس آورده کہ یہودی گرفت از لحيہ شریف وے صل اللہ علیہ وسلم چیزے کہ در لحيہ شریف افتاده بود۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی لیش مبارک میں ایک تنکا پھنس گیا جسے ایک یہودی نے دیکھ لیا اور وہ تنکا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے نکال دیا۔ اور

بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی کہ

”میں ایک حسین اور خوبصورت جوان ہوں مگر میرے بال سفید ہو چکے

ہیں جس کے باعث میری خوبصورتی میں کمی آگئی ہے۔ دعا فرمائی

کہ اللہ تعالیٰ میرے حسن کو قائم رکھے۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی

اللَّهُمَّ جَبِّئْهُ!

کہ۔ یا اللہ اس کو خوبصورت بنا دے!

شفاء بیمار کے لئے دعا۔

مدارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۲۳۸

”بیمار شد ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک دفعہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ

عنه بیمار ہو گئے تو حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں

حاضر ہو کر عرض کی۔“

اے برادر زادہ من دعا کن پروردگار خود را تا عافیت دید۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اے میرے بھائی کے بیٹے دعا کرو کہ آپ کا

پروردگار مجھے شفاء عطا فرمادے!

تو۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں دعا کی۔

اللَّهُمَّ اشْفِ عَمِّي!

کہ یا رب میرے چچا محترم کو شفاء عطا فرمادے!

پس برخاست ابو طالب۔

پس حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی وقت اٹھ کر بیٹھ گئے۔ گویا

کہ شفا ہو گئی! اور بیماری جاتی رہی

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

”کہ اے میرے بھتیجے! جو تو خوفِ خدا سے مانگتا ہے، تجھے خدا تعالیٰ فوراً ہی

عطا کر دیتا ہے۔“

خصائصِ کبریٰ — جلد اول — ص ۱۲۴

حضراتِ محترم

حضرت عزیر علیہ السلام کی تو ایک دُعا سے بڑھی عورت کی آنکھوں کی  
بینائی واپس آگئی اور اس کی ٹانگیں جو ناکارہ ہو چکی تھیں درست ہو گئیں اور میوڑوں  
نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے دیا۔ مگر  
امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزاروں  
دعا میں شرفِ قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ اس کے باوجود، دنیا سے سنیت کے علماء  
کرام نہ تو انہیں خدا مانتے ہیں اور نہ ہی خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں۔  
حتیٰ کہ — جب مزور نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے پوچھا تھا۔

کہ میرے علاوہ آپ کا رب کون ہے؟ —

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا تھا۔

رَبِّيَ الْكَذِبِيُّ يُحْيِي وَيُمِيتُ!

”میرا رب وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔“

تو مزور نے پھر کہا کہ

اَنَا حَيٌّ وَامِيتٌ

کہ میں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں۔

چنانچہ اس ظالم نے ایک آدمی کو پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیا اور جسے

پھانسی کی سزا ملنی تھی اسے بری کر دیا گیا۔

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا کہ یہ ظالم زندگی اور موت کے فلسفہ

کو نہیں جانتا اسیلئے

انہوں نے ایک اور دلیل پیش کر دی کہ یہ ظالم حکمران، جو خدا ہونے کا

دعویدار ہے۔ لاجواب ہو جائے

پھر آپ نے فرمایا کہ

میرا خدا وہ ہے جو آفتاب کو مشرق سے نکال کر مغرب میں غروب کرتا ہے

اگر تو بھی خدا ہے تو سوزح کو مغرب سے نکال کر مشرق میں ڈوبنے کا حکم کر۔

یہ سن کر بھوٹا خدا اور ظالم حکمران مبہوت ہو کر اور حیران ہو کر رہ گیا۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ضرورت کی اس دلیل

کو درست مان لیا تھا کہ

دوسری دلیل دینے پر مجبور ہو گئے

حالانکہ میدانِ مناظرہ کا یہ اصول ہے کہ۔ ایک مناظر ایک دلیل پر ڈٹ جائے!

تو اس سوال کا جواب یہ ہے۔۔۔ کہ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی حکیم یا

ڈاکٹر کسی بیمار کی تشخیص کر کے اور بیماری کو سمجھ کر اس کے لئے ایک نسخہ تیار کرتا ہے مگر

وہ نسخہ بیمار کا معده قبول نہیں کرتا، تو وہ قے کر دیتا ہے۔۔۔

پھر حکیم اور ڈاکٹر کو یہ پورا پورا حقی حاصل ہے کہ وہ مریض کے لئے دوسرا نسخہ

تجویز کر کے اس کا علاج کرے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی پہلے ایک نسخہ ضرورت کو دیا مگر اس کی عقل و دانش

نے اسے قبول نہ کیا اور پھر دوسرا نسخہ دیا جس سے مبہوت ہو کر رہ گیا اور دعوتِ حق

کے مقابلے میں شکست کھا گیا۔۔۔

اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ السلام نے خدا اور الہ ہونے کا معیار یہ مقرر کیا کہ اگر تو آفتاب کو مغرب سے نکال کر دکھا دے لیکن نہ روایا ہرگز نہ کر سکا۔

ہاں، البتہ ہمارے شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعجازِ نبوت اور کمالِ رسالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈوبے ہوئے سورج کو مغرب سے نکال کر دنیا کو بتا دیا کہ ساری کائنات کا نظام میرے مقدس ہاتھوں میں ہے چاہے وہ نظام شمسی ہی کیوں نہ ہو۔ !

مگر ہم سنی حضرات پھر بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مختارِ کل نبی اور بے مثل بشر ہی کہتے ہیں۔ — حالانکہ مغرب سے سورج کو نکالنا یہ معیار الوہیت تھا۔ —

اس حیرت انگیز واقعہ — اور — اعجازِ نبوت کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔  
ڈوبے ہوئے سورج کی دالیسی!

مدارج النبوت اردو ص ۲۲۷

جنگِ خیبر کی فتح کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آرہے تھے کہ وادیِ صہبیا میں، ثبیٰ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: علیؑ — میں کچھ تھکاؤٹ محسوس کر رہا ہوں۔ —  
عرض کی یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانوؤں پر سراقہ کس رکھ کر آرام کر لیں۔ —

یہ کہہ کر حضرت علیؑ نے اپنا دامن پھیلا دیا۔ —  
رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانوؤں پر سر رکھ کر آرام فرمانے لگے! سورج غروب ہو رہا تھا اور اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت علیؑ

نے ابھی عصر کی نماز ادا کرنی تھی۔

اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے دو مسئلے آگئے تھے۔ ایک خدا کی

عبادت اور دوسرا نبی کی اطاعت۔

اگر پاکستان کا کوئی بے ادب اور گستاخ مولوی ہوتا تو رسول پاک صلی اللہ

وسلم کو بگا کر نماز عصر پڑھ لیتا۔ لیکن یہ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے

جنہوں نے یہ سمجھ کر اور اس عقیدہ کے تحت نماز عصر قضا کر دی۔

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں

نگاہوں کی قضا میں کب ادا ہوں

کہ نماز قضا ہو گئی تو پھر پڑھ لوں گا لیکن خدا جانے نبی پاک سر اقدس میری

بھولی میں دوبارہ کب آئے۔

اور جب رسول پاک بیدار ہوئے تو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی

یا حبیب اللہ میں نے آپ کی بخت اور اطاعت میں نماز عصر قضا کر دی ہے!

مختارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اب نماز قضا پڑھنی ہے یا ادا۔

جواب دیا غلام ہوں آپ کا اور نماز پڑھوں قضا۔

فرمایا! کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔

کیا کروں؟

فرمایا۔ نیت کرو!

کس بات کی۔

نماز عصر کی!

لیکن سورج تو غروب ہو چکا ہے!  
فرمایا! جو میں کہہ رہا ہوں۔ وہ کرو۔  
علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیت کی چار رکعات نماز عصر۔  
نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ إِنَّ عَلِيًّا كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُولِكَ  
فَارْحَمْهُ عَلَيْهِ السَّمْسُ -

”یا اللہ۔ علی نے تیری اطاعت اور میرے رسول کی اطاعت  
میں نماز قضا کر دی ہے اب اس کے لئے ڈوبا ہوا سورج واپس  
کر دے!“

سوال :- وہاں تو نماز قضا کی جا رہی ہے پھر اللہ کی اطاعت کہاں؟  
جواب :- مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ! (سورۃ النساء)  
جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

چونکہ حضرت علیؑ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تھی اس لئے وہ اللہ  
تعالیٰ کی اطاعت تھی!۔

آفتاب طالع شد چنانکہ شعاع آں بر کوہ و امان بتافت و خلافت  
برائے عین مشاہدہ کرو۔

”ڈوبا ہوا سورج طلوع ہوا جس کی شعاعیں پہاڑوں اور میدانوں  
میں لوگوں نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیں۔“

سوال :- آخر نماز عصر اتنی تاکید والی نماز۔ علیؑ نے کیوں قضا کر دی؟

جواب ۱۔ مدارج النبوت اردو۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت اور اسی حالت میں آثارِ وحی نمودار ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس حالت میں مناسب نہ سمجھا کہ محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوابِ راحت سے بیدار کیا جائے۔

شفاء شریف بموعہ نسیم الریاض جلد ۳۔ ص ۱۔ حضرت قاضی عیاض

رحمۃ اللہ علیہ :-

عَنْ أَسْمَاءِ بِنْتِ عِمِّيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - إِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوحَى إِلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي الْحَجْرِ عَلِيٌّ فَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ -

”حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سراقدس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھولی مبارک تھا۔ اس وقت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی جس کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے نماز نہ پڑھی۔“

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَلَّيْتُ

يَا عَلِيُّ؟

کہ۔ یا علیؑ! — تم نے نماز پڑھ لی ہے؟

قَالَ — لَا — جواب دیا نہیں!

پھر محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی

قَالَتْ — أَسْمَاءُ فَرَأَيْتُمَا غَرَبَتْ ثُمَّ فَرَّقِيهَا طَلَعَتْ -

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے بعد میں نے دیکھا

کہ سورج ڈوب چکا ہے مگر پھر میں نے دیکھا کہ سورج طلوع ہوا ہے!“  
مدارج النبوت فارسی ص ۲۵۴۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ

اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ

”کسی ایسے شخص کو جسے علم میں دسترس حاصل ہے لائق نہیں کہ وہ  
حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کے حفظ میں تخیلف  
کرے اسیلئے کہ حدیث اسماء از علامات نبوت است!“

سوال :- کہ غروب آفتاب سے نماز عصر قضا تو ہو جاتی ہے لیکن رجوع شمس

سے یہ ادا تو نہیں ہوتی ہے۔

جواب :- شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ۔ اسیلئے کہ قضاء ایسی صورت  
میں جبکہ آفتاب، غیوبیت میں قائم و باقی رہے اور وقت فوت ہو جائے لیکن  
اگر سورج کے ساتھ وقت بھی لوٹ آئے تو کیوں ادا نہیں ہوتی۔

اما۔ اگر وقت نینر عابد گرد و در چہ ادا نشود انیر مواہب میں منقول ہے

کہ اس حدیث کو طرانی نے معجم کبیر میں باسناد حسن روایت کیا ہے۔

اعتراض :- کہ اسے ایک مجہول اور غیر معروف عورت نے نقل کیا ہے جس کا کسی

کو علم نہیں لہذا رجوع شمس کا واقعہ درست نہیں ہے۔

جواب :- امام طحاوی۔ احمد بن ابی صالح طرانی اور قاضی

عیاض رحمۃ اللہ علیہم اس کی صحت اور اس کے حسن ہونے کے قائل ہیں پھر یہ کہنا کہ

کتب صحاح و حسن میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا یہ درست نہ ہوگا۔

جواب :- یہ کہنا بھی غلط ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

کا کسی کو حال معلوم نہیں اور وہ مجہول اور غیر معروف خاتون ہیں۔ نعوذ باللہ العظیم۔

مدارج النبوت فارسی - جلد ۲ - ص ۲۵۴ ————— اسلئے کہ ان

کا حال تو سب کو معلوم ہے! —————  
 ”زیرا کہ وہ امراتہ جمیلہ - عاقلہ - جلیلہ“

کہ وہ ایک حسین و جمیل ————— عقلمند عورت تھیں —————

و بود وہ تحت جعفر بن طیار بن علی ابن ابی طالب و زائد وہ  
 برائے عبد اللہ بن جعفر - و بود وہ تحت ابابکر و زائد وہ محمد بن ابی بکر -

و بعد ازاں بود تحت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم و زائد وہ سخی ارا -  
 کہ - حضرت اسمائت عمیس رضی اللہ عنہا بڑی دانا - بڑی عقلمند اور  
 خوبصورت خاتون تھیں اور اپنے شوہر کے ساتھ پہلے حبشہ کو ہجرت کی - پھر مدینہ  
 منورہ آئیں گویا ان کو دو ہجرتیں کرنے کا شرف حاصل ہے —————

اور وہ پہلے حضرت جعفر بن طیار بن علی ابن ابی طالب کے نکاح میں

آئیں ————— ان کے بعد عبد اللہ بن جعفر سے نکاح کیا ————— ان کے بعد  
 حضرت ابوبکر کی زوجہ بنیں، ان کے بعد ابوبکر کے صاحبزادہ محمد بن ابی بکر کی بیوی  
 بنیں اور پھر ان کے بعد سب سے آخر میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں —————

اس شجرہ حالات کے بعد یہ کہنا کہ حضرت اسمائت عمیس کا کسی کو حال

معلوم نہیں کتنی زیادتی اور نا انصافی ہے -

سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے، کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

کے روز شمس کے دن کے عظیم معجزہ کو جھٹلانے کے لئے اور حضرت علی علیہ السلام

کی شان و عظمت کو مٹانے کے لئے ایسے بے بنیاد اعتراضات کرنا ہمارے اکابرین

کاشیوہ نہیں ہونا چاہیے! —————  
 صاحبزادہ سید افتخار الحسن اس معجزہ مقدس کو یوں سمجھتا ہے کہ  
 ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے خدا تعالیٰ کے کسی نے نہیں  
 دیکھا اور خداوند تعالیٰ کو بھی سوائے محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے کسی نے نہیں دیکھا۔  
 اور جس نے محبوب خدا کے حسن و جمال کو دیکھا تو انہوں نے خدا کی نماز کو بھی قضا  
 کر دیا جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے —————

نماز پڑھاں کہ میں تیں دل دیکھاں  
 مینوں کعبہ بھسل گیواں  
 تینوں رکھاں کہ تیری شرع نوں رکھاں  
 مینوں اگلا فکر پیواں

حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ع  
 سبحان اللہ ما اجمک ما احنک ما املک —!  
 کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیں کتھے جاڑیاں

لکھ دُنیا تے سوہنے ہون میںے مدنی نال نیں رل دے  
 کن فیکون تے کل دی گل اے میرا قارے پیارا زل دے  
 یوسف نبی وچہ مہر وکا دے جدوں زور عشق دے چل دے  
 سب صدقہ محبوب میرے دا کوہ طور تے دیوے بل دے  
 قارئین کرام!

یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے

خدا کے کسی نے نہیں دیکھا  
اسی لیے علماء و حق نے لکھا ہے کہ یہ نہ کہنا چاہیے کہ شبِ معراج خدا تعالیٰ  
پر رُوں سے باہر آئے ————— کیونکہ: —————

الْجَبَابُ فِي حَقِّ الْمَخْلُوقِ لَا فِي حَقِّ الْخَالِقِ ————— کہ

پر رُوں کا لفظ مخلوق کے لئے ہے خالق کے لئے نہیں — اسیلئے

یہ کہنا چاہیے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رُخِ انور سے پر رُوں

اٹھائے تاکہ خدا تعالیٰ اپنے بنائے ہوئے حسین شاہکار کو اچھی طرح دیکھ لے

حضرت جبریل علیہ السلام کسی نبی پر تین دفعہ نازل ہوئے — کسی نبی پر

۵۰ دفعہ آئے اور کسی پر ۵۵ دفعہ حاضر ہوئے اور کسی نبی پر ۱۵۰ بار نازل ہوئے

لیکن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۵ ہزار دفعہ نازل ہوئے —

گویا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ۲۵ ہزار بار رسول اکرم حضرت محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے مگر معراج کی شب حضرت جبریل علیہ السلام

سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: —————

معراج کی شب جبریل سے کہنے لگے خیر الامم

تو نے دیکھا ہے جہاں بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم

عرض کی جبریل نے شاماً بھگے تیری قبیلہ

آفاقہا گردیدہ ام مہربتاں درزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری —!

قَلْبَتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ————— کہ

میں نے زمین و آسمان پھرے ہیں اور ایک حسین ترین آدمی سے لیکر انبیاء

علیہم السلام تک کا حسن و جمال دیکھا —————

لیکن ————— یا محمد صلی اللہ علیک وسلم ! —————

تو — چیزے دیکری —————

تو کوئی اور ہی چیز ہے جو میری سمجھ بھی نہیں آیا کہ تو کیا ہے ؟

حضراتِ محترم

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی کتاب  
احسن القصص اور نزہت المجالس میں لکھا ہے کہ آدمی کی جنس کے علاوہ بھی  
سات آٹھ اشیاء ایسی ہیں جو کہ جنت میں جائیں گی ————— مثلاً

۱۔ اصحابِ فیل کا ہاتھی۔

۲۔ اصحابِ کعب کا کتا۔

۳۔ حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی۔

۴۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دُنیا۔

۵۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی چوٹی۔

۶۔ حضرت بلقیس سلام اللہ علیہا کا ہڈ۔

۷۔ حضرت عزیز علیہ السلام کا حمار۔

۸۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ۔

اور میں دو سال تک ان جانوروں کے جنتی ہونے پر غور و فکر کیا اور آخر

یہ سمجھا کہ ان کے اعمال تو نہیں ہیں کہ یہ حیوانات جنت میں جائیں گے۔ کیونکہ

یہ تو نمازی، نہ حاجی، نہ زکوٰۃ دینے والے اور نہ ہی روزہ دار اور نہ کوئی

بیک عمل پھر یہ جنتی کیوں کر ہو گئے ؟

نسبت باعثِ جنت

بالآخر مجھ پر یہ بات منکشف ہوئی کہ صرف روزہ و نماز، حج و زکوٰۃ ہی جنت میں جانے کا سبب نہیں، بلکہ اچھی نسبت بھی جنتی ہونے کا باعث بن سکتی ہے۔ تو میں نے ان اشیاء کو اچھی نسبت کا رنگ دے کر قرآن و حدیث کی روشنی میں اور مستند روایات کا جامہ پہنا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ امام غزالی اور علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہما نے جو کچھ لکھا ہے باسکلِ سچ لکھا ہے۔ کیونکہ نسبت اچھی ہو تو جنت میں جانا کوئی مشکل نہیں۔!

قارئینِ حضرات! —————

یہ بھی یاد رہے کہ اس کتاب سے پہلے میری ایمان افروز کتاب ”گستاخ رسول کی سزا“ خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ اور جامعہ نورِ رضویہ کے مہتمم سید ہدایت رسول کی زیر نگرانی بازار میں آچکی ہے جس میں قرآن و سنت کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ — گستاخ رسول واجب القتل ہے!

وفاقی وزیر جناب اعجاز الحق صاحب فیصل آباد شریف لائے تو سرکٹ ہاؤس میں ان سے ملاقات کے دوران یہ کتاب انہیں پیش کی۔

اور پھر چند دن کے بعد حکومت کی طرف سے بھی اعلان ہو گیا کہ —

”گستاخ رسول کی سزا — سزائے موت ہوگی“

اور میں اپنے لئے باعثِ نجات سمجھتا ہوں! — جناب محمد اعظم چشتی صاحب نے کیا خوب کہا ہے کہ

دوزخ درجہ کوئی کافر جاوے یا کوئی منافق جاوے  
یا جاوے بے ادب نبی دا جیہڑا اس دی شان گھٹاوے

تے یا جاوے کوئی ظالم جابر جیہڑا کسے دا دل دکھائے  
اعظم۔ نہ کافر نہ بے ادب نبی دا مینوں کیہڑی آگ جلاوے  
حضراتِ گرامی قدر! —————

پاکستان کا مطلب کیا؟ —————

لا الہ الا اللہ! —————

اور کتاب کا نام — "نسبت باعث جنت"

اور یہ نسبت سب سے اچھی ہے —————

ایسے کہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ کہ

اسی نسبت سے دامن و ابستہ رکھو تو پھر جنت تمہاری ہے! —

وطن سے محبت۔ پرچم سے عقیدت اور ملک کی مٹی کو اکیس سمجھنا

ہی دراصل وفاداری ہے۔

پاکستان والو ————— جشنِ آزادی تمہیں مبارک ہو!

صاحبزادہ

سید افتخار الحسن زیدی

شہزادہ مخمزل۔ طارق آباد

فیصل آباد —————

# مصنف کی دیگر تصانیف

مقامات صحابہ

مقامات نبوت

کفر یزید

مقامات اولیا

المعراج

اللہ کے شہیر

زندگی

ماہ کنعان

نسبت باجنت

گستاخ رسول کی سزا